آثار شيخ الإسلام ابن تيمية

الجواب الصحيح

لمن بدل دين المسيح

صحیح جواب اُس شخص کے لیے جس نے دینِ مسیح کو بدل دیا

لشيخ الإسلام أبي العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام

ابن تيمية

الحراني الدمشقي

المتوفى سنة ٧٢٨ھ رحمه الله رحمة واسعة

ترجمہ: ابومصعب الاثری

Vol 2

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

فصل: یہ اُس شخص کے قول کے بیان میں ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ کی بعثت صرف عربوں کی طرف ہوئی ہے۔اسی طرح یہ بحث اُن لوگوں کے بارے میں بھی ہے جو اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عربوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔

یہ کلام پہلی صورت کے اعتبار سے ہے،اور وہ اُس شخص کا قول ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ کو صرف عربوں ہی کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔

رہی دوسری جہت، تو وہ یہ ہے کہ ہم یہ کہیں: خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ آپ تمام لوگوں کی طرف رسول ہیں، جیسا کہ قرآنِ مجید نے متعدد مقامات پر اس حقیقت کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا} [سبأ:28]

اور ہم نے آپ کو جو بھیجا ہے تو صرف سب لوگوں کو خوشی سنانے کے لیے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی:

{يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ} [الأعراف:158]

کہہ دو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کی حکومت آسمانوں اور زمین میں ہے۔

تحقیق خود قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر اس امر کی صراحت موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہلِ کتاب کی طرف بھی دعوت دینے کا حکم دیا گیا، اور جنّات کی طرف بھی آپ کی دعوت کو بیان کیا گیا ہے، پھر اگر وہ اس بات کو تسلیم کر لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعویٰ ذکر فرمایا تھا، لیکن اس کے باوجود وہ اسی میں آپ کی تکذیب کریں، پس اب صورتِ حال دو ہی احتمالوں میں منحصر رہ جاتی ہے: یا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عربوں کی طرف رسالت کا اقرار کریں، یا پھر اس کا بھی اقرار نہ کریں۔

پس اگر وہ اس بات کا اقرار کر لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں، پھر بھی اس کے باوجود ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو جھٹلانا ممکن نہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، بلکہ لازم ہے کہ اس بات کا اقرار کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام مخلوقات کی طرف ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اور قرآنِ مجید نے اس کی اطلاع دی ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، وہ یقیناً مخلوقات میں سب سے بہترین اور سب سے سچا ہو گا، یا سب سے برے اور سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والی مخلوق میں سے نہیں ہو سکتا، پس یقیناً، اگر وہ

سچا ہو تو وہ سب سے بہترین مخلوق میں شمار ہوتا ہے، اور اگر جھوٹا ہو تو وہ سب سے برے اور بدکردار لوگوں میں شامل ہوگا، جب اللہ تعالیٰ نے اسے بھیجا- اگرچہ کسی ایک قصبے یا محدود علاقے کی طرف بھی ہو، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے یونس بن متّی کو نینویٰ کے لوگوں کی طرف بھیجا- تو ان کا شمار سب سے بہترین مخلوق میں ہوتا ہے، وہ سچے تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں بولا ، وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق صرف حق ہی فرماتے تھے، اور کبھی بھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ بولتے- یہاں تک کہ ایک ہی لفظ میں بھی- تو وہ سب سے جھوٹے لوگوں میں شمار ہوتے، وہ اللہ کے سچے رسولوں میں سے نہیں ہوتے، یقیناً جھوٹا ہر چیز میں جھوٹ نہیں بولتا، بلکہ کبھی کبھار یا بعض مواقع پر جھوٹ بولتا ہے، پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے بارے میں خواہ ایک ہی لفظ جھوٹ بولے، تو وہ شخص یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ گھڑنے والا ہے، وہ رسالت کے دعوے میں جھوٹ بولنے والوں میں شمار ہوتا، نہ کہ صادقین میں سے۔

مزید یہ کہ، رسالت کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پوری سچائی اور درستگی کے ساتھ پہنچانا ہے، پس جب جھوٹ کی آمیزش سچ میں ہو جائے، تو رسالت کا اصل مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

اور مزید یہ کہ، اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے کسی پیغام میں جھوٹ بولا، تو جس بات میں وہ سچا تھا اور جس میں جھوٹ بولا، وہ واضح طور پر الگ نہیں ہو سکتا، جب تک کہ کوئی دوسرا ثبوت موجود نہ ہو جو اس کی رسالت کے علاوہ ہو، پس ایسی صورت میں، رسالت کے اصل مقصد کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔

اسی وجہ سے تمام اہلِ کتاب اور تمام ملتیں اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیاء اور رسول اللہ تعالیٰ کے پیغامات جو وہ پہنچاتے ہیں، اس میں معصوم ہیں، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ اور کسی نے بھی کبھی یہ نہیں کہا کہ جسے اللہ نے بھیجا، وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ بول سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے وہ بات ارشاد فرمائی ہے جو واضح کرتی ہے کہ وہ اپنے اوپر جھوٹ باندھنے والے کو ہرگز برقرار نہیں رہنے دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ – لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ – ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ – فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ} [الحاقة:44–47]

اور اگر وہ کوئی بناوٹی بات ہمارے ذمہ لگاتا۔ تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر ہم اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَإِنْ يَشَأِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَى قَلْبِكَ} [الشورى:24]

کیا وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے، پس اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر مہر کر دے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ} [الشورى: 24]

اور اللہ باطل کو مٹادیتاہے اور سچ کو اپنی کلام سے ثابت کر دیتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ} [الشورى: 24]

اور اللہ باطل کو مٹادیتاہے اور سچ کو ثابت کر دیتا ہے۔

یہ ایک نیا کلام ہے، جو سابقہ دلیل یا شرط کے جواب میں داخل نہیں ہے، پس اگر یہ بیان شرط کے جواب کے ساتھ مربوط یا متعلق ہوتا، تو کہا جاتا: "وَيُحِقِّ الْحَقَّ" کو کسر کے ساتھ پڑھا جاتا، کیونکہ دو ساکن حروف کے ملاپ کی وجہ سے ایسا کرنا لازم ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے: {قُمِ اللَّيْلَ} [المزمل: 2]، رات کو قیام کر۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَيُحِقُّ الْحَقَّ} [الشورى: 24] اور سچ کو ثابت کر دیتا ہے، پس جب اسے ضم (پیش) کے ساتھ پڑھا گیا، تو اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ ایک نیا کلام ہے، جس میں خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ باطل کو مٹادیتا ہے جیسے کہ جھوٹے اس پر جھوٹ گھڑتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ حق کو اسی طرح قائم کرتا ہے جیسے صادقین کی طرف سے حق قائم ہوتا ہے، پس باطل کا مٹانا (محو کرنا) بالکل حق کو قائم کرنے کے مترادف ہے، یہ اللہ کی مشیت یا ارادے سے منسلک نہیں ہے، بلکہ یہ لازم اور ضروری ہے، اس کے دل پر مہر لگانے کے بر خلاف، پس یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے، اور یہ جائز نہیں کہ باطل کا مٹانا اللہ کی مشیت پر منحصر ہو، جیسے دل پر مہر لگانے کے معاملے میں ہوتا ہے، بلکہ وہ حق کو باطل پر پھینک دیتا ہے اور اسے بالکل کچل دیتا ہے۔

اپنے رسولوں کے ذریعے پہنچائے جانے والے پیغامات کی حفاظت اور مضبوطی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

{وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ – لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ – وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ} [الحج: 52-54]

اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی بھی ایسا رسول اور نبی نہیں بھیجا کہ جس نے جب کوئی تمنا کی ہو اور شیطان نے اس کی تمنا میں کچھ آمیزش نہ کی ہو، پھر اللہ شیطان کی آمیزش کو دور کر کے اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے، اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ تاکہ شیطان کی آمیزش کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنادے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں، اور بے شک ظالم بڑی ضد میں

پڑے ہوئے ہیں۔اور تاکہ علم والے اسے تیرے رب کی طرف سے حق سمجھ کر ایمان لے آئیں پھر ان کے دل اس کے لیے جھک جائیں،اور بے شک اللہ ایمان داروں کو سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔

اور مزید یہ کہ ،اگرآپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف عربوں کے لیے بھیجا گیا ہوتا،آپ نے یہود اور نصاریٰ کو بھی اپنی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے،اور اگروہ آپ پر ایمان نہ لائیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیا ہے،آپ نے ان کے خلاف جہاد کیااور جو آپ کے مخالفین آپ سے لڑے،آپ نے انہیں قتل کیا،ان کی اولاد کو قیدی بنایا،تو یہ ایک ظلم ہوتا، جسے سوائے ان لوگوں کے کوئی نہیں کرتاجو سب سے زیادہ ظالم ہیں،اور جو شخص نبی ہو، جسے اللہ نے بھیجا ہے،وہ اس ظلم اور اس باطل سے پاک ہے۔

پس اس بات کااقرار کہ آپ کی رسالت صرف عربوں تک محدود ہے اور دیگر قوموں تک نہیں-اس کے باوجود جو بات واضح ہے،وہ یہ کہ آپ کی دعوت تمام انسانوں کے لیے عام اور ہمہ گیر ہے-یہ ایک متضاد بیان ہے جو بظاہر فساد یا تضاد ظاہر کرتا ہے،ہر وہ چیز جو اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں،پس اس بات سے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ کی رسالت تمام مخلوق کے لیے ہے،ہر وہ شخص جو اس بات کااقرار کرے کہ آپ نبی ہیں،اس پر بھی لازم آتا ہے کہ وہ یہ تسلیم کرے کہ آپ کی رسالت تمام مخلوق کے لیے ہے،ورنہ یہ لازم آتا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نبی بھیجا ہے جو اس پر جھوٹ گھڑتا ہے،وہ لوگوں سے کہتا ہے: یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری اتباع کرنے کا حکم دیا ہے،اور اگر تم نے نہیں مانا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے،اور وہ اس میں جھوٹا ہے،یہ بات معلوم ہے کہ جو کچھ اس پر دلالت کرے کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے،وہ لازماً اس پر بھی دلالت کرتا ہے کہ آپ اپنی رسالت میں سچے ہیں،ورنہ نہیں،پس جھوٹا نبی رسالت کے مقصود کو حاصل نہیں کر سکتا،بلکہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑنے والوں میں شمار ہوگا،اور یہ لوگ اللہ کے رسولوں میں سے نہیں ہیں،اور یہ جائز نہیں کہ ان کے اس قول پر ایمان لایا جائے کہ :اللہ تعالیٰ نے انہیں بھیجا ہے۔

فصل:اگروہ عربوں کے لیےآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم نہ کریں

اور ممکن ہے کہ وہ نہ صرف عربوں کے لیےآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کریں بلکہ دوسروں کے لیے بھی نہ کریں،بلکہ آپ کے بارے میں وہی بات کہیں جو عرب کے مشرک کہتے تھے،مثلاً کہ وہ شاعر ہے،یا جادو گر ہے،یا جھوٹا مفتری ہے،اور اس قسم کے دیگر الزامات۔پھر اس صورت میں کہا جائے گا: لہٰذا آپ کے لیے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو جھٹلانے کے لیے اپنے قیاس یا اندازِ منفی پر انحصار کریں،تو یہ دلیل بالکل باطل ہے اور اس طرح اعتراض پیش کرنا ہر گز جائز نہیں،انبیاءِ سابقین کے کلام میں سے کسی بھی بات کو آپ بطورِ دلیل پیش نہیں کر سکتے،خواہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کریں یا نہ کریں-صلی اللہ علیہ وسلم-آپ کی ہر اس بات کے بارے میں جو آپ بیان کرتے ہیں: یا اس کی بعض باتوں کے بارے میں

- یا پھر اگر تم نے اسے سراسر جھٹلا دیا -تو ہر صورت میں تمہاری دلیل باطل ٹھہرتی ہے۔اور جب تمہاری دلیل باطل ہوئی تو لازم آتا ہے کہ تمہارا دین بھی ہر تقدیر پر باطل ہو۔اور جو چیز ہر ہر احتمال اور ہر ہر مفروضے پر باطل ثابت ہو جائے، وہ حقیقتِ نفس الامر میں بھی باطل ہی ہوتی ہے پس اس طرح یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ حقیقتِ نفس الامر میں باطل ہے۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا دیتے ہو تو پھر تمہارے پاس کوئی ایسا راستہ باقی نہیں رہتا جس کے ذریعے تم دوسرے انبیاء علیہم السلام کی صداقت کو جان سکو۔ چنانچہ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہو تو اس کے ساتھ ہی دوسروں کی صداقت کا قول بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔ بلکہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا سمجھتے ہوئے کسی اور نبی کی تصدیق کا دعویٰ کرے تو وہ شخص درحقیقت دوسرے انبیاء علیہم السلام کی صداقت کا علم رکھنے والا نہ ہوگا، بلکہ محض بے بنیاد طور پر ان کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔اور جب وہ ان کی صداقت کا حقیقی علم ہی نہیں رکھتا تو اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ ان کے اقوال سے استدلال کرے۔ بلکہ اس کی یہ گفتگو سراسر بے علمی پر مبنی ہوگی، اور وہ ایسے معاملے میں حجت بازی کر رہا ہوگا جس کے بارے میں اسے کوئی علم حاصل نہیں کیونکہ وہ دلائل جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرنے والے دلائل، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی صداقت پر قائم دلائل سے کہیں زیادہ عظیم اور زیادہ کثیر ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بڑھ کر اور زیادہ جلیل القدر ہیں اور وہ کتاب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی، اس کتاب سے کہیں زیادہ اشرف و اعلیٰ ہے جس کے ساتھ دوسرے انبیاء علیہم السلام مبعوث کیے گئے تھے۔اور وہ شریعت جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے، موسیٰ اور عیسیٰ -علیہما السلام- کی شریعت سے زیادہ کامل اور جامع ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہر ہر فضیلت میں ان دونوں (موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام) کی امتوں سے زیادہ کامل ہے۔ تورات اور انجیل میں ایسا کوئی علمِ نافع یا عملِ صالح موجود نہیں جس کی نظیر قرآن میں نہ پائی جاتی ہو یا تو وہ بعینہٖ قرآن میں موجود ہے، یا اس جیسا موجود ہے، یا اسی سے ماخوذ ہے۔اور قرآن میں علمِ نافع اور عملِ صالح کے ایسے پہلو بھی موجود ہیں جن کی مثل تورات اور انجیل میں نہیں پائی جاتی پس انبیاء کے دشمنوں کی طرف سے جو بھی اعتراض محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد کیا جاتا ہے، وہی اعتراض- بلکہ اس سے بڑھ کر- موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام پر بھی عائد کیا جا سکتا ہے۔

یہ ایک جملہ ہے جسے ہم نے دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، یہاں ہم نے اسے وضاحت کے ساتھ نہیں بیان کیا ہے؛ کیونکہ ان کے کلام کا جواب دینے کے لیے اس تفصیل کی ضرورت نہیں، اور اس لیے موسیٰ اور عیسیٰ- علیہما السلام -کی نبوت کے اعتراف سے انکار ممکن نہیں رہتا جب محمد -صلی اللہ علیہ وسلم- کی نبوت کی تکذیب کی جاتی ہے ایسا کوئی بھی نہیں کرے گا مگر وہ شخص جو سب سے جاہل اور گمراہ ترین ہو، یا وہ جو سب سے زیادہ ضدی اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والا ہو۔اور یہ یعنی یہ لوگ اس

بات پر دلیل پیش کرتے ہیں جو انہوں نے انبیاء علیہم السلام سے سنا ہے، لیکن انہوں نے اپنی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر واضح دلائل ذکر نہیں کیے۔ بلکہ انہوں نے وہ بات بلا تحقیق اور بلا ثبوت تسلیم کر لی، اور اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ انبیاء سابقین کے اقوال کے ذریعے استدلال کریں جو کچھ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا، وہ ان کے دین کی صحت کے خلاف ہے، اور یہ ایک قطعی دلیل ہے جو ہر صورت باطل ثابت کرتی ہے، چاہے وہ اسے تصدیق کریں یا جھٹلائیں، پس اگر وہ اس کی تصدیق کریں تو ان کا دین باطل ہو جاتا ہے، اور اگر وہ اسے جھٹلائیں تو بھی ان کا دین بھی باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر وہ اس کی تصدیق کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور زمین کے تمام لوگوں کو اپنی جانب ایمان اور اطاعت کی طرف دعوت دی ہے، جس طرح عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام اور دیگر تمام رسولوں نے اپنی قوموں کو دعوت دی تھی اور یہ کہ جو اتحاد یا دیگر تصورات لوگوں نے قائم کیے ہوئے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب باطل کر دیے، اور ان کو بعض معاملات میں کافر بھی قرار دیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ صرف یہ یقین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں -خواہ وہ اعتراف صرف عربوں تک محدود کیوں نہ ہو- یہ کافی ہے کہ نصرانیوں اور یہودیوں کے دین، اور ہر ایسے دین جو آپ کے دین کے خلاف ہو، باطل ٹھہرتا ہے، کیونکہ جو شخص اللہ کا رسول ہے، کیونکہ وہ اللہ کے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے واضح طور پر معلوم ہے کہ آپ نے نصرانیوں اور یہودیوں کو بھی اپنی جانب ایمان اور اطاعت کی دعوت دی، جس طرح آپ نے باقی سب کو بھی دعوت دی تھی اور یہ کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا، اسے کافر قرار دیا گیا اور اس کے لیے دوزخ کی وعید رکھی گئی۔ اور یہ واقعہ متواتر طور پر ان سے ثابت ہے، متواتر اس طرح کہ عام لوگ بھی اور خاص اہل علم بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور قرآن میں بھی اس کی متعدد آیات موجود ہیں جن کا ذکر کثرت سے آیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ}[البينة:1]{رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُطَهَّرَةً}[البينة:2]{فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ}[البينة:3]{وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ} [البينة:4]{وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ} [البينة:5]{إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ}[البينة:6]{إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ}[البينة:7]{جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ}[البينة:8]

اہلِ کتاب میں سے کافر اور مشرک لوگ باز آنے والے نہیں تھے یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے۔ یعنی ایک رسول اللہ کی طرف سے آئے جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔ جن میں درست مضامین لکھے ہوں۔ اور اہلِ کتاب نے جو اختلاف کیا تو واضح دلیل آنے کے بعد۔ اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں ایک رخ ہو کر خالص اسی کی اطاعت کی نیت سے، اور نماز قائم

کریں اور زکوۃ دیں، اور یہی محکم دین ہے۔ بے شک جو لوگ اہلِ کتاب میں سے منکر ہوئے اور مشرکین وہ دوزخ کی آگ میں ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہی لوگ بد ترین مخلوقات ہیں۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے یہی لوگ بہترین مخلوقات ہیں۔ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کی بہشت ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ}[آل عمران: 18]{إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ}[آل عمران:19]{فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ}[آل عمران:20]

اللہ نے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے گواہی دی کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی انصاف کا حاکم ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں زبردست حکمت والا ہے۔ بے شک دین اللہ کے ہاں فرمانبرداری ہی ہے، اور جنہیں کتاب دی گئی تھی انہوں نے صحیح علم ہونے کے بعد آپس کی ضد کے باعث اختلاف کیا، اور جو شخص اللہ کے حکموں کا انکار کرے تو اللہ جلد ہی حساب لینے والا ہے۔ پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو ان سے کہہ دے کہ میں نے اپنا منہ اللہ کے حکم کے تابع کیا ہے اور ان لوگوں نے بھی جو میرے ساتھ ہیں، اور ان لوگوں سے کہہ دے جنہیں کتاب دی گئی ہے اور ان پڑھوں سے کیا تم بھی تابع ہوتے ہو، پھر اگر وہ تابع ہو گئے تو انہوں نے بھی سیدھی راہ پالی، اور اگر وہ منہ پھیریں تو تیرے ذمہ فقط پہنچا دینا ہے، اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اور یہ کہ یہود و نصاریٰ کا کفر کئی دیگر مقامات پر بھی ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے بارے میں فرمایا:

{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا}[المائدة:17]

بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مریم کا بیٹا مسیح ہے، کہہ دے کہ پھر اللہ کے سامنے کس کا بس چل سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ مریم کے بیٹے مسیح اور اس کی ماں اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ}[المائدة:72]{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ

اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ} [المائدة:73] {أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ} [المائدة:74] {مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ} [المائدة:75] {قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ} [المائدة:76] {قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ} [المائدة:77]

البتہ تحقیق وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ وہی مریم کا بیٹا مسیح ہی ہے، اور (حالانکہ) مسیح نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! اس اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے، بے شک جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا سو اللہ نے اس پر جنت حرام کی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے، اور (حالانکہ) سوائے ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں، اور اگر وہ اس بات سے باز نہ آئیں گے جو وہ کہتے ہیں تو ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ اللہ کے آگے کیوں توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہ نہیں بخشواتے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مریم کا بیٹا مسیح تو صرف ایک پیغمبر ہی ہے، اس سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں، اور اس کی ماں سچی ہے، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھ ہم انہیں کیسی دلیلیں بتلاتے ہیں پھر دیکھو وہ کہاں الٹے جاتے ہیں۔ کہہ دو کہ تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو جو تمہارے نقصان اور نفع کی مالک نہیں، اور اللہ وہی ہے سننے والا جاننے والا۔ کہہ دو اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق زیادتی مت کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے دور ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا} [النساء:171] {لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا} [النساء:172] {فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنْكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا} [النساء:173] {يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا} [النساء:174] {فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا} [النساء:175]

اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے نہ نکلو اور حق بات کے علاوہ اللہ کی شان میں کچھ نہ کہو، بے شک مریم کا بیٹا مسیح عیسیٰ اللہ کا رسول ہے اور اللہ کا ایک کلمہ ہے جسے اللہ نے مریم تک پہنچایا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہے، سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر، اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں، اس بات کو چھوڑ دو تو تمہارے لیے بہتر ہو گا، بے شک اللہ اکیلا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے اس کی اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ کارساز کافی ہے۔ مسیح خدا کا بندہ بننے سے ہر گز عار نہیں کرے گا اور نہ مقرب فرشتے، اور جو کوئی اس (اللہ) کی بندگی سے انکار کرے گا اور تکبر کرے گا پھر وہ ان سب کو اپنی طرف اکھٹا کرے گا۔ پھر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے (اللہ) انہیں ان کا پورا ثواب دے گا اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دے گا، اور جن لوگوں نے انکار کیا اور تکبر کیا انہیں درد دینے والا عذاب دے گا اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہیں پائیں گے۔ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک واضح روشنی اتاری ہے۔ سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انھوں نے اسے مضبوط پکڑا تو انہیں وہ اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور اپنے تک ان کو سیدھا راستہ دکھائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ}[التوبة:30]{اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ}[التوبة:31]

اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کی منہ کی باتیں ہیں، وہ کافروں کی سی باتیں بنانے لگے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کدھر الٹے جارہے ہیں۔ انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا ہے اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی، حالانکہ انہیں حکم یہی ہوا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَاعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ}[المائدة:116]{مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ}[المائدة:117]

اور جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنالو، وہ عرض کرے گا تو پاک ہے مجھے لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں، اگر میں نے یہ کہا ہو گا تو تجھے ضرور معلوم ہو گا، جو میرے دل میں ہے تو جانتا ہے اور جو تیرے دل میں ہے وہ میں نہیں جانتا، بے شک تو ہی چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے، اور میں اس وقت تک ان کا نگران تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا پھر تو ہی ان کا نگران تھا، اور تو ہر چیز سے خبر دار ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ} [المائدة: 17] ان دونوں مقامات میں۔

بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مریم کا بیٹا مسیح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ} [المائدة: 73] وَقَالَ – تَعَالَى: {وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ} [النساء: 171]

بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں، اس بات کو چھوڑ دو تو تمہارے لیے بہتر ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ} [التوبة: 30]

اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

نصاریٰ نے یہ تینوں باتیں کہیں؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہی کی نسبت سے یہ اقوال ذکر فرمائے۔ لیکن لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ ایک بات تو نصاریٰ کے کسی ایک گروہ کا قول ہے اور دوسری بات کسی دوسرے گروہ کا قول۔

جیسا کہ مفسرین کی ایک جماعت نے یہ بات ذکر کی ہے، مثلاً ابن جریر طبری، ثعلبی اور دیگر اہلِ تفسیر۔ پھر کبھی وہ یہ حکایت کرتے ہیں کہ یعقوبیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ ہی اللہ ہیں، اور نسطوریہ کے نزدیک وہ اللہ کے بیٹے ہیں وہ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ مریُوسِیّہ کا عقیدہ یہ ہے کہ مسیح تین میں سے ایک ہیں (یعنی تثلیث کا ایک رکن)، اور کبھی یوں بیان کرتے ہیں کہ نَسطوریّہ مسیح کو "ثالثِ ثلاثہ" قرار دیتے ہیں، جبکہ ملکیّہ کے بارے میں یہ حکایت کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک مسیح ہی اللہ ہیں۔ پھر وہ نصاریٰ کے اس قول کی تفسیر و توضیح کرنے لگتے ہیں کہ: یعنی "ثالثُ ثلاثۃ" سے ان کی مراد یہ ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تین اقانیم میں سے ایک ہے: باپ، بیٹا اور روح القدس۔

درست بات یہ ہے کہ یہ تمام اقوال دراصل نصاریٰ کے انہی مشہور فرقوں —— یعنی ملکیہ، یعقوبیہ اور نسطوریہ —— ہی کے اقوال ہیں، کیونکہ یہ تمام فرقے تین اقانیم —— یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس —— کے قائل ہیں، پس یہ تمام فرقے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے، اور مسیح کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہی اللہ ہے، نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اللہ کا بیٹا ہے۔ اور یہ سب اس امر پر متفق ہیں کہ الوہیت (لاہوت) اور بشریت (ناسوت) کا اتحاد ہوا ہے، اور یہ کہ جس ذات میں یہ اتحاد واقع ہوا وہ ''کلمہ'' ہے۔ اسی طرح یہ سب اپنے اس عقیدۂ ایمان پر بھی متفق ہیں جو ان تمام باتوں کو متضمن ہے، اور وہ ان کا یہ قول ہے: ہم ایک ہی اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، جو باپ ہے، تمام کائنات کا ضابطہ اور خالق ہے، آسمانوں اور زمین کا، سب کچھ جو نظر آتا ہے اور جو نہیں آتا۔ اور ہم ایک ہی رب پر ایمان رکھتے ہیں، یعنی یسوع مسیح، اللہ کا اکلوتا بیٹا، جو باپ سے ہر زمانے سے پیدا ہوا، نور میں سے نور، سچا خدا، سچے خدا سے پیدا ہوا، پیدا شدہ مگر مخلوق نہیں۔

اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

{وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ} [النساء: 171]

اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ} [المائدة: 73]

بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے۔

پس انہوں نے اس عقیدے کی تفسیر تثلیث کے ساتھ کی، جو ان کے بارے میں مشہور ہے اور ان کے ایمان نامہ (Creed) میں مذکور ہے، اور لوگوں میں سے کچھ کہتے ہیں: یقیناً جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابنِ مریم ہے، یہ یعقوبیہ (نصاریٰ کا ایک فرقہ) کا قول ہے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ وہ تین میں سے ایک ہے نصاریٰ کا وہ عقیدہ ہے جو باپ، بیٹے اور روح القدس کے بارے میں ہے۔ انہوں نے اللہ کو ان تین میں سے ایک قرار دیا اور ہر ایک کو الٰہ اور رب کا نام دیا۔ اور ایک گروہ نے اس کی تفسیر اس طرح کی کہ انہوں نے عیسیٰ اور ان کی والدہ کو دو معبود بنا لیا جنہیں اللہ کے سوا پوجا جاتا ہے۔

سدی نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کہا:

{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ} [المائدة: 73]

بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے۔

سدی نے کہا: نصاریٰ نے کہا کہ اللہ ہی مسیح اور اس کی والدہ ہے، پس یہی اس کے قول کا مطلب ہے:

{أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ} [المائدة: 116]

اور جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تونے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا (الٰہ) بنالو۔

اور کہا گیا ہے کہ ایک تیسرا قول بھی ہے، جو اس سے بھی زیادہ عجیب ہے، اور وہ ابو صخر سے منقول ہے، انہوں نے کہا:

{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ} [المائدۃ:73]

بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے۔

انہوں نے کہا: یہود کا قول یہ ہے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کا قول یہ ہے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، پس انہوں نے اللہ کو تین میں سے ایک بنادیا، یہ قول ضعیف ہے، اور سعید بن بطریق نے نصاریٰ کی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ان میں ایک جماعت ہے جسے مریمیّون کہا جاتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ مریم الٰہ ہے اور عیسیٰ بھی الٰہ ہے۔

اور جہاں تک پہلے قول کا تعلق ہے، وہ قابل توجیہ ہے، پس نصاریٰ جو اپنے ایمان نامہ (Creed) پر متفق ہیں، وہ سب کہتے ہیں کہ اللہ تین میں سے ایک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ ایسا کہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ} [النساء:171]

اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے نہ نکلو اور حق بات کے علاوہ اللہ کی شان میں کچھ نہ کہو، بے شک مریم کا بیٹا مسیح عیسیٰ اللہ کا رسول ہے اور اللہ کا ایک کلمہ ہے جسے اللہ نے مریم تک پہنچایا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہے، سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر، اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں، اس بات کو چھوڑ دو تو تمہارے لیے بہتر ہوگا۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تثلیث اور اتحاد (یعنی الوہیت میں حلول یا امتزاج کا عقیدہ) کا ذکر کیا اور ان دونوں سے انہیں منع فرمایا، اور واضح کر دیا کہ مسیح دراصل اللہ کا رسول ہے، اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف ڈال دیا، اور وہ اس کی طرف سے ایک روح ہے۔

اور فرمایا:

{فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ} [النساء:171]

سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر۔

پھر فرمایا:

{وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ} [النساء:171]

اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں، اس بات کو چھوڑ دو تو تمہارے لیے بہتر ہوگا۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ان کی والدہ کا ذکر نہیں کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ}[النساء:171]

اور اللہ کا ایک کلمہ ہے جسے اللہ نے مریم تک پہنچایا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہے۔

سدی نے کہا: معمر نے قتادہ سے روایت کی کہ اللہ کا فرمان وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ اور اس کا کلمہ جو اس نے مریم کی طرف ڈال دیا کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کا قول کن ہے، پس وہ ہو گیا۔

اور اسی طرح قتادہ نے کہا: کلمہ خود عیسیٰ نہیں بن گیا، بلکہ کلمہ کے ذریعے عیسیٰ علیہ السلام وجود میں آئے۔

اسی طرح امام احمد نے اپنی اس تصنیف میں کہا، جو انہوں نے جہمیہ کے رد میں لکھی، اور اسے خلال اور قاضی ابو یعلی نے ان سے نقل کیا، انہوں نے کہا: امام احمد نے فرمایا: پھر جہم نے ایک دعویٰ کیا اور کہا: ہم نے اللہ کی کتاب میں ایک آیت پائی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ ہم نے کہا: کون سی آیت؟ اس نے کہا: اللہ کا قول

{إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ}[النساء:171]

بے شک مریم کا بیٹا مسیح عیسیٰ اللہ کا رسول ہے اور اللہ کا ایک کلمہ ہے۔

پس ہم (یعنی امام احمد) نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرآن کے فہم سے محروم کر دیا ہے۔ مسیح علیہ السلام پر وہ الفاظ جاری ہوتے ہیں جو قرآن پر جاری نہیں ہوتے؛ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام پر وہ اوصاف اور الفاظ جاری ہوتے ہیں جو قرآن پر جاری نہیں ہوتے: وہ ایک جان رکھنے والے انسان ہیں، مولود ہیں، بچپن اور لڑکپن سے گزرے، کھاتے پیتے ہیں، اور انہیں امر و نہی کے ساتھ خطاب کیا جاتا ہے۔ ان پر وعدہ اور وعید جاری ہوتا ہے، وہ نوح کی ذریت میں سے ہیں اور ابراہیم کی ذریت میں سے ہیں۔ لیکن ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم قرآن کے بارے میں وہی کہیں جو عیسیٰ کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ کیا تم نے کبھی سنا کہ اللہ نے قرآن کے بارے میں وہ کہا جو عیسیٰ کے بارے میں کہا؟ بلکہ معنیٰ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے -جَلَّ ثَنَاؤُهُ-

{إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ}[النساء:171]

بے شک مریم کا بیٹا مسیح عیسیٰ اللہ کا رسول ہے اور اللہ کا ایک کلمہ ہے جسے اللہ نے مریم تک پہنچایا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہے۔

پس وہ کلمہ جو اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف ڈالا، جب اس نے فرمایا: اللہ نے فرمایا: ہو جا، پس وہ ہو گیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کن کے ذریعے وجود میں آئے، لیکن عیسیٰ خود کن نہیں ہیں، بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کن کے ذریعے وجود میں آئے، اور کن اللہ کی طرف سے ہے، یعنی اس کا قول ہے: اور کن مخلوق نہیں ہے۔ نصاریٰ اور جہمیہ نے اللہ پر عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں جھوٹ باندھا ہے۔ اور یہ اس لیے کہ جہمیہ نے کہا: عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، کیونکہ کلمہ مخلوق ہے۔

اور نصاریٰ نے کہا کہ روح اللہ اللہ کی ذات سے ہے، اور کلمۃ اللہ اللہ کی ذات سے ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ یہ کپڑا اس کپڑے کا ٹکڑا ہے۔

لیکن ہم نے کہا: عیسیٰ علیہ السلام کلمہ کے ذریعے وجود میں آئے، اور عیسیٰ خود کلمہ نہیں ہیں۔

امام احمد نے فرمایا: اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں -جَلَّ ثَنَاؤُهُ-

{وَرُوحٌ مِنْهُ}[النساء:171]

اور اللہ کی طرف سے ایک روح ہے۔

وہ فرماتے ہیں: روح اس میں اللہ کے حکم سے ہوئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ}[الجاثية:13]

اور اس نے آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو اپنے فضل سے تمہارے کام پر لگا دیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ روح اللہ کے حکم سے ہوئی۔ اور روح اللہ کی تفسیر یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ روح اللہ کے کلمہ کے ذریعے وجود میں آئی، اللہ نے اسے پیدا کیا۔ جیسے کہا جاتا ہے: عبد اللہ (اللہ کا بندہ) اور سماء اللہ (اللہ کا آسمان)۔ اور ایک نسخے میں یہ عبارت ہے: روح جس کا مالک اللہ ہے، اللہ نے اسے پیدا کیا ہے۔

اور امام شَعبی نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کہا:

{وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ}[النساء:171]

یعنی وہ کلمہ جو اس نے مریم کی طرف ڈالا۔

اور وہ کلمہ یہ تھا کہ جب اللہ نے فرمایا: ہو جا تو وہ ہو گیا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کن کے ذریعے وجود میں آئے، لیکن عیسیٰ خود کن نہیں ہیں، بلکہ کن کے ذریعے پیدا ہوئے۔

اور لیث نے مجاہد سے روایت کی کہ روح منه کے بارے میں کہا: اس کا مطلب ہے رسول اس کی طرف سے۔ مجاہد کا مقصود اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے:

{فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا}[مريم:17]{قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا}[مريم:18]{قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا}[مريم:19]

پھر ہم نے اس کے پاس اپنے فرشتے کو بھیجا پھر وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔ کہا بے شک میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو پرہیز گار ہے۔ کہا میں تو بس تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تا کہ تجھے پاکیزہ لڑکا دوں۔

اور اس کا معنی یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام روح سے پیدا کیے گئے، اور وہ روح جبرائیل ہیں، یعنی روح القدس۔ انہیں روح کہا گیا، جیسے انہیں کلمہ کہا گیا، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کلمہ کے ذریعے پیدا ہوئے۔ اور نصاریٰ اپنی مستند کتابوں میں کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مریم سے جسم میں تجسّد پذیر ہوا اور روحِ القدس کے ذریعے بھی پیدا ہوا؛ کیونکہ یہ بات اسی طرح قدیم کتابوں میں بھی بیان ہوئی ہے لیکن انہوں نے یہ گمان کیا کہ روحُ القدس اللہ کی ایک صفت ہے انہوں نے اسے اللہ کی حیات اور قدرت سمجھ لیا، حالانکہ وہ اللہ

ہی رب ہے، اور یہ ان کی طرف سے ایک غلطی ہے، کیونکہ کسی بھی نبی نے اللہ کی حیات کو اپنی یا کسی اور کی صفت نہیں بنایا اور نہ اس کی قدرت، اور نہ اس کی کسی بھی صفت کو روحُ القدس قرار دیا، بلکہ روحُ القدس کا ذکر انبیاء- علیہم السلام- کے کسی بھی کلام میں نہیں آیا اس سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ انبیاء کے دلوں پر نازل فرماتا ہے جیسا کہ وحی، ہدایت اور تائید کے طور پر اور اس سے مراد فرشتہ بھی لیا جاتا ہے یہی بات ابن السائب نے اپنی تفسیر میں بیان کی ہے، جو انہوں نے ابو صالح سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں: کہ عیسیٰ بن مریم نے یہودیوں کے ایک گروہ کا سامنا کیا، اور جب انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو کہا: جادو گر اور جادو گرنی کا بیٹا اور فاعل اور ابن فاعلہ کا بیٹا آیا ہے پس ان یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ پر تہمت لگائی، تو جب عیسی علیہ السلام نے یہ سنا تو فرمایا: اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، اور میں تیری روح سے وجود میں آیا ہوں، اور تیرے کلمے سے مجھے پیدا کیا، اور میں ان کے پاس اپنی مرضی سے نہیں آیا۔ پھر انہوں نے مکمل حدیث بیان کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ}[الانبياء:91]

اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اسے اور اس کے بیٹے کو جہان کے لیے نشانی بنایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا}[التحریم:12]

اور مریم عمران کی بیٹی (کی مثال بیان کرتا ہے) جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔

پس یہ بات اللہ تعالیٰ کے فرمان کے موافق ہے:

{فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا}[مریم: 17]

پھر ہم نے اس کے پاس اپنے فرشتے کو بھیجا پھر وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔

{قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا}[مریم:18]

کہا بے شک میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو پرہیز گار۔

{قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ}[مریم: 19]

کہا میں تو بس تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تا کہ تجھے پاکیزہ لڑکا دوں۔

یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ سب ایک ہی حالت میں ہیں، چاہے انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہو یا تکذیب، اس آیت کا مفہوم یہ بیان کر رہا ہے کہ جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کریں یا تکذیب کریں، ان دونوں ہی

صورتوں میں ان کا دین باطل ہو جائے گا، کیونکہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں، تو بلا شک وشبہ انہوں نے اللہ کی طرف سے یہ پیغام اس کتاب میں پہنچایا ہے نصاریٰ کا کفر کئی مقامات پر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دی اور ان سے جہاد کرنے کا حکم دیا پس جو شخص یہ جان لے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں، خواہ آپ کی نبوت کسی مخصوص گروہ تک ہی محدود ہو ہر اس بات کی تصدیق کرنا واجب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے اور بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ کے کفر اور ان کی گمراہی کی خبر دی ہے اور جب یہ بنیادی حقیقت ثابت ہو گئی تو نصاریٰ کے لیے کسی بھی آسمانی کتاب یا عقلی دلیل سے احتجاج کرنا اب انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا، بلکہ اس کے برعکس مجموعی اعتبار سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ جو کچھ بھی اپنے دین کی صحت پر دلائل پیش کرتے ہیں، وہ سب باطل ہے، خواہ ان کے دلائل کا فساد تفصیل سے بیان نہ بھی کیا گیا ہو؛ اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ حق ہی کہتے ہیں، جس طرح مسیح -علیہ السلام- نے جب ان یہودیوں کے کفر کا فیصلہ صادر فرمایا جنہوں نے آپ کو جھٹلایا تھا چنانچہ جب مسیح علیہ السلام نے ان یہودیوں کے کفر کا فیصلہ صادر فرمادیا جنہوں نے آپ کو جھٹلایا تھا تو اس کے بعد یہودیوں کی طرف سے اس فیصلے کے خلاف پیش کردہ ہر دلیل باطل ہو گئی پس ہر وہ چیز جو نبیٔ معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مخالف ہو، وہ سراسر باطل ہے، اور اگر نصاریٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عام اور مطلق (مکمل) طور پر جھٹلائیں تو پھر ان کا انجام بھی وہی ہے، نصاریٰ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرے سے نبی ہی نہیں ہیں، اور نہ ہی کسی کی طرف بھیجے گئے ہیں —— نہ عربوں کی طرف اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور کی طرف۔ بلکہ وہ سراسر جھوٹے تھے۔ اس حالت کے باوجود یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی اور کی نبوت کی تصدیق کریں پس جس جس راستے اور طریقۂ استدلال سے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی نبوت کا علم حاصل کیا جاتا ہے، اسی راستے سے محمد- صلی اللہ علیہ وسلم -کی نبوت کا علم بھی حاصل ہوتا ہے بدرجۂ اولیٰ (یعنی زیادہ حقیت کے ساتھ) پس جب نصاریٰ کہیں کہ: موسیٰ اور مسیح علیہما السلام کی نبوت کا علم معجزات کے ذریعے حاصل ہوا، اور معجزات کا علم ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچنے والی روایات نقل متواتر سے ہوا ہے ان نصاریٰ سے کہا جائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پچھلے انبیاء کے معجزات سے بھی زیادہ عظیم ہیں، اور ان کا تواتر (یعنی منتقل ہونے کا سلسلہ) بھی زیادہ قوی اور پختہ ہے، اور وہ کتاب بھی (جو کہ خود ایک عظیم معجزہ ہے) جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔ یعنی قرآن زیادہ مکمل ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت افضل ہے، اور آپ کے دین کے شرائع قوانین زیادہ حسن والے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام عدل لے کر آئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس عدل کو فضل کے ساتھ مکمل کرنے کے لیے آئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شریعت میں عدل اور فضل دونوں کو جمع فرمادیا ہے۔

پس اگر کسی قائل کے لیے یہ کہنا ممکن ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام عظیم صفات اور معجزات کے باوجود جھوٹے اور بہتان تراش ہیں، تو اس باطل اندازے کی بنا پر پچھلے دوسرے انبیاء اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ ان کے بارے میں یہ الزام کہا

جائے۔ پس نصاریٰ کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے کی وجہ سے ان کے پاس موجود نبوتوں تورات وانجیل کا سارا سلسلہ باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ دو مانند چیزوں کا حکم ایک جیسا ہوتا ہے، پھر اس چیز کا کیا حال ہو گا جو اس نظیر سے بھی اولیٰ افضل ہے؟ پس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہارون، یوشع، داؤد اور سلیمان علیہم السلام نبی تھے اور یہ بھی کہے کہ موسیٰ نبی نہیں تھے، یا یہ کہ داؤد، سلیمان اور یوشع تو نبی تھے لیکن مسیح علیہ السلام نبی نہیں تھے۔ یا کوئی شخص وہ بات کہے جو سامرہ کہتے ہیں: کہ یوشع تو نبی تھے، لیکن ان کے بعد والے جیسے داؤد، سلیمان اور مسیح علیہم السلام نبی نہیں تھے۔ یا کوئی شخص وہ بات کہے جو یہود کہتے ہیں: کہ داؤد، سلیمان، اشعیا، حبقوق، ملیخا، عاموص اور دانیال علیہم السلام سب نبی تھے اور مسیح ابن مریم علیہ السلام نبی نہیں تھے، تو یہ ایک متضاد قول ہو گا جس کا باطل ہونا واضح ہے۔ پس بے شک وہ انبیاء جن سے یہود نے نبوت کی نفی کی ہے (یعنی حضرت عیسیٰ و محمد علیہما السلام)، وہ نبوت کے زیادہ حق دار اور نبوت میں زیادہ کامل ہیں، ان لوگوں کی نسبت جن کے لیے انہوں نے نبوت ثابت کی ہے یعنی داؤد، سلیمان وغیرہ، اور جو نبی مرتبہ میں کامل تر ہو، اس کی نبوت کی دلیلیں بھی افضل ہوتی ہیں۔ تو پھر کسی کے لیے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ ادنیٰ مرتبہ والے نبی کی نبوت تو ثابت کرے اور افضل مرتبہ والے نبی کی نبوت ثابت نہ کرے؟ اور یہ معاملہ اس شخص کی طرح ہو گیا جس نے کہا کہ زفر، ابن قاسم، مزنی اور اثرم تو فقہا تھے، لیکن ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد فقہا نہیں تھے۔ یا اس نے کہا: کہ اخفش، ابن انباری اور مبرد ماہرینِ نحو تھے، لیکن خلیل، سیبویہ اور فراء ماہرین نحو نہیں تھے۔ یا اس نے کہا: کہ صاحبِ ملکی اور صاحبِ مُسَبّحی اور ان جیسی طبّی کتابوں کے مصنفین تو اطباء ماہرینِ طب تھے، لیکن بقراط، جالینوس اور ان جیسے (عظیم اطباء) اطباء نہیں تھے یا اس نے کہا: کہ کوشیار اور خرقی اور ان جیسے (ماہرینِ فلکیات) تو علمِ ہیئت (فلکیات) جانتے تھے، لیکن بطلیموس اور ان جیسے (عظیم ماہرینِ فلکیات) کو علمِ ہیئت (فلکیات) کا کوئی علم نہیں تھا۔

اور جس شخص نے یہ کہا کہ داؤد، سلیمان، ملیخا، عاموص اور دانیال تو نبی تھے، لیکن محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہیں تھے، تو اس کا تضاد ان سب گزشتہ مثالوں سے زیادہ ظاہر ہے اور اس کے قول کا فساد ان تمام (مثالوں) سے زیادہ واضح ہے۔ بلکہ اسی طرح وہ شخص بھی متناقض ہے جس نے کہا: کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اللہ کے رسول ہیں، اور تورات وانجیل اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتابیں ہیں، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول نہیں ہیں اور قرآن اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوا پس نصاریٰ کے قول کا باطل ہونا انتہائی درجے پر واضح اور روشن ہے، اس شخص کے لیے جو غور وفکر کرے اس چیز پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور اس چیز پر جو آپ سے پہلے والے انبیاء لے کر آئے تھے، اور وہ غور وفکر کرے آپ کی کتاب قرآن پر اور ان کتابوں پر جو آپ سے پہلے تھیں، اور آپ کی نبوت کی نشانیوں معجزات پر اور پچھلے انبیاء کی نبوت کی نشانیوں پر، اور آپ کے دین کے شرائع قوانین پر اور پچھلے انبیاء کے دین کے شرائع پر اور یہ مذکورہ جملہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا باطل ہے اور اس پر تدبر ضروری ہے تفصیل اور شرح کے ساتھ

دوسرے مقامات پر موجود ہے لیکن یہاں مقصود صرف نصاریٰ کے جواب کے مجموعی نکات کی طرف تنبیہ کرنا ہے، اور ان لوگوں نے اپنے موقف کے حق میں ایک بھی دلیل پیش نہیں کی اور ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جو ان انبیاء کی سچائی پر دلالت کرے جنہیں نصاریٰ بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ پس اگر نصاریٰ سے وہ شخص مناظرہ کرے جو ان تمام نبیوں کو جھٹلاتا ہو، مشرکین اور ملاحدہ (دہریوں) میں سے ہے اگر ایسا مناظرہ ہوتا تو نصاریٰ کے ذکر کردہ دلائل میں نہ تو ان کے لیے کوئی حجت ہوتی اور نہ ہی مسلمانوں کے خلاف ان کے پاس کوئی حجت ہوتی، جو ان پچھلے نبیوں کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں، پس بیشک مسلمانوں کی اکثریت نے ان پچھلے انبیاء کی سچائی کو صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر کی وجہ سے جانا کہ وہ نبی ہیں۔ پس ایسی صورت میں یہ ممکن نہیں کہ وہ فرع کی تصدیق کریں جبکہ اصل بنیاد میں قدح (عیب) ہو، جس کی بدولت انہوں نے ان پچھلے نبیوں کی سچائی کا علم حاصل کیا تھا۔

نیز وہ طریقہ جس کے ذریعے ان انبیاء کی نبوت کا علم حاصل ہوا، وہ یہی ہے کہ ان کے ثابت شدہ معجزات اور ان کی دی ہوئی خبروں کے ذریعے ان کی صداقت معلوم ہوئی، پس جس جس طریقے سے ان انبیاء کی نبوت ان کے ثابت شدہ معجزات اور ان کی سچی خبروں کے ذریعے معلوم ہوئی، اسی طرح بلکہ بدرجۂ اولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی ان کے ثابت شدہ معجزات اور ان کی صادق خبروں کے ذریعے معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ بات عقلاً ناممکن ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی شخص ان میں سے کسی ایک نبی کی نبوت کو تو مان لے، مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کرے۔

فصل: نصرانیوں کے اس دعوے کا ردّ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی کوئی بشارت نہیں دی گئی تھی

ان باتوں میں سے جن کا جاننا ضروری ہے یہ ہے کہ بہت سے نصرانی نبوتوں کے اثبات میں دراصل اس اصول پر اعتماد کرتے ہیں کہ ہر نبی اپنے بعد آنے والے کی بشارت دیتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ: مسیح علیہ السلام- کی آمد کی بشارت ان سے پہلے آنے والے انبیاء نے دی تھی، برخلاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے؛ کیونکہ ان کے بقول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کسی نبی نے نہیں دی۔ اور ان لوگوں کے اس دعوے کا جواب دو پہلوؤں سے ہے۔

ان دونوں میں سے ایک جواب یہ ہے کہ یوں کہا جائے: بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سابقہ آسمانی کتابوں میں مسیح کی بشارت سے بھی زیادہ نمایاں اور عظیم ہے۔ جیسا کہ یہود مسیح کی بشارت کی اس طرح تاویلات کرتے ہیں کہ یہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے لیے نہیں بلکہ ایک اور کے لیے ہے جس کا وہ انتظار کر رہے ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ دراصل مسیح دجّال کے انتظار میں ہیں، کیونکہ وہی مسیح دجّال ہے جس کے پیچھے یہود چلیں گے، اور اس کے ساتھ اصفہان کے یہود میں سے ستر ہزار مطیّلس نکلیں گے۔ اور

مسلمانوں کے ہاتھوں وہ مارے جائیں گے، یہاں تک کہ درخت اور پتھر بھی کہیں گے: اے مسلم! یہ یہودی میرے پیچھے ہے، آؤ اسے قتل کرو!، جیسا کہ یہ بات صحیح (حدیث کی معتبر کتاب) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور نیز صحیح ہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمان سے دمشق کے مشرقی جانب واقع سفید مینار پر نازل ہوں گے، پھر صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو ختم کریں گے، جزیہ کو موقوف کر دیں گے، اور مسیح الہدیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام مسیحِ الضلالۃ یعنی کانے دجّال کو بابِ لدّ سے چند قدم کے فاصلے پر قتل کر دیں گے»

تاکہ لوگوں پر یہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے کہ کوئی بشر معبود نہیں ہو سکتا؛ چنانچہ وہ اس شخص کو قتل کریں گے جس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ وہ اللہ ہے، حالانکہ وہ اس نسبت سے بری تھے؛ اور وہ اس شخص کو بھی قتل کریں گے جس نے خود اپنے بارے میں الوہیت کا دعویٰ کیا، جبکہ وہ ایک دجّال اور سخت جھوٹا ہے، پس اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں بھی سابقہ آسمانی کتابوں میں موجود ہیں، اور بسا اوقات اہلِ کتاب میں سے بعض لوگ ان (بشارتوں) کی ایسی تاویل کرتے ہیں جو ان کے اصل اور درست مفہوم کے خلاف ہوتی ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر بیان کی جا چکی ہے، کیونکہ اہلِ کتاب کے ہاتھوں میں موجود کتابوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے بارے میں مفصل گفتگو کا ایک اور مقام ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یوں کہا جائے: کسی نبی کے لیے یہ شرط نہیں کہ اس سے پہلے آنے والا نبی اس کی بشارت دے؛ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے، فرعون کے پاس موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کوئی پیشگی بشارت نہیں آئی تھی، اور اسی طرح خلیل علیہ السلام (ابراہیم علیہ السلام) نمرود کی طرف بھیجے گئے، اور ان کی بعثت کے بارے میں نمرود کی طرف کسی نبی کی کوئی پیشگی بشارت نہیں آئی تھی، اور اسی طرح نوح، ہود، صالح، شعیب اور لوط علیہم السلام کے لیے بھی کوئی پیشگی بشارت ان کے قوموں کے پاس نہیں آئی، حالانکہ یہ سب صادق اور برحق نبی تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل صرف ان کے پہلے آنے والے نبیوں کی خبر تک محدود نہیں ہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل میں کچھ معجزات بھی شامل ہیں اور کچھ غیر معجزات بھی، جیسا کہ دوسرے مقام پر مفصل طور پر بیان کیا جا چکا ہے، یہ نصرانی اپنے دین کی بنیاد صرف تثلیث، اتحاد اور دیگر مشابہ امور پر رکھتے ہیں یہ صرف سمع (یعنی روایت یا سماعت پر مبنی عقیدہ) ہے، اور ان کا دعویٰ یہ ہے کہ آسمانی کتب اسی بات کی تصدیق کرتی ہیں، لیکن ان کے دین میں عقل کی بنیاد اس پر نہیں ہے پس جب یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو جھٹلاتے ہیں، تو یہ ممکن نہیں کہ کسی دوسرے کی نبوت ثابت ہو، خواہ وہ سمعی دلائل کے ذریعے کوشش کریں، لیکن عقلی دلائل کی صورت میں ایسا نہیں ہو سکتا، پس اگر وہ کسی حد تک انہی دلائل پر اصرار کریں، تو در حقیقت وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی

دلیل ان میں کمزور اور ناقابل بھروسہ ہے اور یہ (دلائل) ان کے اپنے عقائد کے برعکس ہونے کے باوجود ان کے عقائد کی نسبت زیادہ مضبوط دلیل ہیں، اور ہم ان شاءاللہ تعالیٰ واضح کریں گے کہ نہ تو ان کے لیے سمعی اور نہ ہی عقلی کسی طرح کی دلیل موجود ہے، بلکہ یہ تمام شواہد خود ان کے خلاف دلیل ہیں۔

جہاں تک ان کا کتاب کو اس دستاویز یا معاہدے کے مترادف قرار دینا ہے جس پر وفاداری درج ہوتی ہے، یہ تشبیہ بالکل باطل اور حقیقت سے غیر مطابق ہے؛ کیونکہ وفاداری یا معاہدے کی تصدیق کرنا بذات خود دین کے زائل ہونے کے اقرار کے مترادف ہے اور دین کے ابتدائی ثبوت اور اس کے بعد زوال کے درمیان وفاداری کے سبب کوئی تضاد یا منافقت نہیں ہے بلکہ اس کے باوجود ان کا یہ دعویٰ ممکن ہے، اور جو شخص ذکر کرے کہ وہ اللہ کا رسول ہے پس یہ ممکن نہیں کہ اسے اللہ کے رسول کے طور پر تسلیم کیا جائے، جبکہ اس نے اللہ کی طرف سے جو کچھ بھی بیان کیا ہے، اس میں سے کچھ کو قبول کیا جائے اور کچھ کو رد کر دیا جائے، اور یہ ممکن نہیں کہ اس کی کتاب کے کچھ حصے، جنہیں اس نے اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا بتایا، اختیار کیے جائیں اور باقی کو ترک کر دیا جائے، کیونکہ اگر وہ اپنے کہنے میں صادق ہے تو: یقیناً وہ اللہ کے رسول ہیں، اور وہ اس بات میں معصوم ہیں جو انہوں نے اللہ کی طرف سے خبر دی ہے، یہ جائز نہیں کہ ان کی کسی بات کو جان بوجھ کر یا غیر ارادی طور پر جھٹلایا جائے، یہ واجب ہے کہ اس کتاب کی اتباع کی جائے جو وہ اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ اس نے جو کچھ اللہ کی طرف سے بیان کیا ہے، اسے رد یا جھٹلایا جائے، اور اگر وہ اللہ کی طرف سے بیان کی گئی کسی ایک بات میں بھی جھوٹا ثابت ہو جائے، پس وہ جھوٹا اور افتراء کرنے والوں میں شمار ہو گا، اور اس کے ذریعے نہ تو ان کے دین کی اور نہ ہی کسی اور کے دین کی دلیل صرف اس بات کی بنیاد پر پیش کی جا سکتی ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے خبر دے رہا ہے، بلکہ نہ صرف اس کے اللہ کی طرف سے خبر دینے کے دعوے یا بیان کی بنیاد پر، بلکہ حتیٰ کہ اگر وہ یہ نہ بھی کہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، جیسے یہ جائز نہیں کہ کسی شخص کے صرف دعوے یا کہنے کی بنیاد پر اس کی بات کو دلیل کے طور پر پیش کیا جائے، جو عام طور پر جانا جاتا ہو کہ وہ اپنے قول میں جھوٹ بولتا ہے کہ: میں اللہ کا رسول ہوں، اس طرح جس طرح مسیلمہ الحنفی، اسود عنسی، طلیحہ الاسدی، حارث الدمشقی، بابا الرومی اور ان جیسے دیگر جھوٹے لوگوں نے خود اپنے لیے جھوٹا دعویٰ کیا۔

ایک مسلمان شخص کے لیے بھی، اگرچہ اللہ تعالیٰ اسے بھول یا غلطی پر نہ پکڑے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی، اگرچہ انہیں بھی غیر وحی والے معاملات میں بھول یا غلطی پر نہ پکڑا جائے، مگر جس چیز کی خبر وہ اللہ کی طرف سے پہنچاتے ہیں، اس میں صحابہ، اہلِ سلف اور مسلمانوں کے اکثریت کے نزدیک کوئی خطا یا بھول نہیں ہو سکتی، مگر جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے پہنچاتے ہیں، اس میں کوئی غلطی کا مستقل ٹھہرنا جائز نہیں، کیونکہ اگر یہ جائز ہوتا کہ وہ اللہ کی طرف سے کچھ ایسی بات پہنچا دے جو اللہ نے کہا ہی نہ ہو، اور لوگ اسے اس پر ایمان لے آئیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے —— حالانکہ اللہ نے ایسا کچھ نہ کہا ہو —— تو یہ رسالت کے مقصد کے منافی ہوتا اس

صورت میں وہ اللہ کا رسول نہ رہتا، بلکہ اس معاملے میں جھوٹا ثابت ہوتا اور اگر وہ جان بوجھ کر نہ کرے، پھر بھی اگر وہ اللہ کی طرف سے کچھ پہنچا دے جو اللہ نے کہا ہی نہ ہو، اور لوگ اسے سچ مان لیں، تو یہ اس کے مترادف ہے کہ کسی نے اللہ کے خلاف جھوٹ بولا اور اسے سچ مان لیا گیا اور جو شخص اس کے بارے میں وہ بات من گھڑت کہے جو اس نے کہا ہی نہ ہو، اگر وہ جان بوجھ کر ایسا نہ کرے، اور اس طرح یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے ہر بیان میں، جو اس نے اللہ کی طرف سے پہنچایا ہے، سچ تسلیم کرے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہ نشانات اور دلائل قائم کر دے جو ہر اُس بات میں اس کی صداقت کی تصدیق کریں جو وہ اللہ کی طرف سے پہنچاتا ہے حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے، اور جو شخص اللہ کی طرف سے پہنچائی گئی بات میں اس کی صداقت کی تصدیق کے لیے دلائل اور نشانات قائم ہوں، وہ ہر اُس بات میں سچا ہوتا ہے جو وہ اللہ کی طرف سے پہنچاتا ہے اللہ کی طرف سے پہنچائی گئی کسی بھی خبر میں جان بوجھ کر یا غیر ارادی طور پر جھوٹ شامل ہونا ہر گز جائز نہیں، اور یہ وہ بات ہے جس پر سب لوگ متفق ہیں، چاہے وہ مسلمان ہوں، یہودی ہوں، نصاریٰ ہوں یا دیگر لوگ اور ان سب باتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نبی کی طرف سے پہنچائی گئی اللہ کی خبر میں کوئی غلطی قائم یا مستقل نہیں ہو سکتی اصل میں اختلاف صرف اس بات پر ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی غلطی ایسی ہو جسے بعد میں درست اور واضح کر دیا جائے، تاکہ یہ رسالت کے مقصد کے منافی نہ ہو، جیسا کہ بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے

"«تِلْكَ الْغَرَانِيقِ الْعُلَى، وَأَنَّ شَفَاعَتَهَا لَتُرْتَجَى»"

یہ ہیں بلند مرتبے والے غرانیق (بت)، اور ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔

اس میں لوگوں کے دو قول یا دو آراء پائی جاتی ہیں: کچھ لوگ اسے بھی ناجائز سمجھتے ہیں اور اس کے وقوع یا حقیقت پر اعتراض کرتے ہیں اور ان میں سے کچھ نے کہا: انہوں نے وہ سنا جو اس نے کہا ہی نہیں، تو یہ غلطی ان کی سماعت میں ہوئی، اور شیطان نے ان کے کانوں میں کچھ ڈال دیا۔

جو لوگ اسے جائز سمجھتے ہیں، انہوں نے کہا: جب وضاحت ہو جائے اور جو کچھ شیطان نے ڈال دیا تھا وہ منسوخ ہو جائے، تو اس میں کوئی ممانعت یا حرج نہیں، یہ اس کی صداقت، امانت اور دیانتداری کا ثبوت تھا، اور یہ کہ وہ اپنے نفس کی خواہشات کا پیروکار نہیں تھا اور نہ ہی کبھی حق کے برخلاف اصرار کرتا تھا، یہ بالکل ایسے ہے جیسے کوئی صدر یا منصب کا امیدوار اپنی غلطی پر زور دے کر قائم رہتا ہو۔

اور اگر جو کچھ اس بات پر یقین کیا گیا تھا کہ اللہ نے نازل کیا ہے، وہ بعد میں منسوخ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج یا ممانعت نہیں ہے، تو اس طرح کی نسخ یا منسوخی میں پہلے سے زیادہ ضروری ہے کہ اس میں کوئی حرج یا نقصان نہ ہو، اس بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کے قول سے دی گئی ہے:

{وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ}[الحج:52] {لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ

قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ} [الحج:53] {وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ} [الحج:54]

اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی بھی ایسا رسول اور نبی نہیں بھیجا کہ جس نے جب کوئی تمنا کی ہو اور شیطان نے اس کی تمنا میں کچھ آمیزش نہ کی ہو، پھر اللہ شیطان کی آمیزش کو دور کر کے اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے، اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ تاکہ شیطان کی آمیزش کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنادے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں، اور بے شک ظالم بڑی ضد میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور تاکہ علم والے اسے تیرے رب کی طرف سے حق سمجھ کر ایمان لے آئیں پھر ان کے دل اس کے لیے جھک جائیں، اور بے شک اللہ ایمان داروں کو سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔

اور ہر قول و مذہب کے مطابق تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہو اور اس کی صداقت پر — یعنی جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچاتا ہے اس میں اس کے سچا ہونے پر — واضح نشانیاں اور دلائل قائم فرمائے ہوں: تو جو کچھ وہ رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچاتا ہے وہ لازماً حق ہی ہوگا، ورنہ (اگر ایسا نہ ہو تو) اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ نشانیاں اور دلائل جو اس کی صداقت پر قائم کی گئی تھیں، انہوں نے ایسے شخص کی تصدیق کر دی جو (در حقیقت) سچا نہیں تھا، اور یقینی دلائل کے مدلول کا باطل ہونا ممتنع (محال) ہے۔

اور وہ صدق جو انبیاء علیہم السلام کی نشانیوں اور ان کے براہین کا مدلول ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی دی ہوئی خبر اپنے مخبرٌ عنہ (جس بات کی خبر دی جا رہی ہے) کے بالکل مطابق ہو — نہ جان بوجھ کر اس میں کوئی مخالفت ہو اور نہ ہی بھول چوک سے۔ اور اگر کوئی کہنے والا یہ کہے: (کہ) میں خطا کو کذب (جھوٹ) کا نام نہیں دیتا، یا یہ کہے کہ: خطا کرنے والے پر اس کی خطا کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں ہے۔

تو اسے جواب دیا جائے گا کہ: یہ اعتراض یہاں کچھ کام نہیں آتا، کیونکہ معجزات و نشانیوں نے اس بات پر دلالت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رسول کو اس لیے بھیجا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پیغامات لوگوں تک پہنچائے، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو رسول بنا کر نہیں بھیجتے جس کے بارے میں وہ جانتے ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو اس کے خلاف خبر دے گا جو اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا ہے، جس طرح ایسے شخص کو رسول بنا کر بھیجنا جائز نہیں جو اللہ تعالیٰ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے، بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) عام لوگوں میں سے ایک معمولی شخص بھی ایسے آدمی کو اپنا قاصد بنا کر نہیں بھیجتا جس کے بارے میں وہ جانتا ہو کہ یہ اس کے پیغام کے خلاف بات پہنچائے گا اور اگر بالفرض وہ جانتا ہو کہ یہ قاصد اس کی طرف وہ بات منسوب کرے گا جو اس نے کہی ہی نہیں، اور اس کے باوجود اسے بھیج دے، تو ایسا بھیجنے والا جاہل اور بے وقوف ہوگا، نہ علم والا ہوگا نہ حکمت والا۔ تو بھلا یہ بات اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے جائز ہو سکتی ہے جو تمام علم والوں میں سب سے زیادہ علم والے اور تمام حکمت والوں میں سب سے بڑے حکمت والے ہیں؟!

اور ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ : معجزات ونشانیوں اور براہین نے رسول کی صداقت پر اُن تمام باتوں میں دلالت کی ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچاتا ہے،اور اس بات پر بھی دلالت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن تمام باتوں میں اس رسول کی تصدیق فرمانے والے ہیں جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچاتا ہے، لہٰذا یہ محال ہے کہ وہ رسول ان میں سے کسی بھی بات میں سچا نہ ہو،اور یہ بھی محال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں میں ایسے شخص کی تصدیق فرمائیں جو ان سب باتوں میں سچا نہ ہو، کیونکہ جو شخص سچا نہ ہو اس کی تصدیق کرنا (فی نفسہٖ) کذب ہے،اور کذب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔اور جب یہ بات واضح ہو گئی کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں: یا تو وہ سچا رسول ہے اپنی تمام تبلیغ میں —— اور اس صورت میں اس کی خبروں میں تناقض اور تضاد کا پایا جانا محال ہے؛ کیونکہ وہ ساری کی ساری سچی ہیں، یا پھر وہ (اپنی تبلیغ میں) صادق نہ ہو—خواہ ایک کلمے ہی میں —— تو ایسی صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہی نہیں ہو گا، تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی دی ہوئی کسی بھی خبر سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔اور اس صورت میں مدّعیِ رسالت کو ایسے شخص پر قیاس کرنا جو اپنی دستاویز (قرض خط) کی ادائیگی کا اقرار کرتا ہو —— ایک باطل قیاس ہو گا، کیونکہ دستاویز والا شخص جس نے بعد میں اس کی ادائیگی کا اقرار کیا، پہلے وہ دستاویز اس (صاحبِ حق) کے لیے حجت تھی، پھر (بعد میں) اس نے اپنا حق وصول کر لیا۔

جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے تو وہ یا تو صادق ہے یا کاذب،اور دونوں صورتوں میں یہ جائز نہیں کہ اس کے بعض کلام سے حجت پکڑی جائے اور بعض کو چھوڑ دیا جائے،اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ : میرا مقصود یہ ہے کہ میں ثابت کروں کہ وہ (رسول) متناقض ہے (یعنی اس کی باتیں آپس میں متضاد ہیں)،اور میرا مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ خود اس رسول کا کلام اس بات کو واضح کرتا ہے کہ وہ ہماری طرف نہیں بھیجا گیا،اور میرا مقصود یہ ثابت کرنا بھی ہے کہ ہمارا دین حق ہے، جس طرح کہ وہ شخص جس کا حق تھا وہی اب ادائیگی کا اقرار کرنے والا ہے —— یعنی: خود اسی کا کلام اس کے خلاف حجت ہے، تو اسے جواب دیا جائے گا کہ : اگر اس کا کلام متناقض ہے تو وہ رسول ہی نہیں ہے،اس وقت تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم کسی بھی چیز کو دلیل کے طور پر پیش کرو جو اس نے اللہ کی طرف سے پہنچائی، اُس کے بر خلاف جو وفا یا امانت کو تسلیم کرتا ہے، پس بے شک اس کا اقرار خود اس کے اپنے خلاف مقبول (قابلِ قبول) ہے، کیونکہ وہ (حق کی) ادائیگی کے حوالے سے اپنے آپ پر خود گواہ ہے،اور اقرار کرنے والے کا اپنے خلاف اعتراف اور اپنی ذات پر خود اس کی گواہی (شرعاً) مقبول ہے، خواہ وہ کافر ہو یا فاسق، بخلاف اس کی (عام) گواہی کے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی اس کی خبر کے۔

پس جس کسی نے اقرار کرنے والے کے (اپنے خلاف) اعتراف کو اس شخص کے قول سے تشبیہ دی جو یہ کہتا ہے کہ : بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں، تو یہ امر (اس کے قائل کے) قیاس، اعتبار (سوجھ بوجھ) اور تمثیل (مثال دینے کے فن) سے انتہائی درجے کی جہالت

پر دلالت کرتا ہے۔ پس بے شک اقرار کرنے والے کا اپنے خلاف اعتراف خود اسی پر حجت (دلیلِ قاطع) ہے، خواہ وہ فاسق ہو اور جھوٹ بولنے میں مشہور ہی کیوں نہ ہو، یہ (اپنے خلاف اقرار کرنا) کسی انسان کی دوسرے کے خلاف دی جانے والی گواہی کی مانند نہیں ہے، پس بے شک دوسرے کے خلاف اس کی شہادت (گواہی) قبول نہیں کی جائے گی، اگر وہ جھوٹ بولنے میں مشہور ہو، تو پھر اس شخص کا (کیسے اعتبار کیا جائے گا) جس نے اللہ تعالیٰ پر گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ پس اقرار کرنے والے کا (اپنے خلاف) اعتراف خود اس کی اپنی ذات پر (بطورِ حجت) قبول کیا جا سکتا ہے، لیکن کسی دوسرے کے خلاف اس کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا، اور اسی طرح ایک گواہ کی شہادت (گواہی) ان معاملات میں تو قبول کی جا سکتی ہے جن میں وہ خود فریق (مدعی یا مدعی علیہ) نہیں ہے، لیکن اس کی گواہی اس چیز کے بارے میں قبول نہیں کی جائے گی جس کا اس نے خود دعویٰ کیا ہو۔

اور رہا وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ: بے شک وہ اللہ کا رسول ہے، پس یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی اس کی بعض خبروں میں تو اس کی تصدیق کی جائے (یعنی اسے سچا مانا جائے) اور بعض میں اس کی تکذیب کی جائے (یعنی اسے جھٹلا دیا جائے)، بلکہ اگر وہ (دعویٰ رسالت میں) ایک کلمہ بھی جھوٹ بولے، تو وہ اللہ کا رسول نہیں ہو سکتا، پس اس کے کلام سے کسی بھی معاملے میں حجت اور دلیل نہیں لی جا سکتی، اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ کلام بذاتِ خود سچا ہے، لیکن اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا —— کہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے اور اس کی طرف اس کی وحی فرمائی ہے —— تو وہ شخص اس انتساب میں سچا نہیں ہو سکتا اگر اس نے (پورے دعویٰ رسالت میں) ایک کلمہ بھی جھوٹ بولا ہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کسی جھوٹے (کذاب) کو اپنا رسول بنا کر نہیں بھیجتا۔

اور اگر وہ اپنی پوری زندگی اور دعویٰ رسالت میں ایک کلمہ بھی جھوٹ بولنے والا نہ ہو، تو پھر اس پر واجب ہے کہ وہ جو کچھ بھی اللہ کی طرف سے خبر دے، اس کے ہر ہر قول میں اس کی تصدیق کی جائے پس یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی اس کی خبروں میں سے بعض کی تو تصدیق کی جائے اور بعض کو بغیر تصدیق کے چھوڑ دیا جائے؛ بر خلاف ایک عام اقرار کرنے والے اور گواہ کے (جن کے معاملے میں یہ تفریق ممکن ہے)۔

اور اگر اس کلام سے مقصود اس (مخالف) کی تضادِ بیانی (Self-contradiction) کو واضح کرنا ہو، تو یہ مخالف کی طرف سے اس بات پر استدلال ہو گا کہ وہ رسول نہیں ہے، تو یہ طرزِ استدلال انہیں کوئی نفع نہیں دے گا، باوجود یکہ یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ اس کے کلام میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

اور اگر مقصد یہ ہو کہ مسلمانوں پر اس کا پابند ہونا لازم قرار دیا جائے، تو ہم نے واضح کر دیا ہے کہ مختلف پہلوؤں سے یہ پابندی ان پر لازم نہیں آتی، لہٰذا یہ واضح ہے کہ ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھی بات کو دلیل یا حجت کے طور پر پیش کریں، چاہے اس پر ایمان لائے ہوں یا تکذیب کی ہو۔

پھر ان سے دوسری مرتبہ یوں کہا جائے گا: دستاویز والی مثال کے جواب میں یہ ہے کہ: بے شک وصولی حق کے ادا ہو جانے کا اقرار، خود حق کی وصولی کے منافی ہوتا ہے، اور رہا وہ قرآن جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خبر دینا کہ آپ کو پہلے قریش کی طرف، پھر تمام عرب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا —— اس بات کے ہر گز منافی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی کہ آپ کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے: اہلِ کتاب اور ان کے علاوہ دیگر تمام لوگوں کی طرف بھی۔ یہ بھی اسی طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خبر دینا کہ آپ بنی اسرائیل کی طرف بھی مبعوث کیے گئے، اور اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے یہ فرمانا:

{يَابَنِي إِسْرَائِيلَ} [طه: 80]

اے بنی اسرائیل۔

—— ان دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ کون سی چیز اس بات سے مانع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود میں سے اُن لوگوں کی طرف بھی مبعوث ہوں جو بنی اسرائیل میں داخل نہیں، اور نصاریٰ اور مشرکین کی طرف بھی —— حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ: میں صرف عربوں ہی کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں —— نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا فرمایا، اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات سے اس مفہوم کی کوئی دلالت ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس، تواتر کے ساتھ یہ بات ثابت اور منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب جن و انس کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں، چاہے وہ اہلِ کتاب ہوں یا غیر اہلِ کتاب، اور اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ فرمایا ہوتا: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں صرف عربوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں ——اور پھر فرمایا: یقیناً، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: میں اہلِ کتاب کی طرف بھی مبعوث ہوں —— تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عربوں کے بعد اہلِ کتاب کی طرف بھی جاری تھی، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

{قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ} [الأنعام: 145]

کہہ دو کہ میں اس وحی میں جو مجھے پہنچی ہے کسی چیز کو کھانے والے پر حرام نہیں پاتا جو اسے کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا:

{إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ} [النحل:115]

تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت حرام کیا ہے۔

پھر اس کے بعد، اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کو حرام قرار دیا، اور اس میں کوئی تضاد نہیں کہ ابتدا میں ان چیزوں کے حرام ہونے کی نفی کی گئی اور بعد کے زمانے میں ان کے حرام ہونے کا اثبات ہوا۔

لیکن صحیح صورتِ حال اور دین تب ظاہر ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو واجب قرار دے اور پھر اس کے وجوب کو منسوخ فرمادے؛ جیسا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دینے کے وجوب کو منسوخ کر دیا تھا۔ پس ایسی صورت میں نصِ ناسخ (جس نے حکم بدلا) کو تھاما جائے گا نہ کہ منسوخ (جس کا حکم ختم ہوگیا) کو، بالکل اسی طرح جیسے ادائیگیِ قرض کے اقرارِ وفا کو تھاما جاتا ہے جو (قرض کے) اقرارِ دین کے حکم کو ختم کر دینے والا ہوتا ہے۔

فصل: نصاریٰ کا اپنے دین کی صحت پر انبیائے سابقین علیہم السلام سے مروی (پیشین گوئیوں یا کلام) کے ذریعے استدلال کرنا اور اس کا ابطال

وہ تمام طریقے (اور دلائل) جن سے سابقہ انبیاء علیہم السلام کی نبوت ثابت ہوتی ہے، وہی بعینہٖ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لیے بھی ثبوت ہیں۔

ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ نصاریٰ کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ قرآن مجید کی کسی چیز سے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہونے والی کسی بات سے اپنے باطل عقائد پر استدلال کریں، سوائے اس صورت کے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کریں؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تکذیب کے ساتھ (قرآن یا حدیث سے استدلال کرنا باطل ہے) نہ تو کسی دوسرے (سابقہ نبی) کی نبوت کا اقرار کرنا ممکن ہے اور نہ ہی انبیاء علیہم السلام کے کلام میں سے کسی بھی چیز سے استدلال کرنا (ممکن ہے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا جائے) پس نصاریٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنا، خود ان کے ذریعے دوسرے انبیاء کی تکذیب کو مستلزم ہے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے سے دیگر انبیاء کا جھٹلانا خود بخود لازم آتا ہے)۔

پس جب کسی دوسرے نبی کی نبوت ثابت ہوگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی ثابت ہو جائے گی، اور یہ بات منطقی طور پر ان کے اپنے موجودہ تحریف شدہ دین کے بطلان کو مستلزم ہے۔ پس صورتِ حال یہ بنی کہ ان کے دلیل کی صحت، ان کے مدعا کے باطل ہونے کو مستلزم ہے، اور مدعا کا فاسد ہونا خود دلیل کے فاسد ہونے کو مستلزم ہے، کیونکہ اصولِ منطق کے مطابق دلیل اپنے

مدلول (جس پر دلیل دی جائے) کے لیے ملزوم ہوتی ہے؛اور قاعدہ یہ ہے کہ جب ملزوم (دلیل) پایا جائے، تولازم (مدلول) کا پایا جانا بھی ناگزیر ہوتا ہےاور (منطق کا قاعدہ ہے کہ) جب لازم کی نفی ہو جائے تو ملزوم کی بھی نفی ہو جاتی ہے؛ چنانچہ جب دلیل ثابت ہو جائے تو مدلول علیہ (جس پر دلیل دی جارہی ہو) بھی خود بخود ثابت ہو جاتا ہےاور جب مدلول علیہ (یعنی وہ نتیجہ جس پر دلیل قائم کی گئی ہو) فاسداور باطل ہو جائے، تولازم آتا ہے کہ اس کی دلیل بھی فاسداور باطل قرار پائے گی،اس لیے کہ باطل (اور جھوٹ) پر کبھی بھی کوئی صحیح دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔

پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، تولازمی طور پر نصاریٰ کے دین کا باطل ہوناثابت ہو گیااور جب ان کا دین باطل ثابت ہو گیا، تو پھر یہ ممکن ہی نہیں رہا کہ اس کی صحت پر کوئی بھی صحیح دلیل قائم ہو سکےاور اگر وہ (معاذ اللہ) اللہ کے رسول نہیں ہیں، تو پھر ان کے قول سے استدلال کرنا سرے سے جائز ہی نہیں رہتا؛ پس ثابت ہوا کہ ان نصاریٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے استدلال کرنا دونوں صورتوں میں باطل ہے۔

ہم یہاں اس بات کا تذکرہ کر رہے ہیں کہ نصاریٰ کے لیے سرے سے یہ جائز ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے دین کی صحت پر انبیاء یار سولوں میں سے کسی ایک کے قول سے بھی استدلال کریں؛اور اسی طرح (مزید یہ کہ)، کیونکہ وہ انبیاء جن کے اقوال سے نصاریٰ نے استدلال کیا ہے، جیسے موسیٰ، داؤد، مسیح علیہم السلام اور ان کے علاوہ دیگر انبیاء تو صورتِ حال یہ ہے کہ یا تو انہوں نے ان ہستیوں کے نبی ہونے کو ان کی نبوت پر قائم ہونے والی کسی دلیل سے پہچانا ہو گا، جیسے ان کی نشانیوں اور براہین سے استدلال کرنا جنہیں معجزات کا نام دیا جاتا ہے یا پھر یہ صورت ہو سکتی ہے کہ انہوں نے انبیائے سابقین کی نبوت کا یہ عقیدہ بغیر کسی علم اور بغیر کسی دلیل کے قائم کر لیا ہو اور یا پھر یہ تیسری صورت ہو سکتی ہے کہ انہوں نے ان انبیاء کے کلام سے مسلمانوں کے خلاف اس لیے استدلال کیا ہو کہ مسلمان ان انبیاء کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان تینوں صورتوں میں سے کسی بھی صورت کو اپنا لیا جائے، نصاریٰ کے لیے ان انبیاء کے اقوال سے استدلال کرنا ہر گز صحیح نہیں ہے۔

رہا استدلال کی پہلی صورت کا معاملہ، تو وہ اس لیے باطل ہے کہ جس راستے اور جس طریقے سے بھی ان انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک کی نبوت ثابت ہوئی ہے، تو حقیقت یہ ہے کہ بعینہ اسی طریقے اور انہی دلائل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی ثابت ہوتی ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تو ان سے بھی کہیں زیادہ عظیم دلائل و معجزات سے ثابت ہے؛اور ایسی صورت میں، اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہیں کرتے، حالانکہ ہر وہ دلیل جو حضرت موسیٰ، حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور ان کے علاوہ دیگر انبیاء کی نبوت پر دلالت کرتی ہے، وہی دلیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بھی دلالت کرتی ہے، تو ایسی صورت میں یہ لازم آئے گا کہ انہوں نے خود اپنی ہی دلیل کو توڑ دیا اور اسے باطل کر دیا ہے، کیونکہ انہوں نے دلیل کو تو موجود مانا لیکن اس کے

مدلول (جس پر وہ دلیل دلالت کر رہی تھی، یعنی نبوت) کی نفی کر دی اور قاعدہ یہ ہے کہ جب دلیل ہی ٹوٹ جائے (یعنی اپنی افادیت کھودے)، تو پھر اس کی دلالت (یعنی کسی نتیجے تک پہنچانے کی قوت) بھی باطل ہو جاتی ہے، کیونکہ دلیل تو صرف اسی وقت (کسی نتیجے پر) دلالت کرتی ہے جب وہ اپنے مدلول کو لازم پکڑ رہی ہو (یعنی ان کے درمیان ایسا گہرا تعلق ہو کہ دلیل کے ہوتے ہوئے مدلول کا انکار ناممکن ہو)۔

پس جب صورتِ حال یہ ہو کہ وہ دلیل کبھی تو مدلول کے ساتھ پائی جائے اور کبھی (مدلول کے بغیر ہو یعنی) نہ پائی جائے، تو پھر وہ اس کے لیے مستلزم (لازم پکڑنے والی) نہ رہی؛ اور (جب لزوم ہی ختم ہو گیا تو) پھر وہ دلیل ہی نہ رہی، پس وہ شخص جو معجزات کو کسی نبی کی نبوت پر دلیل قرار دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ: معجزہ وہ فعلِ خارقِ عادت (عادت کے خلاف کام) ہے جو دعویٰ نبوت (چیلنج) کے ساتھ جڑا ہوا ہو، اور اپنے مدمقابل کسی بھی قسم کے معارضے (مقابلے یا توڑ) سے سلامت (پاک) ہو، اسی طرح کی دیگر تعریفیں اور اوصاف جو اس مقام پر علماء اور متکلمین کی جانب سے ذکر کیے جاتے ہیں انہوں نے اس معجزہ کی تعریف اور حقیقت کو حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور ان کے علاوہ دیگر انبیاء کی نبوت پر دلیل قرار دیا۔

تو اس شخص سے کہا جائے گا: اگر یہ معجزہ ہی نبوت کی دلیل ہے، تو پھر یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بدرجہ اولیٰ دلیل ہے۔ اور اگر یہ معجزہ دلیل نہیں ہے، تو پھر یہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی نبوت پر بھی دلیل نہیں ہے، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے عظیم الشان معجزات ثابت ہیں کہ ان کی مثل کسی دوسرے نبی سے ثابت نہیں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی نقل (اور روایت) اس درجہ متواتر ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے علاوہ دیگر انبیاء کے معجزات کی نقل سے کہیں زیادہ عظیم اور قوی ہے پس یہ عقلاً و منطقاً ناممکن ہے کہ کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نشانیوں کی تو تصدیق کرے، مگر اس کے ساتھ ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیوں کی تکذیب کرے۔

اگر نصاریٰ یہ کہیں کہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہمارے نزدیک تواتر سے ثابت نہیں ہیں، تو ان سے کہا جائے گا: تواتر کے ثابت ہونے کے لیے یہ شرط ہرگز نہیں ہے کہ وہ کسی خاص گروہ یا قوم کے نزدیک ہی تواتر کی حد تک پہنچا ہوا ہو بلکہ یہ تمہارا عذر بالکل ایسا ہی ہے جیسے مشرکین، مجوسی اور دیگر باطل مذاہب کے لوگ یہ کہہ دیں کہ ہمارے نزدیک موسیٰ اور مسیح علیہما السلام کے معجزات تواتر سے ثابت نہیں ہیں، اور حقیقت تو یہ ہے کہ کسی بھی انسان یا نبی سے متعلق خبریں صرف انہی لوگوں کے نزدیک تواتر کا درجہ پاتی ہیں جنہوں نے یا تو ان واقعات کا مشاہدہ کرنے والوں کو خود دیکھا ہو، یا ان لوگوں کو دیکھا ہو جنہوں نے ان مشاہدہ کرنے والوں کو دیکھا تھا، اور اسی طرح یہ سلسلہ (اوپر تک) چلتا رہتا ہے۔

یہ بات تاریخی طور پر معلوم و معروف ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ کیااور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو آگے نقل کیا، وہ مسیح علیہ السلام کے ساتھیوں (حواریوں) کے مقابلے میں تعداد میں کئی گنا زیادہ ہیں، اسی طرح وہ تابعین جنہوں نے ان معجزات کو صحابہ سے نقل کیا، وہ بھی تعداد اور قوتِ نقل میں حواریوں کے شاگردوں سے کہیں زیادہ ہیں؛ لہٰذا مسیح علیہ السلام کے معجزات کی تصدیق کرنے کالازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ: مسیح علیہ السلام کے معجزات کی تصدیق کرنے کالازمی نتیجہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی بھی تصدیق کی جائے؛ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تکذیب کرنے کالازمی و منطقی نتیجہ مسیح علیہ السلام کے معجزات کی تکذیب کرنا ہے۔

اگر نصاریٰ بطورِ عذر یہ کہیں کہ: مسیح علیہ السلام کی نبوت تو ان سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی (دی ہوئی) بشارتوں کے ذریعے پہچانی گئی ہے، تو ان سے (جواباً) کہا جائے گا: سابقہ انبیاء پر نازل ہونے والی قدیم کتابوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ویسی ہی بشارتیں موجود ہیں جیسی مسیح علیہ السلام کے بارے میں ہیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں موجود بشارتیں ان سے بھی زیادہ ہیں؛ جیسا کہ ان میں سے بعض کا تذکرہ عنقریب آئے گا، ان شاءاللہ تعالیٰ۔

اگر نصاریٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ان واضح بشارتوں کی ایسی دور از کار تاویلات کریں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرنے میں مانع ہوں، تو جواباً کہا جائے گا: تو ان نصاریٰ سے کہا جائے گا: جس طرح تم تاویلات کرتے ہو، بالکل اسی طرح یہودی بھی مسیح علیہ السلام سے متعلق بشارتوں کی ایسی تاویلات کرتے ہیں جو ان کے مسیح علیہ السلام کی نبوت پر دلالت کرنے میں مانع (اور رکاوٹ) بن جاتی ہیں۔

پھر اگر نصاریٰ یہ کہیں کہ: یہودیوں کی وہ تاویلات تو کئی معروف وجوہ اور واضح دلائل کی بنا پر باطل ہیں، تو ان سے جواباً کہا جائے گا: تو ان نصاریٰ پر یہ واضح کر دیا جائے گا کہ تمہاری یہ تاویلات بھی بالکل انہی وجوہات کی بنا پر باطل ہیں، بلکہ تمہاری تاویلات کا بطلان یہودیوں کی نسبت کہیں زیادہ قوی ہے؛ پس دلائل کی کوئی بھی ایسی صنف (یا قسم) نہیں ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح علیہما السلام کی نبوت پر دلالت کرتی ہو، مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اس کی دلالت ان کے مقابلے میں کہیں زیادہ قوی اور کثیر ہے۔ پس حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح علیہما السلام کی نبوت کے ثبوت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت لازم آتا ہے؛ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں طعن اور شک کرنے سے حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح علیہما السلام کی نبوت میں طعن لازم آتا ہے۔

اگر نصاریٰ حد سے بڑھ کر یہ کہیں کہ: مسیح علیہ السلام خود) معبود (الٰہ) ہیں تو ان سے جواباً کہا جائے گا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معبود (الٰہ) ہونے کا ثبوت — اگر بالفرض اسے ممکن بھی مان لیا جائے — تب بھی ان کے رسول ہونے کے ثبوت کے

مقابلے میں (عقلی طور پر) بہت زیادہ بعید ہے؛ تو پھر اس صورت میں اس دعوے کا کیا وزن رہ جاتا ہے جب کہ ان کا الٰہ ہونا (عقلاً و نقلاً) سرے سے محال اور ناممکن ہو؟

ان کے دعوے کے بطلان کی وجہ یہ ہے کہ نصاریٰ کے پاس مسیح علیہ السلام کی الوہیت (الٰہ ہونے) پر دلالت کرنے والی کوئی چیز موجود نہیں ہے، سوائے ان (مبہم) اقوال کے جو وہ انبیاء سے نقل کرتے ہیں یا پھر نصاریٰ مسیح علیہ السلام کے خوارقِ عادات (معجزات) کو دلیل بناتے ہیں؛ حالانکہ خوارقِ عادات کسی طور پر بھی الوہیت (الٰہ ہونے) پر دلالت نہیں کرتے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ سے ہی ایسی نشانیاں (معجزات) لاتے رہے ہیں جو عادات کے خلاف (خوارقِ عادات) ہوتی تھیں، مگر ان معجزات نے ان میں سے کسی ایک کی الوہیت (الٰہ ہونے) پر بھی کبھی دلالت نہیں کی۔

رہی بات انبیاء علیہم السلام کے اقوال کی، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ان اقوال کی دلالت مسیح علیہ السلام کی رسالت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر بالکل واضح ہے: انبیاء کے وہ اقوال مسیح علیہ السلام کی الوہیت (الٰہ ہونے) کے مقابلے میں، ان کی رسالت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کہیں زیادہ واضح طور پر دلالت کرتے ہیں؛ لٰہذا یہ عقلاً ناممکن ہے کہ ان اقوال سے مسیح علیہ السلام کی الوہیت پر تو استدلال کیا جائے، مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ثابت کرنے کے لیے ان سے استدلال نہ کیا جائے۔ اسی طرح ان اقوال کی دلالت مسیح علیہ السلام کی رسالت پر بھی کہیں زیادہ واضح ہے؛ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، تو مسیح علیہ السلام کی الوہیت (الٰہ ہونے کا باطل عقیدہ) خود بخود باطل ہو گیا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی تکفیر فرمائی (یعنی انہیں دائرہ اسلام سے خارج اور منکر حق قرار دیا) جنہوں نے یہ کہا کہ: مسیح علیہ السلام ہی اللہ ہیں یا (یہ کہا کہ) وہ اللہ کے بیٹے ہیں بلکہ اسی طرح جب یہ حقیقت ثابت ہو گئی کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں، تو ان کا معبود (الٰہ) ہونا (خود بخود) باطل ہو گیا؛ کیونکہ ان کا عینِ خدا ہونا ان کے اللہ کا رسول ہونے کے ساتھ ایسا صریح تضاد ہے جو یکجا نہیں ہو سکتا۔

نصاریٰ کے اس دعوے کا ابطال کہ مسیح علیہ السلام الٰہ ہیں

ان نصاریٰ کا یہ قول کہ: مسیح علیہ السلام اپنی لاہوتیت (خدا ہونے کی صفت) کے اعتبار سے معبود ہیں اور اپنی ناسوتیت (انسانی جسم و صفت) کے اعتبار سے رسول ہیں، کئی وجوہ سے ایک باطل کلام (اور لغو بات) ہے۔

(ان کی اس تقسیم کے باطل ہونے کی) وجوہ میں سے ایک یہ ہے کہ: جو ہستی لوگوں سے کلام کرتی تھی، وہ یا تو بذاتِ خود اللہ تھا یا پھر وہ اللہ کا رسول تھا ان دونوں کا ایک ہی وقت میں ایک ہونا محال ہے، پس اگر وہ لوگوں سے کلام کرنے والی ہستی بالفرض خود اللہ تھی، تو اس کا اللہ کا رسول ہونا عقلاً باطل ہو گیا، اور اگر لوگوں سے کلام کرنے والی ہستی اللہ کا رسول تھی، تو ان کا بذاتِ خود اللہ ہونا باطل ہو گیا۔

اسی وجہ سے، جب درخت کے مقام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنے والی ذات خود اللہ تھا، تو آسمانی کتابوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ وہ کلام کرنے والی ہستی اللہ کی رسول تھی بلکہ اسے اللہ ہی بیان کیا، یہ اعتراض اور تضاد ہر اس صورت میں وارد ہوتا ہے جس کے ذریعے نصاریٰ خدا اور انسان کے اتحاد یعنی یکجا ہونے کی تفسیر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بات تاریخی اور مشاہداتی طور پر معلوم اور یقینی ہے کہ لوگ مسیح علیہ السلام سے کلام انہی کی جانی پہچانی آواز میں سنا کرتے تھے۔ اور لوگوں نے دیکھا کہ نہ تو مسیح علیہ السلام کی آواز میں کبھی کوئی فرق آیا اور نہ ہی کلام کے وقت ان کی حالت میں (کوئی ایسی) تبدیلی آئی جیسی (تبدیلی کسی ایسے) انسان میں آتی ہے (جس پر کوئی غیر معمولی کیفیت طاری ہو)۔ اور کلام کے وقت مسیح علیہ السلام کی حالت میں کوئی ایسی تبدیلی نہیں آتی تھی جیسی تبدیلی اس انسان کی حالت میں آتی ہے جس میں کوئی جن حلول کر جائے (یعنی اس پر جن سوار ہو جائے) اور پھر وہ جن اسے چھوڑ کر چلا جائے تو اس کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک مشاہدہ ہے کہ جب کوئی جن کسی آسیب زدہ شخص کی زبان سے کلام کرتا ہے، تو اس کیفیت کے دوران اس آسیب زدہ شخص کی عام حالت اور کلام کی حالت میں ایک واضح فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ فرق صرف اس کے اپنے اندر ہی نہیں بلکہ اس آسیب زدہ شخص اور دیگر لوگوں کے درمیان بھی واضح طور پر نمایاں ہو جاتا ہے؛ بلکہ خود اس آسیب زدہ شخص کی اپنی عام حالت اور جن کے غلبے کے وقت اس کے کلام کی حالت میں بھی زمین و آسمان کا فرق آ جاتا ہے۔ اور اس آسیب زدہ شخص سے ایسا کلام بھی سنا جاتا ہے جس کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص خود ان باتوں کو نہیں جانتا یعنی وہ باتیں اس کے علم اور ادراک سے باہر ہوتی ہیں۔ اور اس آسیب زدہ شخص کی عقل اس طرح مغلوب ہو جاتی ہے کہ یہ تبدیلی وہاں موجود تمام حاضرین کو صاف طور پر ظاہر اور عیاں ہو جاتی ہے۔ اور اس کی آواز اور لب و لہجہ تک بدل جاتا ہے؛ تو پھر اس ہستی کا کیا عالم ہو گا جس میں (معاذ اللہ) رب العالمین خود حلول کر گیا ہو، اس کے ساتھ متحد ہو گیا ہو اور اسی کے کلام سے کلام فرما رہا ہو؟۔

کیونکہ یہ بات لازم ہے کہ (اگر معاذ اللہ وہ خدا ہوتے تو) ان کے کلام اور ان کی آواز، اور باقی تمام انسانوں کے کلام اور ان کی آواز کے درمیان اس سے کہیں بڑا فرق ہوتا جو ایک آسیب زدہ مجنون اور تندرست شخص کے درمیان ہوتا ہے؛ بلکہ ان دونوں کے درمیان تو سرے سے کوئی نسبت ہی نہ ہوتی۔

یہ حقیقت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ کا کلام سنا، تو انہوں نے ایک ایسی خارقِ عادت (غیر معمولی اور معجزاتی) آواز سنی جو (انسانی آوازوں کے) بالکل برعکس تھی۔ وہ آواز ان آوازوں کے بالکل برعکس تھی جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مانوس تھے، اور انہوں نے اس کلام کے وقت ایسی نشانیاں اور عجائبات دیکھے جو عقلوں کو دنگ کر دینے والے اور انسانی عادت سے باہر تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایسی نشانیاں دیکھیں جو اس بات کو پوری طرح واضح کر رہی تھیں کہ وہ کلام جسے انہوں نے سنا، اس کے ساتھ کلام کرنے پر اللہ کے سوا کوئی دوسری ہستی قدرت نہیں رکھتی۔ اور جہاں تک مسیح علیہ السلام کا

تعلق ہے، تو ان کی طویل عمر کے قیام اور لوگوں کے ساتھ طویل میل جول کے باوجود، ان کے کلام اور ان کی آواز میں کبھی کوئی ایسی غیر معمولی تبدیلی ظاہر نہیں ہوئی جو بشری حدود سے باہر ہو۔ مسیح علیہ السلام کے کلام اور دیگر تمام لوگوں کے کلام کے درمیان کوئی ایسا غیر معمولی فرق نہیں تھا جو بذاتِ خود ان کے نبی ہونے پر دلالت کرتا، چہ جائیکہ وہ ان کے الٰہ ہونے پر دلالت کرتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کا علم تو (دیگر) خارجی اور جداگانہ دلائل (یعنی معجزات اور وحی) سے ہوا تھا، اور (کلام کے وقت) ان کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی تھی، باوجود اس کے کہ نصاریٰ یہ دعویٰ کرتے ہیں (کہ ان کی بشریت میں الوہیت حلول کر گئی تھی): باوجود اس کے کہ نصاریٰ یہ دعٰوی کرتے ہیں کہ الوہیت اور بشریت کا یہ اتحاد مسیح علیہ السلام کے ساتھ اسی وقت سے لازم و ملزوم ہے جب سے ان کی بشریت (ناسوت) ان کی ماں مریم (علیہا السلام) کے بطن میں تخلیق ہوئی، اور یہ اتحاد ابد تک قائم ہے؛ (ان کے نزدیک) لاہوت (خدا) اس ناسوت (انسان) سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتا اس صورت میں جب تمہارا یہ دعویٰ تسلیم کر لیا جائے کہ لاہوت اور ناسوت متحد ہیں، تو یہ بات بالکل واضح اور یقینی ہے کہ مسیح علیہ السلام کا لوگوں سے خطاب اگر (بذاتِ خود) رب العالمین ہی کا خطاب تھا، تو پھر وہ مسیح اللہ کے رسول نہیں ہو سکتے تھے (دوسری طرف) اگر مسیح علیہ السلام کا خطاب محض ان کے رسول ہونے کی حیثیت سے تھا، تو پھر وہ آواز اور کلام رب العالمین کی اپنی آواز اور اس کا ذاتی کلام نہیں ہو سکتا تھا۔

دوسری وجہ: نصاریٰ کے عقیدے کے بطلان کی یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کا خطاب ایک رسول اور نبی کا خطاب تھا، جیسا کہ یہ حقیقت خود مسیح سے (ان کے اپنے اقوال کی روشنی میں) تمام مقامات پر (قطعی طور پر) ثابت ہے۔

تیسری وجہ: نصاریٰ کے دعوے کے بطلان کی یہ ہے کہ دو (الگ الگ) چیزوں کا اس طرح ایک (وجود) بن جانا کہ وہ دونوں اپنی (اصل) حالت پر بھی برقرار رہیں اور ان میں کوئی تبدیلی (استحالہ) بھی واقع نہ ہو (یعنی وہ اپنی مادی و معنوی حقیقت نہ بدلیں، تو یہ عقلِ انسانی میں محال اور ناممکن ہے)، اور (دو ایسی چیزوں کا جو اپنی حقیقت پر برقرار ہوں) اس طرح باہم گھل مل جانا (کہ وہ ایک ہو جائیں) عقلِ صریح میں قطعی طور پر محال اور ناممکن ہے اور (دو چیزوں کے ملنے کی صورت میں) عقل میں آنے والی بات تو صرف یہ ہے کہ اتحاد کے ساتھ وہ دونوں اپنی (پہلی) حالت بدل دیں (استحالہ کر جائیں) اور ایک دوسرے میں (اس طرح) پیوست ہو جائیں جیسے پانی، شراب اور دودھ کے ساتھ مل کر (اپنی الگ پہچان کھو دیتا ہے)، کیونکہ وہ دونوں (الگ الگ چیزیں) جب (باہم مل کر) ایک ہی چیز بن جاتی ہیں، تو وہ (لازمی طور پر اپنی پہلی حالت سے) بدل جاتی ہیں (استحالہ کر جاتی ہیں) اور ایک دوسرے میں (پوری طرح) گھل مل جاتی ہیں۔

چوتھی وجہ: نصاریٰ کے دعوے کے بطلان کی یہ ہے کہ اتحاد کے نتیجے میں دو (الگ الگ) چیزیں ایک ہی چیز بن جاتی ہیں، اور اگر تمہارا یہ دعویٰ مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو الٰہ ہے، وہی رسول بھی ہے، (تمہارے اس دعویِٰ اتحاد کا منطقی نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے

کہ)جو رسول ہے، وہی الٰہ بھی ہے، (اور اس اتحاد کے نتیجے میں یہ ماننا لازم آتا ہے کہ) چونکہ یہ رسول بعینہ وہی الٰہ ہے اور وہ الٰہ بعینہ یہی رسول ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ اگر الٰہ اس رسول کے علاوہ (کوئی اور ہستی) ہے تو (ثابت ہوا کہ) وہ دونوں (الگ الگ) دو چیزیں (اور دو الگ حقیقتیں) ہیں نصاریٰ اپنے اس عقیدۂ اتحاد کے لیے جو بھی مثالیں دیتے ہیں —— جیسے وہ اس (اتحاد) کو لوہے میں آگ کے سرایت کر جانے یا بدن میں روح (کے سما جانے) سے تشبیہ دیتے ہیں —— (تو یہ ان کے دعوے کو ثابت نہیں کرتیں)، پس (یہ تمام مثالیں جو وہ پیش کرتے ہیں) خود ان کے اپنے قول کے فساد اور بطلان پر دلالت کرتی ہیں : ، کیونکہ (تمہاری دی ہوئی مثال کے مطابق) لوہا جب بھی (ہتھوڑے سے) کوٹا جائے یا (ٹھنڈا کرنے کے لیے) پانی میں ڈالا جائے، تو یہ (چوٹ اور ٹھنڈک کا اثر) اس (لوہے کے اندر موجود) آگ کو بھی (لازمی طور پر) پہنچے گا، اور اسی طرح (تمہاری دی ہوئی دوسری مثال کے مطابق) بدن جب بھوکا ہوتا ہے یا اسے سولی (صلیب) پر چڑھایا جاتا ہے اور وہ تکلیف محسوس کرتا ہے، تو وہ (بھوک اور زخم کی) تکلیف (لازمی طور پر) روح کو بھی پہنچتی ہے، پس (تمہارے اس دعویٰ اتحاد اور دی گئی مثالوں کی رو سے) یہ ماننا لازم آتا ہے کہ (معاذ اللہ) رب العالمین کو بھی بھوک اور پیاس کی تکلیف پہنچی ہو (جو کہ صریح باطل اور کفر ہے)، اور اسی طرح (تمہارے اس دعویٰ اتحاد کے نتیجے میں یہ ماننا بھی لازم آتا ہے کہ رب العالمین کو) مار پیٹ اور صلیب (کی اذیت) بھی پہنچی، جیسا کہ ان نصاریٰ کا قول ہے؛ اور یہ عقیدہ تو خود یہودیوں کے قول سے بھی زیادہ برا اور قبیح ہے : نصاریٰ کا یہ عقیدہ کہ معاذ اللہ خدا کو صلیب دی گئی اور وہ بھوکا پیاسا رہا، یہودیوں کے اس قول سے بھی بدتر ہے) کہ اللہ فقیر ہے، اور یہ کہ وہ بخیل ہے (جس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں)، اور یہ کہ اسے تھکن نے چھو لیا ہے۔

فصل : مسلمانوں نے ان میں سے کسی (سابقہ پیغمبر) کی نبوت کی تصدیق نہیں کی مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت (کی گواہی) کے ساتھ ہی

اگر نصاریٰ کا مقصد اس استدلال کے ذریعے مسلمانوں پر حجت قائم کرنا یا انہیں لاجواب کرنا ہے، تو انہیں (جواباً) یہ کہا جائے گا کہ : اولاً تو یہ ہے کہ یہ محض ایک جدلیاتی حجت اور الزامی بحث ہے؛ پس (ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ) تمہارے پاس اللہ کے حضور وہ کیا بنیاد اور سند ہے کہ تم انبیاء میں سے ایک شخص یعنی مسیح علیہ السلام کی تو تصدیق کرتے ہو اور دوسرے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب، حالانکہ ان دونوں میں صدق کی علامات اور دلائل یکساں ہیں ؟ بلکہ (حقیقت تو یہ ہے کہ) ان کے بارے میں جن کی تم نے تکذیب کی ہے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم)، سچائی کے دلائل کہیں زیادہ واضح اور روشن ہیں، پس اگر یہ نبوت کے دلائل اور علاماتِ صدق حق ہیں، تو لازمی طور پر تمہارے لیے اس ہستی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق کرنا لازم ہو گیا جن کی تم نے تکذیب کی ہے، اور (اس صورت میں) تمہارا (موجودہ) دین باطل اور فاسد قرار پایا، اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر یہ (نبوت کی علامات اور دلائل) باطل

ہیں، تو (پھر) اپنے دین کی حقانیت پر تمہارا ان (دلائل) سے استدلال کرنا بھی باطل قرار پایا؛ پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے ساتھ (تمہارے پاس اپنے انبیاء کو ماننے کی کوئی بنیاد باقی نہیں رہتی) پس یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے ساتھ، نصاریٰ کے لیے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک کے کلام سے (بھی اپنے حق میں) استدلال کرنا ہرگز درست اور مستحکم نہیں رہ سکتا۔

(پہلی بحث کے بعد) ان نصاریٰ سے دوسری بات یہ کہی جائے گی کہ: مسلمانوں نے سابقہ انبیاء علیہم السلام کے صدق کو صرف انہی دلائل و علامات کے ذریعے پہچانا ہے جنہوں نے انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق (اور حقانیت) پر رہنمائی کی تھی۔ پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) صادق نہیں ہیں، تو مسلمان ان (سابقہ) انبیاء کے صدق و حقانیت کو بھی ہرگز نہیں پہچان سکتے تھے، پس تمہاری (پیش کردہ) دلیل باطل ہوگئی؛ اور اگر (یہ مان لیا جائے کہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادق (اور برحق) ہیں، تو پھر بھی نصاریٰ کا دین باطل قرار پایا اور اس دین کی صحت پر (تمہاری دی ہوئی) دلیل بھی ساقط ہوگئی۔ پس ثابت ہوا کہ نصاریٰ کی دلیل ہر حال میں (اور ہر صورتِ ممکنہ میں) باطل ہی ہے۔

اور نصاریٰ سے تیسری بات یہ کہی جائے گی کہ: مسلمانوں نے سابقہ انبیاء میں سے کسی ایک کی نبوت کی بھی تصدیق نہیں کی، مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی اور تصدیق کے ساتھ ہی ان سب کو مانا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ مسلمانوں نے ان (سابقہ انبیاء کی نبوت) کو کسی دوسرے طریقے سے پہچانا ہے (نہ کہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سے)۔ پس وہ ہر دلیل جو ان (سابقہ انبیاء) میں سے کسی ایک کے صدق (سچائی) پر دلالت کرتی ہے، وہی دلیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و حقانیت پر بدرجۂ اولیٰ زیادہ قوت اور وضاحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے۔ پس جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کے دلائل کہیں زیادہ قوی اور روشن ہیں، تو ان نصاریٰ کے لیے یہ ہرگز ممکن ہی نہیں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے ساتھ کسی نبی کی تصدیق کر سکیں (کیونکہ ایسا کرنا عقلِ سلیم اور اصولِ استدلال کے صریح خلاف ہے)۔

نصاریٰ سے چوتھی بات یہ کہی جائے گی کہ: (حقیقت تو یہ ہے کہ مسلمان) صرف انہی موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی نبوت کی تصدیق کرتے ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دی تھی۔ پس اگر یہ حقیقت ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی تھی، تو (خود ان انبیاء کی گواہی سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت (قطعی طور پر) ثابت ہوگئی۔ اور اگر (بالفرضِ محال) حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت نہ دی ہوتی، تو مسلمان ان انبیاء پر ایمان ہی نہ لاتے؛ کیونکہ وہ تو صرف انہی (رسولوں) پر ایمان رکھتے ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

بشارت دی، اور ان (ہی) تورات وانجیل کو (کتابِ الٰہی) تسلیم کرتے ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک بطورِ نبی مکتوب ہے۔

پس اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ان کتب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ موجود نہیں ہے، تو مسلمان ایسے کسی موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کرتے، اور نہ ہی ایسی (کسی) تورات اور انجیل کو اللہ کی طرف سے نازل کردہ مانتے ہیں جن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک (موجود) نہ ہو۔

اگر نصاریٰ عاجز آکر یہ کہیں کہ: ہم نے ان انبیاء علیہم السلام کی تصدیق (محض تقلیداً) کر لی ہے، بغیر اس کے کہ ہمیں ان کی سچائی کا کوئی علم ہو یا ہمارے پاس کوئی ایسا راستہ (اور دلیل) ہو جو ان کے صدق پر دلالت کرے؛ کیونکہ یہی ہمارے آباواجداد کا دین ہے، اور ہم نے انہیں ان (انبیاء) کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے پایا ہے (لہٰذا ہم بھی ان کی پیروی کر رہے ہیں)؛ اگر وہ یہ کہیں کہ: وہ سب انبیاء تھے، سو ہم نے اس معاملے میں اپنے باپ دادا کی پیروی کی ہے بغیر کسی علم کے؛ (حقیقت تو یہ ہے کہ) ان نصاریٰ کی اکثریت کا یہی حال ہے (یعنی ان کے پاس اپنے دین کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں، بلکہ وہ محض اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کر رہے ہیں)۔ پس (ان کے اس عذر کے جواب میں) یہ کہا جائے گا کہ: اگر انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اور ان امور کے متعلق جن کی انہوں نے گواہی دی ہے تمہارا یہی قول اور موقف ہے، تو پھر یہ لازم آتا ہے کہ تم ان انبیاء اور ان کی تعلیمات کے بارے میں علم رکھنے والے نہیں ہو، بلکہ اس معاملے میں محض اپنے باپ دادا کی (اندھی) پیروی کرنے والے ہو بغیر کسی (دلیل اور) علم کے۔ یہی بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بدرجۂ اولیٰ صادق آتی ہے (کہ تمہارے پاس ان کی تکذیب کی کوئی دلیل نہیں)۔ اور اسی (منطقی استدلال) سے اصل مقصود حاصل ہو جاتا ہے؛ اور وہ یہ ہے کہ: تم جس نصرانی دین کے عقیدے پر قائم ہو، اس کی صحت پر تمہارے پاس نہ تو کوئی علم ہے اور نہ ہی کوئی (عقلی و نقلی) دلیل موجود ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم اس (نصرانیت) میں اپنے باپ دادا کی (اندھی) پیروی کرنے والے ہو، بالکل اسی طرح جیسے یہودی اور مشرکین (حق کے مقابلے میں) اپنے آباواجداد کی پیروی کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ نصاریٰ کا (اصل) حال یہی ہے (کہ وہ محض اپنے آباواجداد کی اندھی پیروی کر رہے ہیں)؛ اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے (اپنی کتابِ عزیز میں) انہیں گمراہ (ضالین) کے نام سے موسوم کیا ہے، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

{وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ} [المائدۃ: 77]

اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے دور ہو گئے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

{وَيُنْذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ} [الکهف: 4]

اور انہیں بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

{وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ}[النساء:157]

اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

{وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ}[الشوری:14]

اور جو ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے ہیں (زمانۂ نبوی کے اہل کتاب) وہ اس (دین) کی نسبت حیرت انگیز شک میں ہیں۔

اسی بنا پر نصاریٰ جہالت اور گمراہی کی وجہ سے معروف و مشہور رہے ہیں؛ جیسا کہ اس کے برعکس یہودی (اپنے علم کے باوجود) ظلم، سنگدلی اور حق کی دشمنی (عناد) کی بنا پر پہچانے جاتے ہیں۔ پس ان تمام دلائل سے یہ حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچ گئی جو ہم نے ذکر کی ہے کہ: ان نصاریٰ کے لیے یہ ہر گز ممکن ہی نہیں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی (رسالت کی) ایک کلمہ بھر بھی تکذیب کریں اور (پھر اس تکذیب کے باوجود) اپنے دین کے کسی بھی عقیدے پر یا کسی دوسرے کے دین (کی تردید) پر انبیاء (علیہم السلام) کے کسی ایک قول سے بھی استدلال (اور حجت) قائم کر سکیں۔

فصل: نصاریٰ کے اس دعوے کا رد کہ اسلام محض اس بنا پر خاص ہے کہ اس کی کتاب عربی زبان میں ہے

رہا نصاریٰ کا یہ اعتراض کہ قرآنِ مجید صرف عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے (تو اس کا رسالت کی عالمگیریت کے منافی ہونا درست نہیں)؛ اس (اعتراض کے کئی (دندان شکن اور مدلل) جوابات ہیں: ان جوابات میں سے پہلا جواب یہ ہے کہ: نصاریٰ سے یہ کہا جائے کہ تورات بھی تو صرف عبرانی زبان میں نازل کی گئی تھی، اور موسیٰ علیہ السلام بھی اسی زبان کے مخاطب تھے؛ حقیقت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی صرف عبرانی زبان ہی میں کلام فرمایا کرتے تھے اور اسی طرح مسیح علیہ السلام بھی تورات، انجیل اور دیگر کلامِ الٰہی کے بارے میں صرف عبرانی زبان ہی میں کلام فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ دیگر تمام کتب کا بھی یہی حال ہے کہ اللہ ان کتابوں کو صرف ایک ہی زبان میں نازل فرماتا ہے؛ یعنی اس رسول کی زبان میں جس پر وہ کتاب نازل کی گئی ہو، اور اس کی اس قوم کی زبان میں جنہیں وہ سب سے پہلے براہِ راست مخاطب کرتا ہے، پھر اس کے بعد (جب وہ پیغام پہلے مخاطب تک پہنچ جاتا ہے، تو) یہ کتب اور انبیاء علیہم السلام کے فرامین دیگر تمام امتوں اور اقوام تک پہنچائے جاتے ہیں۔ اور کتبِ الٰہی کا دیگر اقوام تک پہنچنا دو طریقوں سے ہوتا ہے: یا تو اس طرح کہ اس آسمانی کتاب کی زبان سے ناواقف لوگوں کے لیے اس کا انہی کی زبان میں ترجمہ کر دیا جائے، اور یا پھر اس طرح کہ لوگ اس کتاب کی زبان کو سیکھ لیں (تاکہ وہ براہِ راست کلامِ الٰہی سے فیضیاب ہو

سکیں)، پس (جب لوگ اس کتاب کی زبان سیکھ لیتے ہیں تو) وہ اس کے معانی و مفاہیم سے براہِ راست واقف ہو جاتے ہیں؛ یا پھر جس قوم یا فرد کی طرف رسول کو بھیجا گیا ہو، اس کے لیے اس کے اپنے ہی زبان میں ان معانی و مقاصد کی تبیین و تشریح کر دی جائے جو رسول لے کر مبعوث ہوئے ہیں، اگرچہ وہ (شخص) ان تمام (تفصیلی) امور سے (اصطلاحی طور پر) واقف نہ بھی ہو سکے جن کے ساتھ رسولوں کو بھیجا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود قرآنِ مجید میں ان (تمام سابقہ) رسولوں کے ان کلمات اور ارشادات کی خبر دی ہے جو انہوں نے اپنی اپنی قوموں سے فرمائے، اور ساتھ ہی ان (اقوام) کے جوابات کا بھی تذکرہ فرمایا ہے؛ اللہ تعالیٰ نے ان رسولوں کے اقوال قرآن میں بیان فرمائے جو انہوں نے اپنی قوموں سے کہے حالانکہ ان رسولوں اور ان کی اقوام کی اکثریت عرب نہ تھی؛ مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام ارشادات اور مکالمات کو عربی زبان میں نازل فرمایا۔ اور جب صورتِ حال یہ ہے (تو پھر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ): پس شرعی تکلیف (یعنی اللہ کے احکامات کا مکلف اور ذمہ دار ہونے) کی بنیادی شرط یہ ہے کہ بندوں کے لیے اس پیغام اور ہدایت کو سمجھنا ممکن ہو، جس کے ساتھ رسول کو ان کی طرف مبعوث کیا گیا ہے؛ اور یہ (فہمِ ہدایت اور اتمامِ حجت) اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ رسول کو ایسی زبان کے ساتھ مبعوث کیا جائے جس کے ذریعے اس رسول کی مراد اور اللہ کے پیغام کا مقصود پہچانا جا سکے؛ پھر جب کتاب نازل ہو جاتی ہے، تو تمام انسان اس رسول کی مراد اور اللہ کے پیغام کا مقصود پہچاننے پر پوری طرح قادر ہو جاتے ہیں؛ اس صورت میں کہ یا تو وہ خود اس زبانِ وحی سے واقفیت حاصل کر لیں، اور یا پھر کسی ایسے (مترجم) کے ترجمے کے ذریعے اس کتاب کے معانی و مفاہیم کو جان لیں جو اس کے معانی کی ترجمانی (اور تبیین) کر رہا ہو۔ یہ پیغامِ رسالت کو سمجھنا بندوں کی استطاعت اور قدرت میں ہے؛ چنانچہ جس شخص کے لیے رسول کے کلام کو سمجھنا اس زبان کو سیکھے بغیر ممکن ہی نہ ہو جس میں مبعوث کیے گئے ہیں، تو (فہمِ دین اور اتمامِ حجت کے لیے) اس زبان کا سیکھنا اس پر واجب ہو جاتا ہے؛ کیونکہ اصولِ شریعت کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ جس واجب امر کی تکمیل جس ذریعے کے بغیر ممکن نہ ہو، تو وہ ذریعہ بھی واجب ہو جاتا ہے۔ برعکس اس (معاملے) کے کہ جس (مقدمے یا شرط) کے بغیر سرے سے کسی شے کا وجوب ہی ثابت نہ ہوتا ہو (تو اس کا حصول انسان پر لازم نہیں ہوتا)، پس (یقیناً وہ مقدمہ یا شرط جس کے بغیر سرے سے وجوب ہی ثابت نہ ہوتا ہو) وہ (بندے پر قطعاً) واجب نہیں ہے؛ اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی (فطری اور امکانی) وسعت سے بڑھ کر تکلیف (یا ذمہ داری) نہیں دیتا؛ یہ نہ تو اصلِ وجوب میں مانع ہے اور نہ ہی اس کی تکمیل (یعنی عمل) میں؛ چنانچہ (اس مقام پر) ہمیں یہ (کہنے یا ثابت کرنے کی) ضرورت ہی نہیں رہتی کہ: جس واجب (امر) کی تکمیل جس (ذریعے) کے بغیر ممکن نہ ہو —— بشرطیکہ وہ ذریعہ مکلف (انسان) کی قدرت و استطاعت میں بھی ہو —— تو وہ (ذریعہ بھی) واجب ہو جاتا ہے؛ کیونکہ (حقیقت تو یہ ہے کہ) جس عمل) پر (سرے سے) قدرت ہی نہ ہو، بندوں کو اس کا مکلف (ذمہ دار) ہی نہیں ٹھہرایا جاتا؛ بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ (کوئی

کام بندے کی) قدرت واستطاعت میں تو ہوتا ہے (یعنی وہ اسے کر سکتا ہے)، مگر اس کے باوجود (اللہ کی رحمت و حکمت کی بنا پر) انہیں اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا جاتا۔

پس جب استطاعت (مالی و جسمانی قدرت) حج کے واجب ہونے کے لیے ایک (بنیادی) شرط قرار پائی، تو (شریعت میں خود) اس استطاعت کو حاصل کرنا (یعنی زبردستی مال کما کر صاحبِ استطاعت بننا انسان پر) واجب نہیں کیا گیا؛ بخلاف (حج کا احرام باندھ لینے کے بعد) مسافتوں کو طے کرنے کے (کہ وہ واجب ہے) پس حج کے وجوب (یعنی فرض ہونے) کے لیے شرط نہیں ہے؛ اور یہی وجہ ہے کہ جب انسان صاحبِ استطاعت (مالی و جسمانی قدرت رکھنے والا) ہو جائے، تو اس پر (کعبۃ اللہ تک کا) حج کرنا واجب ہو جاتا ہے، خواہ وہ مسافت دور کی ہو یا نزدیک کی (کیونکہ مسافت طے کرنا واجب کی ادائیگی کا ذریعہ ہے، وجوب کی شرط نہیں)۔

حقیقت تو یہ ہے کہ خود اہل زبان میں سے بھی لوگوں کی ایک بڑی اکثریت ایسی ہے جو اللہ کی نازل کردہ کتابوں کے حقیقی اور عمیق معانی و مفاہیم سے (براہِ راست) واقف نہیں ہوتی: (لوگوں کی ایک کثیر تعداد ایسی ہے جو) تورات، انجیل اور قرآن کے معانی و مفاہیم سے واقف نہیں ہو پاتے، سوائے اس (ذریعے) کے کہ کوئی ان (کتب) کی تبیین و تشریح اور ان کی تفسیر و وضاحت ان کے سامنے پیش کرے؛ اگرچہ وہ (لوگ بذاتِ خود ان کتب کی) زبان سے واقف ہی کیوں نہ ہوں (یعنی اہل زبان ہونے کے باوجود وہ محتاجِ تفسیر ہیں)؛ پس یہ لوگ (جنہیں تشریح کی ضرورت ہے) پس ان پر واجب ہے کہ وہ اس علم کی جستجو کریں جس کے ذریعے وہ ان احکامات کی معرفت حاصل کر سکیں جن کا اللہ نے انہیں حکم دیا ہے اور جن سے انہیں منع فرمایا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ یہی وہ طلبِ علم (علم کی جستجو) ہے جو تمام مخلوق پر فرض کی گئی ہے؛ اور اسی طرح اس علمِ فرض میں وہ سب کچھ شامل ہے جسے رسول نے کتاب اللہ کے معانی و مفاہیم میں سے واضح فرما دیا ہے وہ (کتابِ مبین) جسے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے؛ (اس کے معانی و مفاہیم کا) علم ان لوگوں سے حاصل کرنا تمام مخلوق پر واجب ہے جو اس کی معرفت رکھتے ہوں؛ بشرطیکہ (اس کتاب کے حقائق اور) اس کی معرفت محض زبان (کی لغوی واقفیت) سے حاصل نہ ہو سکتی ہو۔

جیسا کہ جلیل القدر صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے (تفسیرِ قرآن کے درجات بیان کرتے ہوئے) فرمایا: قرآن کی تفسیر (اور اس کے فہم و ادراک کے بظاہر) چار پہلو (یا درجات) ہیں: تفسیرِ قرآن کے چار پہلو ہیں: (اوّل) وہ تفسیر جسے عرب اپنی لغت اور کلام کے اسلوب کی بنیاد پر پہچانتے ہیں؛ (دوم) وہ تفسیر اور بنیادی ہدایت جس کے جاننے میں کوئی بھی انسان لاعلمی کا عذر پیش نہیں کر سکتا؛ (سوم) وہ باریک اور دقیق تفسیر جسے صرف پختہ علم رکھنے والے علماء جانتے ہیں؛ اور چہارم وہ (اسرار و حقائقِ غیب پر مبنی) تفسیر جسے اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پس جس کسی نے (بھی اللہ کے سوا) اس کے جاننے کا دعویٰ کیا، وہ جھوٹا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ} [ابراهيم:4]

اور ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ انہیں سمجھا سکے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ نہیں فرمایا کہ: اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر (صرف) اپنی قوم ہی کی طرف؛ بلکہ ارشادِ باری کا مقصود یہ ہے کہ اللہ نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر (اسے) اس کی قوم ہی کی زبان دے کر (بھیجا)، یعنی ان لوگوں کی لسان (اور بولی) میں جنہیں اس (رسول) نے سب سے پہلے مخاطب کرنا تھا، تاکہ وہ رسول اپنی قوم کے لیے پیغامِ حق کو واضح اور روشن کر دے؛ پس جب اس رسول نے اپنی قوم پر اس پیغام کی تبیین و تشریح کر دی جو اللہ کی طرف سے مقصود تھی، تو اس بیان و تبیین سے وہ اصلِ ہدایت کا مقصد ان (اہلِ لسان) کے لیے بھی حاصل ہو گیا اور ان کے علاوہ دوسروں (یعنی پوری انسانیت) کے لیے بھی، پس اس کا سبب یہ ہے کہ وہ عرب قوم جن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام سب سے پہلے پہنچایا، ان کے لیے یہ (پوری طرح) ممکن ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے (قرآن وسنت کے) الفاظ (جوں کے توں آگے) پہنچا دیں، اسی طرح ان عربوں کے لیے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ان لوگوں تک رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے معانی منتقل کر دیں جو عربی زبان سے واقف نہیں ہیں؛ اور دوسروں یعنی عجمیوں کے لیے بھی یہ ممکن ہے کہ وہ ان (اہلِ زبان) سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سیکھ لیں اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کو جان لیں؛ پس (انہی دو صورتوں سے) تمام مخلوق پر حجت قائم ہو جاتی ہے اور انہیں اس (شخص) کے ذریعے ہدایت حاصل ہو جاتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کو نقل کرتا ہے: کبھی رسول سے نقل کرنے والا محض معنی کو نقل کرتا ہے اور کبھی لفظ کو (جوں کا توں آگے پہنچاتا ہے)؛ اور اسی بناپر شریعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو معنی کے ساتھ (یعنی اپنے الفاظ میں مفہوم بیان کر کے) نقل کرنا جائز ہے، اور اسی طرح قرآنِ مجید کے معانی کا ترجمہ ان (لوگوں) کے لیے کرنا جو عربی زبان نہیں جانتے، تمام علماء کے اتفاق (اور اجماع) سے جائز ہے۔

ان علماء میں سے بعض نے اس بات کی بھی اجازت دی ہے کہ نماز وغیرہ میں قرآن کو غیر عربی زبان میں پڑھا جائے، جب کوئی شخص اسے عربی میں پڑھنے سے بالکل عاجز (اور قاصر) ہو اور ان فقہاء میں سے بعض نے تو اسے نماز میں غیر عربی زبان میں تلاوت کو مطلقاً یعنی بلا کسی قید و عذر کے بھی جائز قرار دیا ہے؛ تاہم جمہورِ علماء (اہلِ سنت والجماعت کی اکثریت) نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ قرآنِ مجید کو عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں (نماز کے اندر بطورِ تلاوت) پڑھا جائے۔ اور جمہور کے نزدیک تلاوتِ نماز میں ممانعت کے باوجود یہ بات قطعاً جائز (بلکہ ضروری) ہے کہ (قرآنِ مجید کا) دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا جائے تاکہ (غیر عرب اسے) سمجھ سکیں؛ بالکل اسی طرح جیسے قرآن کی (عربی میں) تفسیر کرنا اور اس کے معانی و مفاہیم کو واضح کرنا جائز ہے، اگرچہ (یہ

حقیقت ہے کہ) نہ تو وہ تفسیر (اپنی ذات میں) وہ قرآن ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور نہ ہی وہ ترجمہ (بذاتِ خود قرآنِ تلاوت شدہ ہے)؛ اور (اسی حقیقتِ ابلاغ کی تائید میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: «اللہ اس شخص کو شاد و آباد (اور تر و تازہ) رکھے جس نے ہم سے کوئی بات (حدیث) سنی، پھر اسے (ہو بہو) اس شخص تک پہنچا دیا جس نے اسے نہیں سنا تھا؛ کیونکہ بسا اوقات (دین کی) سمجھ بوجھ (فقہ) کا حامل خود فقیہ (گہری سمجھ رکھنے والا) نہیں ہوتا، اور بسا اوقات ایک سمجھ بوجھ رکھنے والا (اپنے علم کو) اس شخص تک پہنچا دیتا ہے جو اس سے بھی زیادہ فہم و ادراک (فقیہ) رکھنے والا ہوتا ہے»

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیثِ صحیح میں (بھی اتمام حجت اور عالمگیر ابلاغِ دین کی تائید میں) ارشاد فرمایا ہے: «اللہ تعالیٰ نے مجھے جس ہدایت اور علم کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اس کی مثال اس موسلا دھار بارش (غیث) کی سی ہے جو زمین پر برسی؛ پس اس زمین کا ایک ٹکڑا تو ایسا عمدہ (اور زرخیز) تھا جس نے پانی کو (اپنے اندر) جذب کر لیا (اور قبول کر لیا)، پس اس زرخیز زمین نے کثیر چارہ اور گھاس اگا دی؛ اور (اسی زمین کا) ایک ٹکڑا ایسا (سخت) تھا جس نے پانی کو (اپنے اندر) روک لیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس (ذخیرہ شدہ پانی) کے ذریعے لوگوں کو نفع پہنچایا پس (اس ذخیرہ شدہ پانی کے ذریعے) لوگوں نے کھیتی باڑی کی اور (اپنی زمینوں و جانوروں کو) سیراب کیا؛ اور (اسی زمین کا) ایک (تیسرا) ٹکڑا ایسا بھی تھا جو محض چٹیل اور سخت میدان (قیعان) تھا؛ جس نے نہ تو پانی کو (اپنے اندر) روکا اور نہ ہی کوئی چارہ (یا گھاس) اگائی؛ پس یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں تفقہ (گہری سمجھ) حاصل کی اور اسے اس (ہدایت) سے نفع پہنچا جس کے ساتھ اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، اور (دوسری طرف) اس شخص کی مثال ہے جس نے اس (وحی و ہدایت) کی طرف سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور اللہ کی اس ہدایت کو قبول ہی نہ کیا جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں»

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے (خیر و برکت کی) دعا فرمائی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث (اور پیغام) کو (آگے) پہنچا دے؛ اگرچہ وہ (پہنچانے والا) خود اس (حدیث کے معانی) میں تفقہ (گہری سمجھ) نہ رکھتا ہو؛ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا: «بسا اوقات (دین کی) سمجھ بوجھ (فقہ) کا حامل خود فقیہ (گہری بصیرت رکھنے والا) نہیں ہوتا، اور بسا اوقات ایک (علم و) فقہ کا حامل (اپنے علم کو) اس شخص تک پہنچا دیتا ہے جو اس سے بھی زیادہ فہم و ادراک (افقہ) رکھنے والا ہوتا ہے»

اور (حقیقت یہ ہے کہ) جس وقت اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، اس وقت (بھی پوری کائنات میں سے) صرف وہی لوگ عربی زبان سے (پوری طرح) واقف اور شناسا تھے (جو عرب کے خطے میں رہتے تھے) جزیرہ نما عرب اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں ہی میں پائے جاتے تھے، جیسے سرزمینِ حجاز، یمن، اور شام و عراق کے بعض (ملحقہ) حصوں میں پھر (دعوتِ اسلام کی برکت سے یہ علم اور زبان) اس قدر پھیلی کہ (اس وقت کی) پوری آباد دنیا (وسطِ معمورہ) کے رہنے والوں کی اکثریت عربی زبان (اور اس کی تہذیب) کی حامل ہو گئی یہاں تک کہ (دنیا کے) مرکزی خطوں (وسطِ زمین) میں موجود یہودی اور نصاریٰ بھی (اسی

طرح) عربی زبان بولتے ہیں جس طرح کہ اکثر مسلمان (یہ زبان) بولتے ہیں بلکہ (حقیقت تو یہ ہے کہ) بہت سے یہودی اور نصاریٰ (ایسے بھی ہیں جو) مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کی نسبت کہیں زیادہ عمدہ، فصیح اور پختہ عربی بولتے (اور سمجھتے) ہیں۔

(حقیقت یہ ہے کہ) عربی زبان دنیا کی تمام دیگر زبانوں کی نسبت کہیں زیادہ (عالمگیر سطح پر) پھیل گئی؛ یہاں تک کہ اہلِ کتاب کی قدیم (آسمانی) کتابیں ہوں، یا پارسیوں (فارس)، اہل ہند، یونانیوں، قبطیوں اور ان کے علاوہ دیگر اقوام کی (علمی و فلسفیانہ) کتب، ان سب کا (کثرت اور مہارت کے ساتھ) اسی (عربی) زبان میں ترجمہ کیا گیا۔

لوگوں کی ایک بہت بڑی اکثریت کے لیے عربی زبان میں لکھی گئی کتابوں اور عربی کلام (وزبان) سے واقفیت حاصل کرنا، ان کتب کی نسبت کہیں زیادہ آسان (اور سہل) ہے جو عربی کے علاوہ (دیگر زبانوں) میں تصنیف کی گئی ہیں، پس عبرانی، سریانی، رومی اور قبطی زبانیں، اور ان کے علاوہ دیگر (قدیم وجدید) زبانیں، اگرچہ (ان عبرانی و سریانی وغیرہ زبانوں کو) لوگوں کا ایک (مخصوص) گروہ اب بھی جانتا ہے، لیکن (حقیقت یہ ہے کہ) وہ لوگ جو عربی زبان سے واقف ہیں، ان کی تعداد ان لوگوں سے کہیں زیادہ (اور کثیر) ہے جو ان (دیگر قدیم) زبانوں میں سے کسی ایک زبان کو بھی جانتے ہیں۔

اور علاوہ بریں (یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہے کہ) ان امور کی معرفت (اور پہچان) جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عمومی طور پر حکم دیا ہے، وہ انہی (تعلیمات) میں سے ہے جنہیں اس امت (مسلمہ) نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تسلسل کے ساتھ نقل کیا ہے اللہ کے وہ عمومی احکامات جنہیں امت نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نقلِ متواتر یعنی نسل در نسل بلا انقطاع کے ذریعے نقل کیا ہے اور جس پر (پوری امت کا) اجماع واتفاق ہے؛ جیسے کہ اس بات کی گواہی دینے کا حکم کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور امت نے تواتر اور اجماع کے ساتھ یہ نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کے تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں، خواہ وہ اُمّی (اہلِ عرب) ہوں یا غیر اُمّی (اہلِ کتاب اور دیگر اقوام)۔ امت نے تواتر کے ساتھ یہ نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے پانچ نمازیں قائم کرنے کا، زکوٰۃ ادا کرنے کا، ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کا، اور اللہ کے قدیم گھر (بیت اللہ) کا حج کرنے کا اس شخص کے لیے جو اس (کے راستے) کی استطاعت رکھتا ہو۔ سچائی کو واجب قرار دینے کا، بے حیائی کے کاموں اور ظلم وستم کو حرام ٹھہرانے کا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امر فرمایا ہے اللہ پر ایمان لانے کا، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اور موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے (آخرت) پر۔ (اللہ کے وہ تمام احکامات جن کا ذکر گزرا) وہ ایسے واضح اور مشہور امور ہیں جنہیں تمام مسلمان معرفتِ عامہ (یعنی عمومی و بدیہی شعور) کے طور پر جانتے ہیں؛ اور انسان کو ان حقائق کی پہچان کے لیے اس بات کی حاجت نہیں پڑتی کہ وہ پورے قرآن کا حافظ ہو، بلکہ ہر انسان کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ ان تمام احکامات کو جان لے جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے حکم دیا ہے۔ خواہ وہ عربی زبان نہ

بھی جانتا ہو (تب بھی اس کے لیے پیغامِ حق کو پہچاننا ممکن ہے)؛ اور (عملِ صالح کے لیے) اس کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ فاتحہ الکتاب (سورہ فاتحہ) اور اس کے ساتھ (قرآن کی کچھ دیگر) سورتیں پڑھ (کر یاد کر) لے جن کے ذریعے وہ نماز ادا کر سکے؛ اور (دیکھ لو کہ اسی طرح) اہل فارس، روم، ترک، ہند، حبشہ، بربر اور ان کے علاوہ دیگر (بے شمار عجمی اقوام) کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو اپنی روزمرہ کی عام گفتگو میں عربی بولنا تک نہیں جانتے، لیکن اس کے باوجود وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور (اپنی ایمانی پختگی و اتباعِ سنت کی بدولت) اللہ کے متقی اور برگزیدہ اولیاء کے مرتبے پر فائز ہو گئے۔ اور (ان غیر عرب اقوام میں) ایسے لوگ بھی (بکثرت) موجود ہیں جو (پورے کا پورا) قرآن حفظ کر لیتے ہیں، مگر (حالت یہ ہے کہ) جب وہ لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں تو اپنی (مادری) زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان (عربی) میں کلام کرنے کی قدرت نہیں رکھتے؛ اور جب ان سے عربی میں بات کی جائے تو وہ اسے سمجھنے سے (بھی) قاصر ہوتے ہیں (کہ کیا کہا گیا)۔

دوسرا رخ (یا دوسرا جواب یہ ہے کہ): مسیح علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی، اور اسی طرح ان حواریوں کی زبانیں بھی عبرانی ہی تھیں جنہوں نے ابتدا میں آپ کی اتباع کی؛ پھر (تاریخ گواہ ہے کہ) مسیح علیہ السلام نے انہیں (مختلف) قوموں کی طرف بھیجا کہ وہ ان سے خطاب کریں اور مسیح علیہ السلام کے فرمودات کا ان (اقوام) کے لیے (انہی کی زبانوں میں) ترجمہ کریں؛ پس اگر نصاریٰ یہ کہیں کہ: مسیح علیہ السلام کے بھیجے ہوئے ان رسولوں (حواریین) کی زبانیں (معجزانہ طور پر) ان اقوام کی زبانوں میں بدل دی گئی تھیں جن کی طرف انہیں بھیجا گیا تھا (یعنی وہ خود بخود ان کی زبانیں بولنے لگے تھے)۔ ان کے اس دعوے کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ: یہ بات (یعنی مبلغین کی زبانوں کا معجزانہ طور پر تبدیل ہو جانا) جس طرح مسیح علیہ السلام کے فرستادوں (حواریین) کے بارے میں منقول ہے، بعینہٖ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرستادوں کے بارے میں بھی منقول ہے جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی دیگر اقوام کی طرف روانہ فرمایا تھا؛ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے رسولوں کے بھیجے ہوئے نمائندے (جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح علیہ السلام کے قاصد جو دیگر اقوام کی طرف گئے) ان کی حیثیت (تبلیغِ دین میں) یکساں ہے ان (مبلغین و فرستادوں) کے لیے یہ بالکل ناگزیر اور ضروری تھا کہ وہ ان لوگوں کی زبان سے کماحقہ واقف ہوں جن کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (دعوتِ حق دے کر) روانہ فرمایا تھا یا پھر دوسری صورت یہ تھی کہ ان اقوام جن کی طرف پیغام بھیجا گیا کے پاس ایسے لوگ موجود ہوں جو (ایک طرف) ان (اقوام) کی زبان سمجھتے ہوں اور (دوسری طرف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان (عربی) سے بھی (کماحقہ) واقف ہوں (تاکہ وہ ترجمانی کا حق ادا کر سکیں)۔ تاکہ وہ مترجم ان کے لیے کلامِ حق کا ترجمہ کر سکے؛ پس قاعدہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کے پاس —— جن کی طرف مسیح علیہ السلام نے اپنے قاصد بھیجے تھے —— کوئی ایسا شخص موجود

نہ ہو جو (مسیح علیہ السلام کی زبان) عبرانی سے واقف ہو، تو پھر اتمام حجت کے لیے یہ بالکل لازم ہے کہ خود مسیح علیہ السلام کا بھیجا ہوا رسول ان کی زبان میں کلام کرنے والا ہو۔

یہی معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان قاصدین کا بھی تھا جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اقوام کی طرف روانہ فرمایا تھا؛ چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ حدیبیہ سے مدینہ واپس تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روئے زمین کے رہنے والوں کی طرف اپنے قاصد بھیجے؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن، حجاز، شام اور عراق کے عرب بادشاہوں کی طرف نمائندے روانہ فرمائے؛ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام اور مصر کے نصرانی حکمرانوں کی طرف بھی اپنے قاصد بھیجے جن میں قبطی، رومی، عرب اور دیگر اقوام شامل تھیں؛ اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عراق اور خراسان کے مجوسی فارسی بادشاہوں کی طرف بھی قاصد روانہ فرمائے۔

محمد بن سعد نے کتاب الطبقات میں (ایک مستقل باب کے تحت) ذکر فرمایا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مکاتیب (خطوط) کے ساتھ بادشاہوں اور دیگر (بڑے حکمرانوں) کی طرف قاصدین کو روانہ فرمانا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں (اسلام کی) دعوت دیں؛ اور (ابن سعد نے) ان پیغامات کا بھی تذکرہ فرمایا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب و عجم کی مختلف اقوام کو تحریر فرمائے تھے۔ پھر (ابن سعد) کہتے ہیں کہ: ہمیں محمد بن عمر الاسلمی (واقدی) نے خبر دی، انہوں نے کہا: حَدَّثَنِي مَعْمَرُبْنُ رَاشِدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فرماتے ہیں: وَعَنِ الْوَاقِدِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَبْرَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ رِفَاعَةَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدَّتِهَالشِّفَاءِ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَبْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو (بْنِ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو) بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ عَنْ أَهْلِهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ (محمد بن عمر الاسلمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان مختلف رواۃ کی) بیان کردہ احادیث ایک دوسرے میں مدغم ہو گئی ہیں (یعنی ان سب کا لب لباب اور مضمون ایک ہی ہے اور وہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں)؛ ان سب نے (متفقہ طور پر) بیان کیا کہ: «جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن 6 ہجری کے ماہِ ذی الحجہ میں حدیبیہ سے مدینہ واپس تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دنیا بھر کے) بادشاہوں کی طرف (اپنے قاصد) روانہ فرمائے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اسلام کی (حقانیت کی) طرف دعوت دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بادشاہوں کے نام خطوط تحریر فرمائے؛ پس بارگاہِ رسالت میں عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بادشاہ اس وقت تک کوئی خط نہیں پڑھتے جب تک کہ وہ مہر بند (Stamped) نہ ہو؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز چاندی کی ایک انگوٹھی (بطورِ مہر) بنوائی، جس کا نگینہ بھی اسی (چاندی) کا تھا اور اس پر تین سطروں میں محمد رسول اللہ نقش تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سے ان خطوط پر مہر لگائی؛ پھر (تاریخ کا وہ عظیم منظر رونما ہوا

کہ)ان (صحابہ) میں سے چھ افراد ایک ہی دن (مدینہ سے مختلف سمتوں کو) روانہ ہوئے، اور یہ سن 7 ہجری کے ماہِ محرم کا واقعہ ہے؛ اور (معجزہ یہ ہوا کہ)ان میں سے ہر ایک صبح اس حال میں اٹھا کہ وہ اسی قوم کی زبان میں کلام کر رہا تھا جس کی طرف اسے (پیغام دے کر) بھیجا گیا تھا؛ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اپنا قاصد بنا کر روانہ فرمایا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصر اور اسکندریہ کے حاکم مقوقس کی طرف حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قاصد بنا کر روانہ فرمایا، فارس کے بادشاہ کسریٰ کی طرف عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا؛ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کے حاکم حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف —— جو دمشق کے بیرونی علاقے کا نصرانی حکمران تھا —— شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ کو قاصد بنا کر بھیجا؛ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ دیگر (حکمرانوں) کی طرف بھی (اپنے قاصد) روانہ فرمائے۔

محمد بن سعد نے اپنی کتاب الطبقات میں یہ بھی فرمایا کہ: ہمیں ہیثم بن عدی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ: أَخْبَرَنَا دَلْهَمُ بْنُ صَالِحٍ وَأَبُو بَكْرٍ الْهُذَلِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ بْنِ الْحُصَيْبِ الْأَسْلَمِيِّ فرماتے ہیں: قَالَ: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ وَالزُّهْرِيِّ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عِمَارَةَ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ (ہیثم بن عدی فرماتے ہیں کہ مختلف راویوں کی) روایات ایک دوسرے میں مدغم ہو گئی ہیں (یعنی ان سب کا متن ایک ہی حقیقت پر متفق ہے کہ): بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: «کل صبح تم سب کے سب میرے پاس حاضر ہونا؛ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمولِ مبارک تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ فجر ادا فرما لیتے، تو تھوڑی دیر اپنے مصلے ہی پر رونق افروز رہتے، تسبیح بیان کرتے اور دعا فرماتے؛ پھر اس صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے، اور (مختلف سمتوں کے لیے)ایک جماعت کو روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: اللہ کے بندوں کے معاملے میں اللہ کی رضا کے لیے خیر خواہی کرو؛ کیونکہ جس شخص کو مسلمانوں (یا دین) کے معاملات میں سے کسی چیز کی خبر دی گئی (یعنی ذمہ داری سونپی گئی) اور پھر اس نے (اس کی تبلیغ و اشاعت میں) خیر خواہی سے کام نہ لیا، تو اللہ اس پر جنت حرام فرما دے گا؛ (پس اب تم حق کا پیغام لے کر) روانہ ہو جاؤ اور ویسا عمل نہ کرنا جیسا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے حواریین نے کیا تھا، (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حواریین کے طرزِ عمل کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:) کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے قاصدوں نے تو قریب والے علاقوں کا رخ کیا اور دور دراز کے مقامات کو چھوڑ دیا؛ (مگر تمہارا معاملہ مختلف ہے)؛ چنانچہ وہ تمام (نبوی) قاصد (اگلی ہی) صبح اس حال میں اٹھے کہ ان میں سے ہر ایک اس قوم کی زبان (لسانی مہارت کے ساتھ) بول رہا تھا جس کی طرف اسے (پیغام دے کر) بھیجا گیا تھا؛ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معجزے کا تذکرہ خاص طور پر فرمایا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تبلیغِ دین اور اتمامِ حجت کا عمل اللہ عزوجل کے ان حقوق میں سب سے عظیم حق ہے جو اس نے اپنے بندوں کے معاملے میں ان (قاصدوں) پر لازم فرمائے تھے»

تیسرا پہلو: نصاریٰ میں خود عربوں کی ایک کثیر تعداد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی سے موجود تھی، اور اسی طرح ان میں وہ تمام لوگ بھی شامل تھے جو عربی زبان سے کماحقہٗ واقفیت رکھتے تھے، پس (حقیقت تو یہ ہے کہ) ہر وہ شخص جو عربی زبان سمجھتا ہو، اس کے لیے قرآنِ کریم کا سمجھنا بالکل ممکن ہے، خواہ اس کی اصل زبان فارسی ہو، رومی ہو، ترکی ہو، ہندی ہو یا قبطی؛ اور تعجب تو یہ ہے کہ نصاریٰ کے جن علماء نے یہ کتاب (جس کا امام ابن تیمیہ جواب دے رہے ہیں) تالیف کر کے بھیجی ہے، وہ خود بھی مصحف (قرآن) کی تلاوت کر چکے ہیں اور اس سے وہ (مطالب) سمجھ چکے ہیں جو انہوں نے سمجھے، اور وہ اسے عربی ہی میں سمجھتے ہیں، بلکہ انہوں نے (اپنے دعووں پر) قرآن کی آیات سے استدلال بھی کیا ہے؛ پس ان (حقائق) کے باوجود ان کے لیے یہ کہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم پر اس کتاب کے ذریعے حجت کیسے قائم ہو سکتی ہے جسے ہم سمجھتے ہی نہیں؟

چوتھا پہلو یہ ہے کہ: اتمامِ حجت اور تبلیغِ دین میں اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کا حکم بعینہٖ وہی ہے جو مشرکین کا ہے؛ اور یہ ایک معلوم (اور تسلیم شدہ) حقیقت ہے کہ مشرکین میں عرب بھی شامل تھے اور عجم (غیر عرب) بھی — جیسے ترک، ہند (ہندوستانی) اور ان کے علاوہ دیگر (اقوام) پس جس طرح تمام عجمی مشرکین کا حکم بعینہٖ وہی ہے جو عرب مشرکین کا ہے، بالکل اسی طرح تمام دنیا بھر کے اہلِ کتاب کا حکم بھی وہی ہے جو عرب کے اہلِ کتاب نصاریٰ و یہود کا ہے؛ اور (حقیقت تو یہ ہے کہ) یہودیوں اور عیسائیوں میں عربی زبان سے واقفیت رکھنے والوں کی اتنی بڑی تعداد موجود ہے کہ جس کا احاطہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

پانچواں پہلو یہ ہے کہ: قرآنِ کریم کی ہر ہر آیت کا (تفصیلی) فہم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض نہیں ہے بلکہ ایک مسلمان پر تو صرف اتنا جاننا واجب ہے کہ وہ ان احکامات کا علم حاصل کرے جن کا اللہ نے اسے حکم دیا ہے اور ان امور کو پہچانے جن سے اللہ نے اسے منع فرمایا ہے، خواہ وہ علم کسی بھی زبان اور پیرائے (عبارت) میں (اس تک پہنچے)؛ اور یہ (بات) تمام اقوامِ عالم کے لیے (یکساں طور پر) ممکن ہے، اور اسی (عالمگیر ابلاغ اور امکانِ فہم) کی بدولت عجمیوں کی تمام اصناف / اقوام اسلام میں داخل ہو گئیں، جن میں فارسی، ترک، ہندی، صقالبہ (Slavic اقوام) اور بربر (شمالی افریقہ کی اقوام) شامل ہیں؛ اور ان تمام اقوام میں ایسے لوگ بڑی تعداد میں موجود ہیں جو عربی زبان کا کامل علم رکھتے ہیں۔ ان عجمیوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو (عربی نہ جاننے کے باوجود) ان احکامات کا علم رکھتے ہیں جو اللہ نے ان پر فرض کیے ہیں، (اور یہ علم انہیں) ترجمے کے ذریعے (حاصل ہوا)؛ اور ہم پہلے یہ (اصول) بیان کر چکے ہیں کہ نماز کے علاوہ (دیگر مواقع پر) قرآنِ کریم کا (دوسری زبانوں میں) ترجمہ کرنا اور اس کے معانی کی تعبیر کرنا بالکل اسی طرح جائز ہے جس طرح بالاتفاقِ مسلمین اس کی تفسیر بیان کرنا جائز ہے فقہاء کے درمیان اصل اختلاف تو محض اس بات میں ہوا ہے کہ کیا قرآنِ کریم کی تلاوت عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں کرنا جائز ہے، جیسا کہ نماز میں قرأت کی جاتی ہے؟ پس اس مسئلے میں جمہور علماءِ امت نے اس (غیر عربی تلاوت) سے منع فرمایا ہے ایسی صورت میں (یعنی جب عبادات کے لیے عربی متعین ہے)، پس اگر کوئی عجمی (غیر

عرب مسلمان) فاتحۃ الکتاب (سورہ فاتحہ) اور اس کے ساتھ (قرآن کی مزید) دو سورتیں عربی ہی میں پڑھ لے، تو یہ اس (کی نماز کی صحت) کے لیے کافی ہو جائے گا؛ اور اسی طرح تشہد اور اس کے علاوہ دیگر (اذکارِ نماز) بھی (عربی ہی میں ادا کرنا کافی ہیں) جن کا (شریعت میں) حکم دیا گیا ہے۔ نماز کے لیے چند عربی کلمات سیکھ لینا ایک نہایت سہل اور آسان امر ہے، جو کہ شریعت کے اکثر دیگر واجبات سے بھی زیادہ آسان ہے؛ پس یہ کیسے (عقلاً و شرعاً) ناممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو اس (آسان کام) کا حکم فرمائے؟

رہی بات ان احکامات کے مجموعے کی جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے — جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کی ادائیگی؛ اور بات چیت میں سچائی، امانت کی پاسداری، اور صلہ رحمی (یعنی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک) اور (اسی طرح ان امور کا علم بھی واجب ہے) جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے — جیسے شرک، بے حیائی (فواحش)، ظلم و زیادتی اور اس کے علاوہ دیگر (قبیح اعمال) پس یہ (اوامر و نواہی اور دین کے بنیادی ارکان) وہ امور ہیں جنہیں ہر شخص بڑی آسانی سے جان سکتا ہے؛ اس شخص کی معرفت کے ذریعے جو ان احکامات سے واقف ہو، خواہ وہ واقفیت عربی زبان کے ذریعے حاصل ہو یا کسی دوسری زبان کے ذریعے؛ کیونکہ ان حقائق کی پہچان اور ابلاغ محض عربی زبان پر موقوف نہیں ہے۔

فصل: اس شبہے کا ازالہ جو قرآن کے عربی ہونے کی بنا پر کسی خاص امتیاز کا وہم پیدا کرتا ہے

رہا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

{إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ} [يوسف: 2]

ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں تمہارے سمجھنے کے لیے نازل کیا۔

نیز اللہ سبحانہ کا یہ فرمان:

{وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ} [فصلت: 44]

اور اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن بنا دیتے تو کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف بیان کیوں نہیں کی گئیں، کیا عجمی کتاب اور عربی رسول۔ اور اللہ سبحانہ کا یہ فرمان:

{إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا} [الزخرف: 3]

ہم نے اسے عربی زبان میں قرآن بنایا ہے۔

پس یہ (قرآن کا عربی زبان میں نازل ہونا) اپنے اندر بندوں پر اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم الشان انعام واحسان (کی حقیقت) کو سموئے ہوئے ہے؛ کیونکہ عربی زبان تمام زبانوں میں سب سے زیادہ کامل اور اکمل زبان ہے یہ معانی ومفاہیم کی وضاحت اور بیان کے اعتبار سے تمام زبانوں سے زیادہ حسین اور پُراثر ہے؛ پس اس کامل زبان میں قرآن کا نازل ہونا، مخلوق پر اس سے کہیں بڑی نعمت ہے کہ یہ کسی اور زبان میں نازل کی جاتی؛ اور درحقیقت اس (کتاب) کے ذریعے اولاً انہیں اہلِ عرب کو مخاطب کیا گیا؛ سب سے پہلے اس کتاب کے ذریعے عربوں کو مخاطب کیا گیا تاکہ وہ اسے (براہِ راست) سمجھیں؛ پھر وہ لوگ (اسے سمجھیں) جو ان کی زبان عربی سے واقف ہوں تاکہ وہ بھی اسی طرح اس کا فہم حاصل کریں جس طرح عربوں نے اسے سمجھا تھا؛ پھر وہ شخص (سمجھے) جو ان کی زبان نہیں جانتا، تو اس کے لیے وہ (عالم یامترجم) اس کا ترجمہ کرے جو ان کی زبان سے واقف ہو؛ اور قرآنِ کریم کے ذریعے اتمامِ حجت کا آغاز سب سے پہلے عربوں ہی پر کیا گیا اور انعام واحسان (کی ابتدا) بھی اولاً ان ہی سے ہوئی؛ کیونکہ وہ (اپنی مادری زبان ہونے کی وجہ سے اس کتاب کے معانی ومفاہیم کو دوسروں کے جاننے سے پہلے (براہِ راست) پہچاننے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ} [الدخان: 58]

اس قرآن کو ہم نے آپ کی زبان میں آسان کردیا تاکہ وہ سمجھیں۔

اور فرمایا:

{فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنْذِرَ بِهِ قَوْمًا لُدًّا} [مريم: 97]

سو ہم نے فرمان کو تیری زبان میں اس لیے آسان کیا ہے کہ تو اس سے پرہیزگاروں کو خوشخبری سنادے اور جھگڑنے والوں کو ڈرا دے۔

لفظ **اللُّدُّ** دراصل **الْأَلَدِّ** کی جمع ہے؛ اور اس (الدّ) سے مراد وہ شخص ہے جو مناظرے اور بحث وتکرار میں کج روی اختیار کرے، جو سیدھے راستے سے کتراتے ہوئے حق سے پہلو تہی کرتا اور بھاگتا ہے؛ جیساکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: «بیشک اللہ کے نزدیک تمام مردوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مبغوض وہ شخص ہے جو سخت جھگڑالو اور کج بحث (**الألدّ الخصم**) ہو؛ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد کہ:

{وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ} [ابراهيم: 4]

اور ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ انہیں سمجھا سکے۔ پس یہ حقیقت بالکل ویسی ہی ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے؛ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل قوم تو قریش ہی ہیں اور ان ہی کی زبان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا؛ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن میں کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ: ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر صرف اس کی قوم

کی طرف؛ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) رسول کو اللہ تعالیٰ اس کی قوم کی طرف بھی مبعوث فرماتا ہے اور اس کی قوم کے علاوہ دیگر اقوام کی طرف بھی؛ جیسا کہ خود نصاریٰ بھی یہی کہتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام اور حواریوں کو بنی اسرائیل کے علاوہ دیگر (اقوام) کی طرف بھی مبعوث فرمایا، حالانکہ وہ دیگر اقوام آپ علیہ السلام کی قوم میں سے نہیں تھیں؛ پس بعینہ اسی طرح (جس طرح تمہارے نزدیک مسیح علیہ السلام کی دعوت غیر قوموں کے لیے تھی)، اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آپ کی اپنی قوم اور آپ کی قوم کے علاوہ دیگر تمام اقوامِ عالم کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ لیکن (حقیقتِ حال یہ ہے کہ) رسول کو محض اس کی اپنی قوم ہی کی زبان دے کر اس لیے بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ ان اہلِ زبان کے سامنے (حقائق کو پوری طرح) کھول کر بیان کر دے؛ پھر ان کے سامنے اس بیان و تشریح کے واسطے سے دوسروں کے لیے بھی حق کا ابلاغ حاصل ہو جاتا ہے؛ خواہ وہ ابلاغ ان کی اپنی زبان اور ان کی اپنی بولی ہی میں کیوں نہ ہو۔ خواہ وہ ابلاغ غیر عربوں کے لیے ترجمے ہی کے ذریعے (حاصل ہو جائے)؛ اور اگر پیغامِ حق اولاً رسول کی اپنی قوم پر واضح نہ ہوتا، تو نہ ان کے لیے رسالت کا مقصد ہدایت حاصل ہو سکتا تھا اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور قوم کے لیے۔ پس جب پیغامِ حق اولاً رسول کی اپنی قوم پر واضح ہو گیا، تو ان (اہلِ زبان) کے واسطے سے ان کے لیے بھی اور ان کے علاوہ دوسروں کے لیے بھی بیان (اور حقیقت کا ابلاغ) حاصل ہو گیا؛ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم قریش ہی وہ لوگ ہیں جن کی طرف اولاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا اور اولاً ان ہی کو حق کی دعوت دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنی قوم ہی کو حق سے خبردار فرمایا؛ اور یاد رہے کہ اس (اولین انذار) میں ہرگز یہ دلیل موجود نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے علاوہ دوسروں کی طرف مبعوث نہیں کیا گیا؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب یہ پیغام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کی زبان میں ہونے کی وجہ سے اولاً ان پر واضح ہو گیا، تو اس کے بعد یہ ممکن ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے علاوہ دیگر اقوام بھی اس کی معرفت اور پہچان حاصل کر لیں۔ خواہ وہ غیر عرب اقوام اس پیغام کی معرفت خود ان عربوں کی زبان سیکھ کر حاصل کریں، اور خواہ وہ اس پیغام کی ایسی زبان کے ذریعے پہچان اور فہم حاصل کریں جس کو وہ خود سمجھتے ہوں (یعنی ترجمہ و تشریح کے ذریعے)۔ اسی طرح کوئی شخص علمِ طب یا اسی طرح کے کسی دوسرے علم یا علمِ حساب (ریاضی) میں اپنی قوم کی زبان میں کوئی کتاب لکھتا ہے، پھر اس کتاب کا ترجمہ کر دیا جاتا ہے اور اسے دوسری زبانوں کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے، اور یوں دیگر اقوام بھی اس سے نفع حاصل کرتی ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح طب اور حساب (ریاضی) کی ان کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا جو غیر عربی زبانوں میں تصنیف کی گئی تھیں، اور پھر عربوں نے ان سے نفع اٹھایا اور ان کتابوں کے مصنفین کی مراد و مقصود کو پوری طرح پہچان لیا۔ اگرچہ ان کتابوں کے مصنف نے اولاً انہیں صرف اپنی قوم کی زبان ہی میں تصنیف کیا تھا؛ اور جب یہ (ابلاغ اور ترجمے کا نظام) ان امور کی وضاحت میں کارگر ہے جن کا تعلق نہ تو آخرت کی سعادت اور کامیابی سے ہے اور نہ ہی اللہ کے عذاب سے نجات پانے سے۔ پس ان علوم کے بارے میں یہ بات کیسے محال

اور ناممکن ہو سکتی ہے جن سے آخرت کی سعادت اور کامیابی اور جہنم کے عذاب سے نجات وابستہ ہے کہ انہیں ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمے کے ذریعے منتقل کیا جائے؟ یہاں تک کہ دوسری زبان والے بھی ان تراجم کے ذریعے وہی مقصود و مراد سمجھ لیں جو اس (کلام) کو پہلی زبان میں اولاً بیان کرنے والے (متکلم) کی مراد تھی۔

فارس (ایران) کے فرزندوں (یعنی اہلِ فارس) نے جب اسلام قبول کیا، تو قرآنِ کریم کے ساتھ اپنی خاص عقیدت و محبت کی بنا پر انہوں نے کثیر تعداد میں مصاحف (قرآن کے نسخوں) کے تراجم کیے؛ چنانچہ وہ (ان نسخوں میں) متن کو عربی زبان میں لکھتے اور ساتھ ہی اس کا ترجمہ فارسی زبان میں تحریر کرتے تھے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اہلِ فارس اسلام کے ظہور سے پہلے لسانی، جغرافیائی اور مذہبی اعتبار سے مسلمانوں اور عربوں سے رومیوں اور نصاریٰ کی نسبت کہیں زیادہ دور تھے۔ پس جب مجوسی آتش پرست فارسیوں تک قرآن کے معانی اصلی عربی متن کے ذریعے اور اس کے فارسی ترجمے کے واسطے سے پہنچ چکے اور وہ اسے پوری طرح سمجھ چکے، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن کا پیغام اہل کتاب تک نہ پہنچا ہو؟ حالانکہ وہ اپنے عقائد اور جغرافیے کے اعتبار سے مسلمانوں کے فارسیوں کی نسبت کہیں زیادہ قریب تھے۔ اہل کتاب مسلمانوں کے قریب تر اس لیے ہیں کہ وہ عمومی اصول و مبادی جن کا ذکر قرآن کریم فرماتا ہے، ان اہل کتاب کے پاس ان اصولوں کے شواہد دلائل اور نظائر تورات، انجیل، زبور اور ان کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئیوں میں پہلے سے ہی موجود ہیں۔ بلکہ حقیقتِ قطعیہ تو یہ ہے کہ جس کسی نے بھی انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئیوں میں غور و خوض کیا اور قرآن کریم میں تدبر و تفکر کیا، وہ یقینِ کامل کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں۔ اسی طرح وہ یہ جزمِ یقینی بھی حاصل کر لیتا ہے کہ بے شک موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے برحق رسول ہیں؛ اس بنا پر کہ وہ طالبِ حق ان دونوں کتابوں یعنی تورات اور قرآن کے درمیان (بنیادی حقائق میں باہمی مطابقت اور ایک دوسرے کی تصدیق کا روشن مشاہدہ کر لیتا ہے، اس علم اور بصیرت کے ساتھ کہ بے شک موسیٰ علیہ السلام — (اور یہ جزمِ یقینی اس حقیقت پر مبنی ہے کہ طالبِ حق یہ جانتا ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام نے اپنا علم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ نہیں کیا تھا، اور نہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لائے ہوئے حقائق موسیٰ علیہ السلام سے حاصل کیے تھے۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم — آپ کے حالاتِ زندگی اور سیرت کی معرفت رکھنے والوں کے اتفاقِ رائے کے مطابق — اُمی تھے، اور ایسی ہی ایک اُمی ناخواندہ قوم عرب میں سے مبعوث ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ ہی میں مقیم اور سکونت پذیر رہے؛ حالانکہ ان اہلِ مکہ کے پاس کوئی ایسا (عالم یا متن) موجود نہ تھا جو تورات، انجیل یا زبور (جیسی کتابوں) کا حافظ (اور ان کے علوم کا جاننے والا) ہوتا، حقیقت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ مکہ کے درمیان سے کبھی طویل مدت کے لیے باہر نہیں نکلے تھے؛ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں مکہ سے باہر کبھی کوئی سفر نہیں فرمایا سوائے دو مرتبہ شام کے سفر کے؛ جن میں سے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچپن میں سنِ بلوغت کو پہنچنے

سے پہلے اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے۔ پہلے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے تھے؛ اور دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ہمراہ ان کی تجارت کی غرض سے سفرِ شام فرمایا، جبکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بیس سال سے کچھ اوپر تقریباً پچیس سال تھی؛ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رفقاء ساتھیوں کے ساتھ تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احوال اور ہر حرکت و سکنات سے بخوبی واقف تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی ایسے عالم سے ملاقات تک نہ فرمائی تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کا کوئی ادنیٰ حصہ بھی اخذ کیا ہو؛ نہ تو یہود کے علماء میں سے کوئی ایسا تھا، نہ نصاریٰ کے علماء میں سے، اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور میں سے؛ نہ وہ راہب بحیرا تھا اور نہ ہی اس کے سوا کوئی دوسرا، لیکن اصل واقعہ تو یہ تھا کہ راہب بحیرا نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوراً پہچان لیا؛ کیونکہ اس کے پاس پہلے سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات و صفات سابقہ کتبِ سماوی کی روشنی میں موجود تھیں؛ چنانچہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین اہلِ قافلہ کو اس حقیقت سے خبردار کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ خصوصاً یہودیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا انتظام کریں؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو بحیرا (راہب) سے اور نہ ہی اس کے سوا کسی اور سے علم کا ایک کلمہ بھی سیکھا تھا؛ اور ہم عنقریب اس حقیقت کو مزید واضح طور پر بیان کریں گے —— ان شاء اللہ۔ ہم عنقریب وہ کثیر دلائل اور براہین بیان کریں گے جو اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ کتاب میں سے کسی ایک فرد سے بھی علم کا ایک کلمہ تک اخذ نہیں کیا تھا؛ اور رہا بحیرا راہب کا قصہ، تو وہ (تاریخ میں) معروف و مذکور رہے جیسے ائمہ سیرت اور اصحابِ مسانید و سنن (محدثینِ کرام) نے اپنی کتب میں پوری تفصیل سے نقل کیا ہے۔

قَالَ الْحَافِظُ أَبُو عِيسَى مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ سَوْرَةَ التِّرْمِذِيُّ فِي جَامِعِهِ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ أَبُو الْعَبَّاسِ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَزْوَانَ أَبُو نُوحٍ أَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: (واقعہ یوں ہے کہ) ابو طالب تجارت کی غرض سے ملکِ شام کی طرف روانہ ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہمراہ تشریف لے گئے؛ جبکہ اس قافلے میں قریش کے جلیل القدر شیوخ بزرگ اور معززین کی ایک جماعت بھی شامل تھی پس جب قافلے والے اس راہب کی قیام گاہ کے قریب پہنچے، تو نیچے اترے اور اپنی سواریوں کے کجاوے کھول کر پڑاؤ ڈالا؛ چنانچہ وہ راہب (غیر معمولی طور پر) ان کی طرف نکل آیا، حالانکہ اس سے پہلے بھی وہ لوگ اکثر اس کے پاس سے گزرا کرتے تھے، لیکن وہ کبھی ان کی طرف باہر نہیں نکلتا تھا اور نہ ہی ان کی جانب کوئی توجہ کرتا تھا؛ اس نے کہا: پس اہلِ قافلہ ابھی اپنے کجاوے کھول ہی رہے تھے کہ راہب ان کے درمیان تیزی سے راستہ بناتے ہوئے چلنے لگا، یہاں تک کہ وہ آپ کے قریب پہنچ گیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک پکڑ لیا؛ پھر پوری عقیدت و یقین کے ساتھ پکار اٹھا: یہ تمام جہانوں کے سردار ہیں، یہ رب العالمین کے برحق

رسول ہیں، اللہ انہیں تمام جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ پس قریش کے ان جلیل القدر شیوخ نے اس راہب سے تعجب کے ساتھ سوال کیا: تمہیں اس حقیقت کا کیسے علم ہوا؟ راہب نے جواب دیا: بے شک تم لوگ جب اس گھاٹی (عقبہ) سے نمودار ہوئے اور نیچے اترے، تو تمہارے قافلے میں موجود اس ہستی کی برکت سے کوئی درخت اور کوئی پتھر ایسا باقی نہ بچا جو سجدہ ریز ہو کر نہ گر پڑا ہو؛ اور یہ جمادات و نباتات کسی کے لیے سجدہ نہیں کرتے سوائے ایک نبی کے راہب نے مزید کہا: اور بے شک میں انہیں مہرِ نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو ان کے کندھے کی ہڈی کے نچلے حصے میں ایسے ابھری ہوئی ہے جیسے کہ سیب کا پھل ہو؛ پھر وہ راہب اپنی قیام گاہ کی طرف لوٹ گیا اور ان اہلِ قافلہ کے لیے کھانا تیار کیا؛ پھر جب وہ کھانا لے کر ان کے پاس آیا —— اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹوں کی چرائی (نگہبانی) میں مصروف تھے —— تو اس راہب نے اصرار کیا کہ: انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا بھیجو؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کے سرِ مبارک پر ایک بادل کا ٹکڑا سائے کی طرح چھایا ہوا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ فگن تھا؛ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ قافلہ کی اس جماعت کے قریب پہنچے، تو آپ نے دیکھا کہ وہ (پہلے ہی سے) درخت کے سائے (کی جگہ) پر آپ سے سبقت لے جا چکے ہیں (اور وہاں جگہ باقی نہ رہی تھی)؛ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے کنارے تشریف فرما ہوئے، تو درخت کا سایہ (خود بخود اپنی جگہ سے ہٹ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب مائل ہو گیا (تاکہ آپ پر سایہ کر سکے) پس اس راہب نے اہلِ قافلہ سے کہا: اس درخت کے سائے کو دیکھو کہ وہ کس طرح اپنی جگہ چھوڑ کر ان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب مائل ہو گیا ہے؛ راوی کہتا ہے: چنانچہ وہ راہب اسی اثنا میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا اور انہیں اللہ کا واسطہ دے کر اور تاکیداً یہ التجا کرنے لگا کہ وہ ان (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (اپنے ساتھ آگے) روم کی طرف ہر گز نہ لے کر جائیں، راہب نے تاکیداً کہا: کیونکہ اہلِ روم اگر انہیں دیکھ لیں گے، تو وہ ان کی آسمانی علامات وصفات کی بنا پر انہیں فوراً پہچان لیں گے اور پھر حسد و دشمنی میں انہیں قتل کر ڈالیں گے؛ چنانچہ ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ اس راہب نے اچانک مڑ کر دیکھا، تو کیا دیکھتا ہے کہ روم کی جانب سے سات آدمی چلے آ رہے ہیں؛ پس وہ راہب آگے بڑھ کر ان کے استقبال کے لیے پہنچا پس راہب نے ان سے دریافت کیا: تمہیں یہاں کیا چیز لے کر آئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم اس لیے آئے ہیں کہ یقیناً یہ نبی اسی مہینے میں نکلنے والا ظاہر ہونے والا ہے؛ چنانچہ کوئی راستہ ایسا باقی نہیں بچا جس کی طرف حکمرانوں نے لوگوں کو نہ بھیج دیا ہو؛ اور ہمیں تمہارے اسی راستے کے متعلق خبر دی گئی تھی کہ ان کا گزر یہیں سے ہو گا (لہٰذا ہم یہاں پہنچے ہیں)۔

پس راہب نے ان سے دریافت کیا: بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ کسی امر کا فیصلہ فرما لے کہ اسے پورا کر کے رہے گا، تو کیا لوگوں میں سے کوئی ایک بھی اسے رد کرنے یا ٹالنے کی طاقت رکھتا ہے؟ ان سب رومیوں نے یک زبان ہو کر جواب دیا: نہیں۔ راوی کہتا ہے: چنانچہ ان رومیوں نے اس راہب کی بات مان لی اور اس کی پیروی کی اور وہ اپنا دشمنی کا ارادہ ترک کر کے اسی کے پاس ٹھہر گئے۔ راوی کہتا

ہے: پھر راہب نے پکار کر کہا: اے گروہِ عرب! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تم میں سے اس بچے کا سرپرست کون ہے؟ ابو طالب نے جواب دیا: میں ہوں؛ پس وہ راہب مسلسل (اللہ کا واسطہ دے کر) ابو طالب سے التجا کرتا رہا کہ انہیں واپس لے جاؤ یہاں تک کہ ابو طالب نے ان کی حفاظت کے پیشِ نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ واپس بھیج دیا؛ اور راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر کے توشے کے طور پر کچھ کعک (خشک نان/بسکٹ) اور زیتون کا تیل بھی دیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے صرف اسی طریق سند سے جانتے ہیں؛ اور اسے امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں عباس بن محمد کی روایت سے، انہوں نے قراد بن نوح سے نقل کیا ہے؛ اور عباس بن محمد نے بیان کیا ہے کہ قراد کے علاوہ کسی اور نے اس سند کے ساتھ یہ حدیث بیان نہیں کی، حالانکہ یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل جیسے جلیل القدر ائمہ نے خود اسے قراد سے سماع کیا سنا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ان کی مراد یہ تھی کہ ان مذکورہ راویوں کے سوا کسی اور نے اس خاص سند کے ساتھ یہ حدیث بیان نہیں کی؛ لیکن جہاں تک اس واقعے کے اصل قصے کا تعلق ہے، تو وہ ائمہ مغازی سیرت نگاروں کے نزدیک نہایت مستند اور مشہور و معروف ہے۔

امام ابنِ سعد نے الطبقات میں بیان کیا ہے کہ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ قَالَ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ برس کی عمر مبارک کو پہنچے، تو ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہمراہ ملکِ شام کی طرف لے کر نکلے؛ یہ اس تجارتی قافلے کا سفر تھا جس میں وہ تجارت کی غرض سے روانہ ہوئے تھے؛ پس ان سب نے راستے میں بحیرا راہب کے ہاں قیام کیا؛ پس بحیرا راہب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ابو طالب سے وہ سب کچھ بیان کر دیا جو اسے کہنا تھا (یعنی ان کی نبوت کی نشانیاں اور مستقبل کی عظمت کی خبر دے دی)، اس راہب نے ابو طالب کو حکم دیا اور تاکید کی کہ وہ ان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سخت حفاظت کریں؛ چنانچہ ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ راستے ہی سے مکہ واپس لے آئے؛ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے بچپن اور جوانی کے بقیہ ایام) ابو طالب ہی کی زیرِ نگرانی (مکہ میں) پرورش پاتے ہوئے گزارے، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ وقت نگہبانی اور حفاظت فرماتا رہا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاص حصارِ حفاظت میں لے کر دورِ جاہلیت کے تمام امور بدعات و رسومات اور اس کی ہر قسم کی عیوب و برائیوں سے محفوظ رکھا؛ یہ سب اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علمِ ازلی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جس بزرگی اور تکریم یعنی مقامِ نبوت سے نوازنا چاہا تھا (اس کے لیے آپ کا وجودِ اطہر ہر عیب سے پاک رہے)۔ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنِ بلوغت کو پہنچ کر ایک کامل مردِ جواں بنے، تو اپنی قوم میں مروت اور جوانمردی کے لحاظ سے سب سے افضل، اخلاق کے

اعتبار سے سب سے حسین، میل جول اور معاشرت میں سب سے زیادہ کریم، حلم (بردباری) اور امانت داری میں سب سے عظیم، اور بات کی سچائی میں سب سے بڑھ کر صادق ثابت ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فحش گوئی بد کلامی اور کسی کو ایذا دینے تکلیف پہنچانے سے سب سے زیادہ دور رہنے والے تھے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی سے گالی گلوچ کرتے ہوئے دیکھا گیا اور نہ ہی جھگڑا اور بے جا بحث کرتے ہوئے؛ یہاں تک کہ آپ کی قوم نے آپ کا نام ہی الامین (انتہائی امانت دار اور قابل بھروسہ) رکھ دیا، کیونکہ آپ کی ذاتِ اقدس میں تمام پاکیزہ اوصاف اور نیک خصلتیں یکجا ہو چکی تھیں۔

ابن جوزی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ: ابو طالب ملکِ شام کی طرف نکلے اور ان کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے، اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ مبارک بارہ سال، دو ماہ اور دس دن تھی؛ پس اس قافلے نے بُصریٰ کے مقام پر قیام کیا، اور وہاں عیسائیوں کا ایک راہب رہتا تھا — جسے بحیرا کہا جاتا تھا — جو اپنی ایک خانقاہ عبادت گاہ میں مقیم تھا اور وہ دینِ نصرانیت کا بہت بڑا عالم تھا اس مخصوص خانقاہ میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی ایسا راہب مقیم رہتا تھا جس تک نصرانیت کا تمام تر قدیم علم نسل در نسل بڑے عالم سے چھوٹے عالم تک منتقل ہوتا چلا آرہا تھا، اور اس خانقاہ میں ایسی (قدیم) کتابیں موجود تھیں جن کا وہ (علماء) مطالعہ و تدریس کیا کرتے تھے؛ اور اکثر ایسا ہوتا کہ (قریش کے) قافلے وہاں سے گزرتے مگر وہ (راہب) کبھی ان سے کلام تک نہ کرتا تھا (یعنی ان کی طرف التفات نہ فرماتا تھا)، یہاں تک کہ جب وہ سال آیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ تھے، تو انہوں (اہلِ قافلہ) نے اس خانقاہ کے قریب ہی ایک جگہ قیام کیا؛ پس اس راہب نے ان کے لیے خاص طور پر کھانا تیار کیا اور خود آگے بڑھ کر انہیں اس ضیافت کی دعوت دی راہب کو اس ضیافت پر محض اس چیز (یعنی عظیم معجزے) نے ابھارا تھا جس کا اس نے (اپنی آنکھوں سے) مشاہدہ کر لیا تھا؛ پس جب بحیرا نے وہ (منظر) دیکھا تو (فوراً) اپنی خانقاہ سے نیچے اتر آیا، اور اس کھانے کا حکم دیا (جو اس نے تیار کیا تھا) چنانچہ اسے حاضر کیا گیا، اور اس نے (اہلِ) قافلہ کی طرف پیغام بھیجا اور راہب نے پکار کر کہا: اے گروہِ قریش! میری یہ خواہش ہے کہ آپ سب کے سب میرے اس کھانے پر حاضر ہوں، اور آپ میں سے کوئی ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے (بلکہ ہر چھوٹا بڑا، آزاد اور غلام اس میں شریک ہو)؛ چنانچہ ان (قریش کے لوگوں) سے کہا: اور یہ ایسی بات ہے جس سے تم میری تکریم کرو گے یعنی میری دعوت قبول کرنا میرے لیے اعزاز ہوگا؛ چنانچہ جب وہ سب اس (راہب) کے پاس حاضر ہوئے، تو وہ (راہب) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت گہری اور باریک بین نظروں سے مشاہدہ کرنے لگا، اور (مسلسل) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر (اور حرکات و سکنات) کو دیکھتا رہا؛ جب راہب مسلسل اور گہری نظروں سے مشاہدہ کر رہا تھا، تو ابو طالب اس راہب کی حرکات کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اندیشوں اور خوف میں مبتلا ہونے لگے؛ پھر جب راہب اپنا مشاہدہ مکمل کر چکا تو اس نے ابو طالب سے کہا: اپنے اس بھتیجے کو لے کر (فوری طور پر مکہ) واپس لوٹ جایئے؛ کیونکہ یقیناً ان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان بہت عظیم ہونے والی ہے (یعنی یہ بچہ مستقبل میں

ایک بہت بڑے مرتبے پر فائز ہوگا)؛راہب نے مزید کہا: کیونکہ یقیناً ہم ان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات اپنی آسمانی کتابوں میں پاتے ہیں اور ہمارے آباواجداد صدیوں سے اسی طرح روایت کرتے چلے آرہے ہیں؛ چنانچہ جب وہ لوگ تجارتی معاملات سے فارغ ہوئے، توابو طالب (راہب کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر تیزی کے ساتھ مکہ واپس لوٹ گئے؛اور اس (واقعے) کے بعد ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (کسی دوسرے سفر پر) ساتھ لے کر نہیں نکلے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (دشمنوں کے شر سے) محفوظ رہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ باوجود اس کے کہ قرآنِ کریم میں اہل کتاب کے ان عقائد کا رد موجود ہے جن میں انہوں نے تحریف کرڈالی تھی؛ مثلاًان کا یہ دعویٰ کہ مسیح علیہ السلام کو سولی دی گئی تھی،اور ان اہلِ کتاب میں سے بعض کا یہ قول کہ :اور قرآن نے ان کے اس قول کی بھی تردید کی کہ عیسیٰ علیہ السلام معاذاللہ خود الٰہ ہیں،اور ان اہلِ کتاب میں سے بعض کے اس قول کی بھی کہ وہ جادوگر تھے؛اوراسی طرح قرآن نے ان کے حضرت سلیمان علیہ السلام پر طعن وتشنیع کا بھی رد فرمایااور ان کے اس قول کا بھی کہ سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے؛غرض اس طرح کی دیگر مثالیں یہ واضح کردیتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ علوم)ان سے ہر گز حاصل نہیں کیے تھے۔قرآنِ کریم میں انبیاء علیہم السلام کے ایسے واقعات بھی موجود ہیں جو تورات اور انجیل میں سرے سے پائے ہی نہیں جاتے؛ جیسے کہ حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السلام اور ان کی قوموں کے قصے وغیرہ۔

قرآنِ کریم میں قیامت (اور حشر ونشر) کا تذکرہ،اس کی (جملہ) تفصیلات، جنت ودوزخ کے اوصاف،اور (اہلِ جنت کے لیے) نعمتوں اور (اہلِ نار کے لیے) عذاب کی ایسی (جامع اور مفصل) کیفیت بیان کی گئی ہے، جس کی نظیر تورات اور انجیل میں (سرے سے) موجود ہی نہیں ہے۔بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تورات میں مرنے کے بعد لوٹنے یعنی قیامت وآخرت کا کوئی صریح تذکرہ موجود ہی نہیں ہے؛اوراس تورات میں جزاوسزا کا جتنا بھی عمومی ذکر پایاجاتاہے،وہ محض دنیا ہی سے متعلق ہے؛ جیسے نیکی پر رزق، نصرت اور اچھے انجام کا وعدہ،اور برائی پر قحط، بیماریوں اور دشمنوں کے غلبے کی وعید۔اگرچہ قیامت وآخرت کا تذکرہ تورات کے علاوہ دیگر انبیاء کی پیش گوئیوں میں موجود ہے،اوراسی وجہ سے اہل کتاب معاد (مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے) اور قیامتِ کبریٰ کے برپا ہونے کا اقرار کرتے تھے؛اور یہ بھی کہا گیاہے کہ یہ آخرت کا ذکر خود تورات میں بھی موجود ہے، لیکن وہاں اس وضاحت اور بسط کے ساتھ بیان نہیں ہوا جس طرح تورات کے علاوہ دیگر کتب (خصوصاً قرآن) میں اسے تفصیل سے بیان کیا گیاہے۔

فصل: نصاریٰ کے اس دعوے کارد کہ انجیل کے مترجم حواری معصوم تھے

پس اگر نصاریٰ یہ کہیں کہ : بے شک ہمارے پاس جو کتابیں ہیں —— یعنی تورات، انجیل اوران کے علاوہ (دیگر صحف) —— ان کا ترجمہ ہمارے لیے حواریوں نے کیاہے، اور وہ (حواری) ہمارے نزدیک (اللہ کے) معصوم رسول ہیں؛ اور انہوں نے ان (کتب) کا ترجمہ تمام امتوں (کی زبانوں) میں کر دیاہے، بر خلاف قرآن کے (کہ وہ صرف ایک زبان میں ہے)، پس (ان کااعتراض یہ ہے کہ) بے شک اس (قرآن) کاترجمہ تو محض وہی لوگ کرتے ہیں جو معصوم نہیں ہیں؛ تو (یادرہے کہ) اس (اعتراض) کے کئی (دندان شکن علمی) جوابات ہیں۔

ان (جوابات) میں سے پہلا یہ ہے کہ : بے شک یہ دعویٰ ایک کھلا ہوا جھوٹ ہے؛ کیونکہ عربوں میں نصاریٰ (عیسائیوں) کی اتنی بڑی تعداد موجود تھی جن کا شمار اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں کر سکتا؛ اور ان میں بہت سے ایسے نصاریٰ تھے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے (کافی عرصہ) پہلے نصرانیت اختیار کر چکے تھے، ان (عرب کے نصرانیوں) میں ایک ایسی قوم بھی موجود تھی جو مسیح علیہ السلام کے اس اصل دین پر قائم تھی جس میں کوئی تبدیلی یا تحریف نہیں ہوئی تھی؛ اور وہ لوگ حقیقت میں مؤمن تھے اور اہل جنت میں سے ہیں، بالکل ان تمام لوگوں کی طرح جو (ابتداء ہی سے) مسیح علیہ السلام کے سچے دین پر قائم رہے تھے، پس بے شک وہ ہر شخص، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے مسیح علیہ السلام کے اس خالص دین پر قائم رہا جس میں کوئی تبدیلی اور تحریف نہیں کی گئی تھی، پس ایسا شخص حقیقت میں مومن اور مسلم ہے اور وہ اہل جنت میں سے ہے۔

اس حقیقت کے باوجود کہ عرب میں عیسائی موجود تھے، روئے زمین پر کوئی ایسی تورات یا انجیل موجود نہیں ہے جو حواریوں کے عہد سے معرب (یعنی عربی زبان میں منتقل شدہ) چلی آرہی ہو؛ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) عبرانی تورات کو بعد کے ادوار میں عبرانی زبان یا کسی دوسری زبان سے عربی میں منتقل کیا جاتا رہا ہے، اور اسی طرح انجیل کا حال بھی یہی ہے کہ اسے (اصل زبانوں سے نہیں، بلکہ) رومی، سریانی، یونانی یا دیگر زبانوں سے عربی زبان میں منتقل کیا جاتا رہاہے پس اگر تمہارے دعوے کے مطابق ہر امت کے پاس ان کی اپنی زبان میں (حواریوں کی مترجمہ) تورات، انجیل اور دیگر کتبِ انبیاء موجود ہوتیں، تو عرب کے نصاریٰ اس عربی ترجمے کے سب سے زیادہ حقدار تھے، بہ نسبت حبشہ، صقالبہ (سلاوی اقوام) اور ہندوستان کے نصاریٰ کے کیونکہ وہ عرب کے نصاریٰ بیت المقدس کے قریبی ہمسائے تھے، اور وہ نسب کے اعتبار سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بھی تھے۔ مشہور اناجیل نصاریٰ کے نزدیک چار ہیں؛ اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ان میں سے ہر ایک (انجیل) کو کسی (خاص) زبان میں لکھا گیاہے؛ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ یہ اناجیل عبرانی، رومی (لاطینی) اور یونانی زبانوں میں لکھی گئی تھیں، باوجود اس کے کہ ان چاروں اناجیل میں سے بعض میں وہ مضامین اور اقوال موجود ہیں جو بعض دوسری اناجیل میں نہیں پائے جاتے؛ جیسے کہ (ان کی ایک انجیل میں موجود) ان کا یہ قول:

لوگوں کو باپ، بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ (غسلِ اصطباغ) دو،(یعنی وہ تثلیث کا تذکرہ) جس کو نصاریٰ نے اپنے دین کی اصل اور بنیاد قرار دے لیا ہے؛ حالانکہ (حقیقت یہ ہے کہ) یہ محض ان کا اپنا خود ساختہ قول ہے جو انہوں نے انجیل کی طرف منسوب کرر کھا ہے: (یعنی یہ تثلیث والا جملہ صرف) متی کی انجیل (Gospel of Matthew) میں (موجود) ہے، جب صورتحال یہ ہے کہ ان چاروں مصنفین میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی زبان میں الگ الگ انجیل لکھی ہے، تو ثابت ہوا کہ وہاں کوئی ایک ایسی انجیلِ اصلی موجود ہی نہیں تھی جس کی طرف یہ تمام اناجیل تصدیق کے لیے رجوع کرتیں، پھر نصاریٰ اس تمام تر ابہام کے باوجود یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کتب کا ترجمہ بہتّر (72) زبانوں میں کیا گیا ہے؛ حقیقت یہ ہے کہ ان کے اس دعوے میں جھوٹ اور تناقض (تضاد) کی ایسی ایسی باتیں موجود ہیں جن پر ہم —— ان شاءاللہ —— (عنقریب) خبر دار کریں گے (اور ان کی حقیقت واضح کریں گے)، اگرچہ ان کے دعوے کے مطابق ان کے (تراجم کا) انتہائی درجہ یہی ہے کہ ان (کتب) کا ترجمہ بہتّر (72) زبانوں میں کیا گیا ہے؛ حالانکہ یہ بات (بالکل) معلوم و معروف ہے کہ روئے زمین کے تمام آباد حصوں میں —— خواہ ہمارے زمانے میں ہو یا ہم سے پہلے کے ادوار میں —— بنی آدم کی (بولی جانے والی) زبانیں اس (تعداد) سے کہیں زیادہ ہیں، جیسا کہ وہ شخص بخوبی جانتا ہے جو دنیا کے (جغرافیائی اور لسانی) احوال سے واقفیت رکھتا ہے؛ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک ہی زبان —— جیسے عربی، فارسی اور ترکی —— محض ایک جنس (General Category) کی حیثیت رکھتی ہے جس کے تحت (لسانی اعتبار سے) ایسی مختلف انواع (اور لہجے) پائے جاتے ہیں کہ ان میں سے بعض (گروہ) دوسروں کی زبان (اور کلام) کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں، (اور یہ زبانوں کا اختلاف اس قدر ہے کہ کوئی دوسری زبان کا کلام سمجھ ہی نہیں سکتا) سوائے اس کے کہ کوئی شخص ان (اہلِ زبان) سے اسے (باقاعدہ) سیکھے؛ اور (حقیقت یہ ہے کہ) عرب تمام امتوں میں بنی اسحاق (یعنی بنی اسرائیل) سے سب سے زیادہ قریب تھے: اور عرب تمام امتوں میں بنی اسحاق یعنی بنی اسرائیل اور عیص بن اسحاق کے سب سے زیادہ قریب تھے؛ کیونکہ وہ عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اور بنی اسرائیل کے پڑوسی بھی ہیں؛ بے شک اہل حجاز تو (ملکِ) شام کے (بالکل متصل) ہمسائے ہیں۔ اور مکہ (کا یہ حال تھا کہ وہاں) ہمیشہ سے عرب کے تمام قبائل حج کے لیے آیا کرتے تھے؛ (لیکن اس مرکزیت کے باوجود) عربوں کے پاس حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد سے چلی آنے والی کوئی ایسی تورات یا انجیل کبھی موجود نہیں رہی جو عربی زبان میں ہو، بلکہ (حقیقت تو یہ ہے کہ) مکہ میں نہ تو کوئی تورات موجود تھی اور نہ ہی انجیل؛ خواہ وہ عربی میں منتقل شدہ (مترجم) ہو یا غیر عربی (اپنی اصل زبان) میں؛ اور اسی (حقیقتِ واقعہ) کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے (قرآنِ کریم میں) ارشاد فرمایا:

{لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ} [القصص: 46]

تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

پس یہ دعویٰ کیسے درست مانا جاسکتا ہے کہ حواریوں نے تورات اور انجیل کا ترجمہ بنی آدم کی ہر اس قوم کے لیے کر دیا تھا جو مشرق و مغرب اور جنوب و شمال میں پھیلی ہوئی ہے، اور وہ بھی ایسی زبان میں جسے وہ قومیں خود سمجھ سکیں؟ کیا ایسا لغو اور بے بنیاد دعویٰ وہی شخص نہیں کر سکتا جو لوگوں میں سب سے بڑا جھوٹا اور سب سے بڑا جاہل ہو؟

دوسرا پہلو (جس سے ان کے دعوے کا بطلان ہوتا ہے) یہ ہے کہ یہ کہا جائے: ایک زبان سے دوسری زبان میں کسی کلام کا ترجمہ کرنا بذاتِ خود اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ (ترجمہ کرنے والا لازماً) معصوم ہو بلکہ یہ ترجمہ کرنا ایک ایسا معاملہ ہے جسے تمام قومیں بخوبی جانتی ہیں؛ چنانچہ ہر وہ شخص جو دو زبانوں کی کامل پہچان رکھتا ہو، اس کے لیے کسی بھی کلام کا ترجمہ کرنا ممکن ہے کسی ترجمے کی صحت کا علم اس صورت میں حاصل ہوتا ہے جب مترجمین کی تعداد بہت زیادہ ہو، وہ مختلف مقامات پر بکھرے ہوئے ہوں، اور ان کے درمیان باہمی سازش کے ذریعے جھوٹ پر متفق ہو جانے کا کوئی امکان نہ ہو کبھی کسی مترجم کی سچائی کا علم ان قرائن اور علامات سے حاصل ہوتا ہے جو ان میں سے کسی ایک کی خبر کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں، یا اس کے علاوہ دیگر ذرائع سے علم حاصل ہوتا ہے؛ اور یہ بات علمی دنیا میں موجود اور معروف ہے؛ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب کسی کلام کا ترجمہ ایسے دو افراد کریں جن میں سے ہر ایک دوسرے کی کہی ہوئی بات سے پہلے سے واقف نہ ہو تب بھی سچائی واضح ہو جاتی ہے: اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کی بات سے واقف نہ ہو اور نہ ہی ان کا جھوٹ پر کوئی باہمی اتفاق ہوا ہو، تو اس طریقہ کار سے عموماً مطلوبہ مقصد (یعنی سچائی کا علم) حاصل ہو جاتا ہے؛ اور نصاریٰ خود یہ ذکر کرتے ہیں کہ تورات کا ترجمہ یہودیوں کے بہتّر (72) علماء نے کیا تھا اور وہ سب کے سب معصوم نہ تھے، لیکن اس وقت کے بادشاہ نے انہیں الگ الگ کمروں میں ایک دوسرے سے جدا کر دیا تھا تا کہ وہ جھوٹ پر باہمی سازش نہ کر سکیں، چنانچہ اس کے باوجود وہ سب ایک ہی ترجمے پر متفق ہو گئے؛ اور یہ واقعہ بیت المقدس کی پہلی تباہی کے بعد کا ہے، پس اسی طریقے سے تورات کے علاوہ دیگر کتب کا ترجمہ بھی ممکن ہے۔

یہی تورات، انجیل اور زبور ہمارے موجودہ زمانے میں بھی عربی زبان میں ترجمہ کی جاتی ہیں (اور لوگ انہیں اپنی زبان میں منتقل کرتے رہتے ہیں) ان تراجم کے ذریعے کتاب کا مقصود و مدعا بلا شبہ معلوم ہو جاتا ہے؛ تو پھر اس قرآن کے بارے میں کیا خیال ہے جس کے ماننے والے (اہلِ قرآن) اس کے معانی کو براہِ راست سمجھتے ہیں، اس کی عظیم الشان تفسیر کرتے ہیں، اور اس کا ترجمہ (دیگر زبانوں میں) اس سے کہیں زیادہ کامل اور احسن طریقے سے کرتے ہیں جس طرح اہل تورات و انجیل اپنی تورات اور انجیل کا ترجمہ کرتے ہیں؟

تیسرا پہلو (ان کے دعوے کے بطلان میں) یہ ہے کہ: حواریوں میں سے ہر ایک کے متعلق عصمت کا دعویٰ کرنا، اور یہ ماننا کہ وہ اللہ کے ایسے ہی صاحبِ وحی رسول تھے جن کا مرتبہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے برابر ہے؛ علمی و نقلی طور پر ایک

ممنوع دعویٰ ہے اور سراسر باطل ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ وہ حواری محض مسیح علیہ السلام کے بھیجے ہوئے قاصد (رسول) تھے؛ان کی حیثیت بالکل ویسی ہی تھی جیسی حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے قاصدوں کی تھی، اکثر نصاریٰ — بلکہ ان میں سے بہت سے یا وہ سب کے سب — یہ کہتے ہیں کہ وہ حواری اللہ کے رسول تو تھے مگر نبی نہیں تھے؛ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو نبی نہ ہو وہ اصطلاحی طور پر اللہ کا رسول بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ہی وہ معصوم ہوتا ہے، اگرچہ اس سے خوارقِ عادات کرامات کا ظہور ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ مسلمانوں اور دیگر امتوں کے اولیاء اللہ (کے ہاتھوں کرامات ظاہر ہوتی ہیں)، پس حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ ان حواریوں سے خوارقِ عادات (معجزانہ امور) پر مبنی کرامات کا ظہور ہوا، تب بھی وہ خطا سے معصوم نہیں تھے؛ کیونکہ وہ خوارق (کرامات) جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ صالحین کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہیں (وہ ان کے دعوائے نبوت کی دلیل نہیں ہوتے)، وہ (خوارقِ عادات) اکثر علماء کے نزدیک اس بات پر بھی دلالت نہیں کرتے کہ ان کے حاملین لازماً اللہ کے ولی ہی ہیں، چہ جائیکہ ان کے معصوم ہونے پر استدلال کیا جائے، کیونکہ اللہ کا (حقیقی) ولی تو وہی ہے جس کی موت ایمان (کامل) پر واقع ہو؛ جبکہ محض کسی خارقِ عادت واقعے (کرامت یا عجوبے) کا صدور اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اس شخص کی موت ایمان ہی پر ہو گی، بلکہ (ممکن ہے کہ) کبھی اس کی حالت بدل جائے (اور وہ راہِ راست سے بھٹک جائے)؛ اگر ہم بالفرض یہ قطعی فیصلہ بھی کر لیں کہ کوئی شخص اللہ کا (سچا) ولی ہے — جیسا کہ اس شخص کی مثال جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ خبر دی ہو کہ وہ اہل جنّت میں سے ہے — تب بھی شریعت کا یہ اصول ہے کہ اس کی کہی ہوئی ہر بات پر ایمان لانا واجب نہیں ہے: اگر اس ولی یا جنتی شخص کی کہی ہوئی بات انبیائے کرام علیہم السلام کے فرمودات کے موافق نہ ہو تو وہ قابلِ قبول نہیں؛ بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کلام کے، کیونکہ وہ تو اللہ کی طرف سے معصوم ہوتے ہیں، یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام کے پہنچائے ہوئے پیغام تبلیغِ وحی میں کوئی غلطی برقرار رہ جائے؛ اور اسی عصمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان تمام انبیاء پر ایمان لانا واجب کیا ہے، اور جو کوئی ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے وہ یقیناً کافر ہے۔ جو شخص ان انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک کی بھی شان میں گستاخی کرے یا سبّ و شتم کرے، تو شریعتِ اسلام کے مطابق اسے قتل کرنا واجب ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

{قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ}[البقرة:136]

کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو ابراھیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم کسی ایک میں ان میں سے فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

{فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ} [البقرة:137]

پس اگر وہ بھی ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پا گئے، اور اگر وہ نہ مانیں تو وہی ضد میں پڑے ہوئے ہیں، سو تمہیں ان سے اللہ کافی ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ} [البقرة:285]

رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا ہے اور مسلمانوں نے بھی مان لیا، سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے، (کہتے ہیں کہ) ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے، اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور مان لیا، اے ہمارے رب تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اس پورے مسئلے کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

فصل: اس دعوے کا رد کہ اُن کے پاس آنے والے رسول کافی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ضرورت نہیں

رہا ان نصاریٰ کا یہ قول کہ: ہم پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع لازم نہیں ہے، کیونکہ ہمارے پاس تو ان سے پہلے ہی ایسے رسل (قاصد/انبیاء) آچکے ہیں جنہوں نے ہماری اپنی زبانوں میں ہم سے کلام کیا اور ہمیں ہمارے اس دین سے باخبر کیا جس پر ہم آج کے دن تک قائم ہیں؛ اور انہوں نے تورات وانجیل ہماری اپنی زبان میں ہمارے سپرد کیں، جس حقانیت پر خود وہ کتاب (قرآن) بھی گواہی دیتی ہے جسے یہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں، چنانچہ وہ سورہ ابراہیم میں فرماتا ہے:

{وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ} [ابراهيم:4]

اور ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

(نصاریٰ نے اپنے موقف کی تائید میں) کہا کہ: خود قرآن میں سورۂ نحل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا} [النحل: 36]

اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں یہ پیغام دے کر رسول بھیجا۔

پس نصاریٰ کے اس پورے استدلال کا جواب کئی پہلوؤں سے دیا جائے گا: ان میں سے پہلا پہلو یہ ہے کہ: تمہاری طرف ماضی میں کسی رسول کا بھیجا جانا ثابت ہو جانا، اس بات کے لیے قطعاً مانع نہیں ہے کہ اللہ کی طرف سے کوئی دوسرا رسول بھی تشریف لائے، کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ بنی اسرائیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور وہ ایک طویل عرصے تک تورات کی شریعت پر قائم رہے، پھر اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان ہی کی طرف مسیح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا بنی اسرائیل پر مسیح علیہ السلام پر ایمان لانا واجب تھا؛ اور جو کوئی ان پر ایمان نہ لایا وہ کافر قرار پایا، اگرچہ وہ یہ عذر ہی کیوں نہ پیش کرتا کہ میں تو اس کتاب تورات کے ساتھ مضبوطی سے وابستہ ہوں جو میری طرف نازل کی گئی تھی۔

پس بالکل اسی طرح، جب اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمادیا، تو اب ان پر ایمان لانا واجب ہو گیا؛ اور جو ان پر ایمان نہ لایا وہ یقیناً کافر قرار پایا، ٹھیک اسی طرح جیسے بنی اسرائیل میں سے وہ لوگ کافر قرار پائے تھے جنہوں نے مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تھا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کے ساتھ تعلق اور اختصاص اس تعلق سے کہیں زیادہ بڑھ کر تھا جو رومیوں اور دیگر قوموں کا مسیح علیہ السلام اور انجیل کے ساتھ ہے؛ کیونکہ بنی اسرائیل بھی عبرانی تھے اور تورات بھی عبرانی زبان میں تھی۔

دوسرا پہلو ان کے موقف کے رد میں یہ ہے کہ: ان کا یہ دعویٰ کرنا کہ وہ اس وقت بھی اسی دین پر مضبوطی سے قائم ہیں جسے حواریوں نے مسیح علیہ السلام سے نقل کیا تھا ان کا یہ دعویٰ ایک کھلا ہوا جھوٹ ہے؛ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کے موجودہ دین کا بیشتر حصہ —— خواہ اس کا تعلق عقائد سے ہو یا شرائع اعمال سے —— مثلاً ان کی امانت (عقیدۂ تثلیث کا عہد نامہ)، مشرق کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا، اور گرجوں میں تصاویر اور مجسمے نصب کرنا ان تصویروں اور مجسموں کو اللہ اور بندے کے درمیان واسطہ بنانا، ان کے حاملین (صاحبانِ تصاویر/مقدسین) سے سفارش طلب کرنا، ان کے ناموں پر تہوار (ایامِ عید) منانا، ان کے ناموں پر گرجے تعمیر کرنا، نیز خنزیر کو حلال کر لینا، ختنہ ترک کر دینا اور رہبانیت (ترکِ دنیا) اختیار کر لینا (یہ سب حواریوں کے دین میں نہ تھا) اسی طرح روزوں کو موسمِ بہار میں مقرر کر لینا، ان کی تعداد پچاس دن کر دینا، نیز ان کی موجودہ نمازیں، قربانیاں اور ضابطۂ قانون (ناموس)؛ یہ وہ امور ہیں جنہیں حواریوں نے مسیح علیہ السلام سے ہر گز نقل نہیں کیا؛ نہ ہی یہ امور و رسومات تورات میں موجود ہیں اور نہ انجیل میں؛ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی تعلیمات میں سے محض ایک قلیل اور ادھورے حصے سے وابستہ ہیں رہے ان نصاریٰ کے کلماتِ کفر اور ان کی ایجاد کردہ بدعات، تو وہ اس قدر کثیر ہیں کہ بیان سے باہر ہیں؛ کسی ایک ناقل نے بھی مسیح علیہ السلام یا حواریوں سے یہ نقل نہیں کیا کہ انہوں نے نصاریٰ کو ان باتوں کے کہنے کا حکم دیا ہو جو وہ اپنی جادوئی طلسماتی نماز "تعالوا ابنا" (آؤ ہم مل

کر چلیں) وہ اپنی ان نمازوں میں کہتے ہیں: ہم مسیح علیہ السلام کو سجدہ کرتے ہیں جو ہمارے معبود (الٰہ) ہیں؛ اور اپنی دوسری اور تیسری نماز میں کہتے ہیں: اے معبود کی ماں (والدۃ الالٰہ)! اے مریم کنواری! ہمارے لیے رحمت کے دروازے کھول دے۔

تیسرا پہلو ان کے رد میں یہ ہے کہ: ان کا یہ دعویٰ کہ ان حواریوں اور رسل نے تورات و انجیل ان کی اپنی زبانوں میں ان کے سپرد کی تھیں؛ یہ بات تو صرف تبھی درست تسلیم کی جاسکتی تھی جب یہ دعویٰ بعض نصاریٰ کی لسانی حقیقت کے حق میں تو صحیح ہوتا، مگر یہ تمام نصاریٰ کے لیے ہر گز درست نہیں ہے، پس حقیقت یہ ہے کہ نصاریٰ میں سے خواہ وہ عرب ہوں یا غیر عرب (عجم)، کسی ایک کے پاس بھی نہ تورات ان کی اپنی زبان میں پہنچائی گئی اور نہ ہی انجیل؛ اور یہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جو سب کے نزدیک معروف و مسلم ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ حواریوں کے زمانے سے آج تک ہر گز کوئی ایسی تورات یا انجیل نہیں پائی گئی جس کا عربی میں ترجمہ کیا گیا ہو؛ بلکہ یہ کتابیں تو بہت بعد کے زمانوں میں عربی قالب میں ڈھالی گئیں۔ پس اگر تمہارے بقول عرب کے نصاریٰ پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی انہی کی زبان میں کتاب پہنچ جانے سے حجت قائم ہو چکی تھی تو یہ سراسر دعویٰ بلا دلیل ہے اگر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ عرب نصاریٰ پر ایسی کتاب کے ذریعے حجت قائم ہو چکی تھی جو ان کی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں نازل ہوئی اور پھر بعد میں ان کے لیے اس کا عربی میں ترجمہ کیا گیا، تو پھر تمہارے ہی اس اصول کے تحت رومیوں اور دیگر اقوام پر اس کتاب قرآن کے ذریعے کیوں حجت قائم نہیں ہو گی جو نازل تو ان کی زبان کے علاوہ عربی میں ہوئی، مگر پھر ان کی زبانوں میں اس کا ترجمہ کر دیا گیا؟

چوتھا پہلو ان کے رد میں یہ ہے کہ: یہ کہا جائے کہ جب بھی کوئی امت اپنے اس رسول کے دین میں تحریف کر دیتی ہے جو اس کی طرف بھیجا گیا تھا اور اسے بدل ڈالتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک نیا رسول مبعوث فرماتا ہے جو اسے اس دین کی طرف دعوت دیتا ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے اور جس سے وہ راضی ہوتا ہے؛ بالکل اسی طرح جیسے بنی اسرائیل نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کو تبدیل کر دیا اور اسے بدل ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف اور ان کے علاوہ دیگر اقوام کی طرف مسیح علیہ السلام کو اس دین کے ساتھ مبعوث فرمایا جسے اللہ پسند فرماتا ہے اور جس سے وہ راضی ہوتا ہے؛ اور بالکل اسی طرح جب نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کے دین کو تبدیل کر دیا اور اسے بدل ڈالا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اور ان کے علاوہ پوری انسانیت کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا جسے اللہ پسند فرماتا ہے اور جس سے وہ راضی ہوتا ہے۔

اس حقیقت کی تائید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف نظرِ التفات فرمائی تو ان کے بگاڑ کی وجہ سے ان سے ناراض ہوا ان پر غضب فرمایا، خواہ وہ عرب ہوں یا عجم؛ سوائے اہلِ کتاب کے ان چند باقی ماندہ لوگوں کے (جو اپنی اصل شریعت پر قائم تھے)»

جان لو کہ یہ وہی باقی ماندہ لوگ تھے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے دینِ مسیح علیہ السلام پر اپنی اصل شکل میں مضبوطی سے قائم تھے؛اور در حقیقت یہی وہ لوگ تھے جو اللہ عزوجل کے سچے دین پر کاربند تھے لیکن جس لمحے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمائے گئے، تو اب جو کوئی ان پر ایمان نہ لائے گا وہ جہنمیوں میں سے ہوگا؛ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا ہے: ‹‹اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس امت (یعنی میرے دورِ نبوت کے انسانوں) میں سے جو کوئی بھی میرے بارے میں سنے، خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، پھر وہ (اسی حالت میں) مر جائے کہ اس پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، تو وہ لازماً جہنمیوں میں سے ہو کر رہے گا››

پانچواں پہلوان کے رد میں یہ ہے کہ: ان کا یہ دعویٰ کہ رسولوں نے انہیں تورات، انجیل اور دیگر کتبِ انبیاء بہتر (72) زبانوں میں سپرد کی تھیں اور یہ کہ وہ کتب آج تک ایک ہی عبارت (لفظِ واحد) پر برقرار ہیں؛ یہ ایسا دعویٰ ہے جس کے بارے میں بدیہی طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا قائل علم کے بغیر کلام کر رہا ہے، بلکہ وہ صریح جھوٹا اور بہتان طراز ہے۔ اور وہ اس لیے کہ اس دعوے کا لازمہ یہ ہے کہ اس وقت زمین پر یہ کتابیں بہتر زبانوں میں موجود ہوں، یہ سب کی سب حواریوں سے منقول ہوں اور یہ سب بغیر کسی فرق کے مکمل طور پر متفق ہوں؛ پس یہ در حقیقت چار بڑے دعوے ہیں: اول یہ کہ وہ بہتر زبانوں میں موجود ہیں، دوم یہ کہ وہ لفظ بہ لفظ متفق ہیں، سوم یہ کہ وہ سب کی سب حواریوں سے منقول ہیں، اور چہارم یہ کہ وہ ناقلین یعنی حواری معصوم ہیں۔

پس ان سے یہ پوچھا جائے گا کہ: تم میں وہ کون ہے جس کے پاس اس دعوے کا کوئی ثبوت ہو؟ یہاں تک کہ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ کتابیں جو بہتر (72) زبانوں میں موجود ہیں، یہ حواریوں ہی سے منقول ہیں (تو اس کی سند کہاں ہے؟) یہ کتابیں آج بھی موجود ہیں، تو سوال یہ ہے کہ وہ کون سا ایسا شخص ہے جو ان کتابوں کے ایک دوسرے کے موافق ہونے کی گواہی دے سکے؟ حالانکہ ایسا کرنا صرف اسی شخص کے لیے ممکن ہے جو ان تمام بہتر (72) زبانوں کا مکمل علم رکھتا ہو (تاکہ وہ ان کا باہمی موازنہ کر سکے) وہ شخص جو گواہی دے رہا ہو، اس کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ اس کے پاس ان مختلف زبانوں میں جو کتابیں موجود ہیں، وہ یہ قطعی طور پر جانتا ہو کہ وہ براہِ راست حواریوں ہی سے لی گئی ہیں، اور وہ یہ بھی جانتا ہو کہ دنیا بھر میں اس زبان میں موجود اس کتاب کا ہر نسخہ اس نسخے کے عین مطابق ہے جو اس کے پاس موجود ہے اگر ایسا نہ ہو یعنی وہ ان زبانوں کا ماہر اور تمام نسخوں کا واقف نہ ہو، تو اگر وہ بہتر (72) زبانوں میں بہتر نسخے جمع کر بھی لے، تب بھی وہ یہ یقین کے ساتھ نہیں جان سکے گا کہ ان میں سے ہر نسخہ وہی ہے جو اصلاً حواریوں سے لیا گیا ہے اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ آغازِ کار میں حواریوں سے یہ کتابیں بہتر (72) زبانوں میں ہی لی گئی تھیں، تب بھی کسی شخص کے لیے یہ جاننا ممکن نہیں کہ دنیا میں پایا جانے والا اس کتاب کا ہر ہر نسخہ ان اصل نسخوں کے عین مطابق ہے، پس یہ بات تاریخی طور پر معلوم و مسلم ہے کہ ہمارے زمانے میں، اور ہم سے پہلے کے زمانوں میں بھی، یہ کتابیں مسلسل ایک زبان سے

دوسری زبان میں منتقل کی جاتی رہی ہیں؛ جیساکہ کبھی عبرانی سے عربی میں ترجمہ کیا جاتا ہے، اور کبھی سریانی، رومی اور یونانی زبانوں سے عربی اور دیگر زبانوں میں ترجمہ کیا جاتا رہا ہے۔

ایسی صورتِ حال میں، جب کوئی عربی نسخہ پایا جائے، تو یہ قطعی طور پر معلوم نہیں ہو سکتا کہ آیا یہ ان نسخوں میں سے ہے جن کا ترجمہ حواریوں کے بہت بعد کے زمانوں میں کیا گیا، یا پھر یہ واقعی وہی ہے جو براہِ راست حواریوں سے لیا گیا ہے؟ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ ان حواریوں سے ایک عربی نسخہ لیا گیا تھا، تب بھی حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی شخص کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دنیا بھر میں پائے جانے والے تمام کے تمام عربی تراجم (نسخوں) کو ایک جگہ جمع کر سکے اور پھر ان کے مابین (لفظ بہ لفظ) تقابل و موازنہ کر سکے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم نے خود ان عربی تراجم کے نسخوں کو پایا ہے کہ وہ ترجمے کے معاملے میں ایک دوسرے کے اس قدر خلاف ہیں کہ ان میں شدید قسم کا اختلاف پایا جاتا ہے، ان تراجم میں پایا جانے والا یہ شدید اختلاف ایسا ہے جو ان میں سے بعض نسخوں پر اعتماد کرنے کی راہ میں مانع ہے یعنی ان کی ثقاہت کو ختم کر دیتا ہے؛ اور میں نے خود زبور کے کئی ایسے عربی نسخے دیکھے ہیں جن کے درمیان مضامین اور الفاظ کا ایسا بڑا اختلاف موجود ہے ان کے درمیان ایسے اختلافات ہیں جو ضبطِ تحریر میں بھی نہیں آ سکتے؛ اور یہی وہ چیز ہے جو اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ یہ کتابیں بدلی ہوئی اور تحریف شدہ ہیں، جن پر اب کوئی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور اسی طرح میں نے تورات کے بھی کئی ایسے عربی نسخے دیکھے ہیں جن کے تراجم کے ایک بڑے حصے کو خود اہلِ کتاب کا ایک گروہ جھٹلاتا ہے اور اسے غلط قرار دیتا ہے؛ پس جب ایک زبان کا یہ حال ہے تو کسی شخص کے لیے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ ان تمام نسخوں کو ایک جگہ جمع کر سکے جو بہتر (72) زبانوں میں پائے جاتے ہیں؟ کون ہے جو یہ ہمت کرے کہ وہ ہر زبان کے تمام نسخوں کے مابین لفظ بہ لفظ موازنہ کرے، یہاں تک کہ وہ ان میں سے اس ایک قدیم نسخے کو نشان زد کر کے نکال لائے جو واقعی حواریوں سے اخذ کیا گیا تھا؟ پھر اس شخص کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان تمام زبانوں کے ہزاروں نسخوں کا آپس میں موازنہ کرے؛ اور یہ کام اس شخص کے سوا کوئی نہیں کر سکتا جو ان تمام بہتر (72) زبانوں کا مکمل عارف اور ماہر ہو۔

اگر بالفرضِ محال ایسا کوئی شخص پایا بھی جائے جس نے ان تمام نسخوں کا موازنہ کیا ہو، تو یہ محض ایک خبرِ واحد ہو گی؛ یا پھر دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ہر زبان کا ماہر جدا جدا ایسی ترجمانی کرے جس کی صحت کا اسے یقین ہو، یہاں تک کہ یہ تمام تراجم کسی ایک مشترکہ زبان پر آ کر ختم ہوں تاکہ ان کا باہمی موازنہ کیا جا سکے۔ یعنی تراجم کو کسی ایک زبان، مثلاً عربی میں جمع کیا جائے تاکہ اس وقت ان نسخوں) کے باہمی اتفاق کا علم ہو سکے؛ ورنہ اگر حقیقتِ واقعہ یہ ہو کہ یہ کتاب مثلاً تورات ایک یا دو یا اس سے زائد زبانوں میں ترجمہ کی جائے، اور دوسری کتاب مثلاً انجیل کسی اور زبان میں ترجمہ کی جائے اور ان کے درمیان موازنہ کرنے والا کوئی ایک پیمانہ موجود نہ ہو، تو ان کے اتحاد کا دعویٰ باطل ہے۔ اسی طرح ان تراجم کے باہمی اتفاق کا علم تب تک نہیں ہو سکتا جب تک یہ معلوم نہ ہو

جائے کہ اس زبان میں جو بات کہی گئی ہے، اس کا مفہوم بعینہ وہی ہے جو دوسری زبان میں بیان ہوا ہے۔ اور یہ درک صرف وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جو یا تو دونوں زبانوں کا ماہرانہ علم رکھتا ہو، یا پھر اس کے لیے ان دونوں زبانوں کا ترجمہ اس زبان میں کر دیا جائے جسے وہ خود جانتا ہے۔

یہ بات تاریخی اور مشاہداتی طور پر معلوم و مسلم ہے کہ کسی ایک شخص کے لیے بھی ان بہتر (72) زبانوں کا کسی ایک زبان میں، یا ان زبانوں میں جنہیں وہ جانتا ہو، ترجمہ نہیں کیا گیا کہ وہ ان کا موازنہ کر سکتا؛ اور نہ ہی تاریخِ عالم میں کوئی ایسا شخص معلوم ہے جو خود تنِ تنہا ان بہتر (72) زبانوں کا مکمل علم و معرفت رکھتا ہو۔

ایسی صورتِ حال میں، بہتر (72) زبانوں میں لکھی گئی ان تمام کتابوں کے باہمی اتفاق پر قطعیت کے ساتھ حکم لگانا، یا اس بات پر یقینِ کامل کا اظہار کرنا کہ ہر زبان کے جملہ نسخے آپس میں لفظ بہ لفظ متفق ہیں؛ ایک ایسی بات پر جزم و یقین کرنا ہے جس کی صحت کا سرے سے کوئی علم ہی نہیں (یعنی یہ محض ایک بے بنیاد دعویٰ ہے)۔ اگر بالفرض آج زمین پر ایسی کتابیں موجود بھی ہوتیں جو بہتر (72) زبانوں میں حواریوں سے براہِ راست منقول ہوتیں، تب بھی وہ ان نسخوں کے ساتھ خلط ملط ہونے سے نہ بچ پاتیں جن کا ترجمہ بعد کے ادوار میں ہوا؛ تو پھر آج یہ دعویٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ان کتب کا بیشتر حصہ تو وہی ہے جس کا ترجمہ حواریوں کے بہت بعد عربی اور دیگر زبانوں میں کیا گیا ہے؟

یہ تمام تر بحث تو تب کارگر ہوتی جب یہ قطعی طور پر ثابت ہوتا کہ حواریوں نے واقعی یہ کتابیں بہتر (72) زبانوں میں امت کے سپرد کی تھیں، اور یہ کہ وہ تمام نسخے اپنی اصل حالت میں آج کے دن تک باقی اور محفوظ بھی ہیں یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسے جاننا کسی کے لیے بھی ممکن نہیں؛ چنانچہ آج روئے زمین پر ایسی کوئی تورات، انجیل یا کتبِ انبیاء موجود نہیں ہیں جن کے بارے میں کوئی بھی شخص یہ قطعی گواہی دے سکے کہ ان کا ترجمہ حواریوں کے عہد سے ہی عربی زبان میں موجود چلا آ رہا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اکثر زبانوں کا بھی یہی حال ہے کہ ان میں قدیم ترجمے کا کوئی ثبوت نہیں؛ ورنہ اگر بالفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ حواریوں نے ان کتب کو بہتر (72) زبانوں میں امت کے سپرد کیا تھا، تو پھر بھی یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ ان زبانوں میں دوبارہ ترجمہ کرنے کا عمل تو اس عہدِ حوارین کے بعد ہی واقع ہوا ہے ان تراجم کی کثرت کے باعث، بعض مترجمہ نسخوں میں تبدیلی اور تحریف کا واقع ہونا ممکن ہو گیا؛ اور ایسی صورت میں، اگر بالفرض یہ علم ہو بھی جائے کہ وہ قدیم نسخے اپنی اصل میں تبدیل نہیں ہوئے تھے، تب بھی یہ علم ان نسخوں میں تبدیلی کے واقع ہونے کو نہیں روک سکتا جو ان کے بعد ترجمہ کیے گئے یا جو ان سے نقل (یعنی ری-پروڈیوس) کیے گئے تھے۔ اور ان تمام نسخوں کے باہمی اتفاق کا علم حاصل کرنے کی کوئی راہ ہی نہیں جبکہ وہ بہتر (72) زبانوں میں بکھرے ہوئے ہیں؛ بخلاف قرآنِ مجید کے، کہ وہ صرف عربی زبان اور عربی رسم الخط ہی میں محفوظ ہے، پس بے شک قرآن کے ان نسخوں کے باہمی اتفاق

کا علم حاصل کرنا ہر دور میں ممکن رہا ہے؛ کیونکہ یہ کلام سینوں میں محفوظ ہے اور صرف کتابوں میں محفوظ کیے جانے کا محتاج نہیں؛ چنانچہ یہ قرآن اپنے الفاظ اور اپنے رسم الخط دونوں کے اعتبار سے تواتر کے ساتھ نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔

چھٹا پہلو: ان نصاریٰ کا یہ قول کہ حواریوں نے تورات اور انجیل ہماری اپنی زبان میں ہمارے سپرد کی ہیں، اس حقیقت کے مطابق جس کی گواہی وہ کتاب قرآن بھی دیتی ہے جو یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آئے ہیں؛ تو ان سے (جواباً) یہ کہا جائے گا: قرآن میں ایسی کوئی بات سرے سے موجود ہی نہیں جو تمہارے اس دعوے کی گواہی دیتی ہو کہ تورات اور انجیل تمہاری اپنی زبانوں میں تمہارے سپرد کی گئی تھیں؛ لہٰذا تمہارا اس باطل دعوے پر قرآن سے استدلال کرنا بالکل اسی قبیل سے ہے جیسے تم قرآن سے اس بات پر استدلال کی ناکام کوشش کرتے ہو کہ تمہارا موجودہ دین حق ہے۔

قرآن سے تمہارا یہ غلط استدلال بالکل اسی قبیل سے ہے جس طرح تم انبیاء کی پیشین گوئیوں اور کتبِ سابقہ سے ان بدعات پر استدلال کرتے ہو جو تم نے خود ایجاد کرلی ہیں اور جن کے ذریعے تم نے دینِ مسیح علیہ السلام کو بدل ڈالا ہے؛ جیسے تثلیث (تین خداؤں کا عقیدہ) اور اتحاد (خدا اور مسیح کے ایک ہو جانے کا باطل نظریہ) وغیرہ۔ اور یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے ان کا یہ کہنا کہ جہاں اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

{وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ} [ابراهيم:4]

اور ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا} [النحل: 36]

اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں یہ پیغام دے کر رسول بھیجا۔

پس جواباً کہا جائے گا: اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل ہی تھی اور تورات ان ہی کی زبان عبرانی میں نازل ہوئی تھی؛ اور اسی طرح بنی اسرائیل ہی مسیح علیہ السلام کی اصل قوم تھے (جن کی طرف وہ مبعوث ہوئے)۔ مسیح علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کی زبان میں گفتگو فرمایا کرتے تھے؛ چنانچہ ان دونوں رسولوں (موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام) میں سے کسی نے بھی کسی سے عبرانی زبان کے سوا کسی دوسری زبان میں خطاب نہیں کیا۔ ان دونوں میں سے کسی نے بھی نہ تو رومی (لاطینی) میں کلام کیا، نہ سریانی میں، نہ یونانی میں اور نہ ہی قبطی زبان میں۔

اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان (جسے نصاریٰ اپنی دلیل بناتے ہیں):

{وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا} [النحل:36]

اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں یہ پیغام دے کر رسول بھیجا۔

ان کا قرآن سے استدلال کرنا ایک کلامِ مطلق اور عام (کی قبیل سے) ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

{وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ} [فاطر:24]

اور کوئی امت نہیں گزری مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزر چکا ہے۔

اس قرآنی بیان میں قطعاً ایسا کوئی ذکر یا اشارہ موجود نہیں ہے کہ تورات اور انجیل ان اہلِ کتاب کے سپرد ان کی اپنی مروجہ عجمی زبانوں میں کی گئی تھیں۔

ساتواں پہلو: ان کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ اس دلیل میں ان کا سارا انحصار اور بنیاد اس بات پر ہے کہ وہ نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ: حواری ہمارے نزدیک اسی طرح اللہ کے رسول ہیں جیسے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح علیہم السلام اللہ کے رسول تھے۔ اور ان کا دعویٰ ہے کہ مسیح ہمارے نزدیک خود اللہ ہیں اور انہوں نے ہی ان حواریوں کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؛ لہٰذا ان کے بقول یہ واجب ہے کہ وہ ہماری ہی زبان میں ہماری طرف بھیجے گئے ہوں اور یہ بھی ضروری ہے کہ انہوں نے تورات اور انجیل ہمیں ہماری ہی زبان میں سپرد کی ہوں۔

تو جواباً ان سے یہ کہا جائے گا: بالفرضِ محال (ایک لمحے کے لیے) یہ مان بھی لیں کہ تم ایسا دعویٰ کرتے ہو اور یہی باطل نظریہ تمہارا عقیدہ ہے؛ (مگر یاد رکھو کہ) ہم عنقریب - ان شاء اللہ تعالیٰ - تمہارے اس دعوے کی حقیقت واضح کر دیں گے کہ اس کی اصل علمی حیثیت کیا ہے۔ ہم واضح کر دیں گے کہ یہ محض باطل دعوے ہیں؛ لیکن تم اس مقام پر اپنے موقف کی تائید میں یہ ذکر کرتے ہو کہ یہ کتاب جو کہ قرآن ہے، جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن تمہارے حق میں اس بات کی گواہی دیتا ہے؛ حالانکہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی کتاب قرآن پر صریح جھوٹ اور کھلا بہتان ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ تم نے خود اپنی کتاب کا آغاز ہی اس جھوٹ سے کیا ہے کہ: تم نے اپنے کلام کی بنیاد اس دعوے پر رکھی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب تمہارے حق میں گواہی دیتی ہے؛ حالانکہ ہم دلائل سے تمہارے اس جھوٹ اور ان پر صرف کیے گئے تمہارے اس بہتان کو واضح کر دیں گے، خواہ تم ان کی نبوت کا اقرار کرو یا نہ کرو؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ آپ نے مسیح علیہ السلام کے بارے میں ہرگز یہ گواہی نہیں دی کہ وہ اللہ ہیں، بلکہ آپ نے تو اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جس نے یہ بات کہی نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حواریوں کے بارے میں یہ گواہی دی کہ وہ ایسے مستقل رسول ہیں جنہیں اللہ نے شریعت دے کر بھیجا تھا؛ بلکہ آپ نے تو حواریوں کے بارے میں صرف اس بات کی گواہی دی ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کی پکار پر یہ کہا تھا کہ: بے شک ہم ایمان لائے اور ہم فرمانبردار (مسلمان) ہیں؛ اور اس بات کی کہ انہوں نے کہا تھا: حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے مددگار ہیں؛ جس طرح قرآن نے ان لوگوں کے حق میں گواہی دی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے کہ وہ ایسے مومن اور مسلمان ہیں جو اللہ اور

اس کے رسول کی نصرت کرتے ہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ امتِ محمدیہ کے اہل ایمان حواریوں سے بھی افضل ہیں؛اس بناپر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام امتوں میں بہترین امت ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

{فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ}[آل عمران:52]

جب عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا کفر معلوم کیا تو کہا کہ اللہ کی راہ میں میرا کون مددگار ہے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں، ہم اللہ پر یقین لائے، اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہونے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ}[المائدة:111]

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈال دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہے کہ ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَآمَنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ}[الصف:14]

اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے، حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں، پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہو گیا، پھر ہم نے ایمان داروں کو ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا پھر تو وہی غالب ہو کر رہے۔

اس موضوع پر تفصیلی گفتگو عنقریب اپنے مقام پر آئے گی؛ اور ہم یہ واضح کر دیں گے کہ وہ رسول جن کا ذکر سورہ ''یس'' میں ہوا ہے ان کی اصل حقیقت کیا ہے۔ سورہ یس میں مذکور لوگ ہر گز حواری نہیں تھے اور نہ ہی وہ مسیح علیہ السلام کے بھیجے ہوئے قاصد تھے؛ بلکہ یہ رسولوں کا بھیجا جانا تو مسیح علیہ السلام کے زمانے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اور اس بستی کے رہنے والوں نے ان رسولوں کو جھٹلایا تھا، جس کے نتیجے میں اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

{وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ}[يس:28]{إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ}[يس:29]

اور ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد کوئی فوج آسمان سے نہ اتاری اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔ صرف ایک ہی چیخ تھی کہ جس سے وہ بجھ کر رہ گئے۔

سورہ یس میں مذکور رسولوں کی تعداد تین ہے، اور اس بستی میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو ان پر ایمان لایا تھا۔ پس اگر یہ بستی انطاکیہ ہی تھی، تب بھی رسولوں کا بھیجا جانا مسیح علیہ السلام کے ظہور سے پہلے کا واقعہ ہے؛ اور مسیح علیہ السلام تو ان سے بہت بعد میں آئے۔ جبکہ نصاریٰ کا اپنا یہ ماننا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد، ان کے حواریوں میں سے دو شخص انطاکیہ گئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حواریوں کی کسی تیسرے شخص کے ذریعے تائید نہیں کی گئی تھی، اور نہ ہی اس وقت حبیب نجار وہاں موجود تھے؛ جبکہ انطاکیہ کے لوگ تو مسیح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے، اور یہ وہ پہلا شہر تھا جو ان پر ایمان لایا، جیسا کہ اس کی تفصیل دیگر مقامات پر بیان کی جاچکی ہے۔

یہاں اس تمام بحث سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو مسیح علیہ السلام کے لیے الوہیت کی گواہی دی ہے، اور نہ ہی حواریوں کے بارے میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ اللہ کے رسول تھے۔ نہ ہی قرآن نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ حواریوں نے ان اہلِ کتاب کو تورات اور انجیل ان کی اپنی زبانوں میں سپرد کی تھی، اور نہ ہی اس بات کی گواہی دی کہ وہ حواری معصوم تھے۔ اور رہی وہ بات جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بطورِ دلیل ذکر کی ہے کہ:

{وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ} [ابراهيم: 4]

اور ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

قرآن میں رسولوں کا تذکرہ صرف اللہ کے رسولوں پر صادق آتا ہے، نہ کہ اللہ کے رسولوں کے قاصدوں پر؛ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کے رسولوں کے قاصدوں کے لیے تو یہ بھی جائز ہے کہ وہ رسولوں کے پیغامات کو صرف انہی رسولوں کی زبان میں پہنچائیں۔ اگر وہاں کوئی ایسا شخص موجود ہو جو ان کے لیے اس زبان کا ترجمہ کر سکے تو وہی کافی ہے؛ اور اگر وہاں کوئی ایسا مترجم موجود نہ ہو، تو رسولوں کے قاصد ان سے ان کی اپنی زبان میں خطاب کرتے تھے۔ لیکن اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ انہوں نے ان کتبِ الٰہیہ کو بھی ان عجمی زبانوں میں لکھ دیا ہو، بلکہ ان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ان کتابوں کو انبیاء علیہم السلام زبان میں پڑھیں اور لوگوں کو سمجھائیں۔ پھر وہ قاصد ان کی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ کر دیں؛ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

{وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ} [ابراهيم: 4]

اور ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر صرف اپنی قوم کی طرف؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قوم قریش کی زبان دے کر بھیجا گیا، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اپنی قوم اور دیگر تمام اقوام عرب و عجم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے؛ بالکل اسی طرح جس طرح یہ نصاریٰ مسیح علیہ السلام کے بارے میں ذکر کرتے ہیں۔

فَصْلٌ

رہا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ (گرامی جس کا انہوں نے سہارا لیا ہے کہ):

{وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا} [النحل:36]

اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں یہ پیغام دے کر رسول بھیجا۔

پس تمہارا یہ دعویٰ محض ایک باطل دعویٰ ہے؛ حالانکہ آیت کا حق اور اس کا مکمل متن تو یہ ہے کہ:

{وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اُعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ} [النحل:36]

اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں یہ پیغام دے کر رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو، پھر ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوئی، پھر ملک میں پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔

یہ نصاریٰ کا ادھورا استدلال بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر دوسری آیت میں فرمایا ہے:

{إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ} [فاطر:24]

بے شک ہم نے آپ کو سچا دین دے کر خوشخبری اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور کوئی امت نہیں گزری مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزر چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: **{إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ} [الرعد:7]**

تم تو محض ڈرانے والے ہو، اور ہر قوم کے لیے ایک رہبر ہوتا آیا ہے۔

سب سے زیادہ صحیح قول کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہے کہ: یعنی ہر قوم کے لیے ایک پکارنے والا داعی ہوتا ہے جو انہیں اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہادی ہیں، یعنی اس قوم کے لیے داعی پکارنے والے ہیں جس کی طرف آپ کو بھیجا گیا ہے۔ اور یہاں ہادی سے مراد وہ داعی، معلم اور مبلغ ہے جو راستہ دکھاتا ہے؛ نہ کہ وہ ہادی جو دلوں میں ہدایت ڈال دیتا ہے کیونکہ یہ صرف اللہ کا کام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ} {صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ} [الشورى:53]

اور بے شک آپ سیدھا راستہ بتاتے ہیں۔ اس اللہ کا راستہ جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی سب چیزیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی کہ:

{وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَى عَلَى الْهُدَى} [فصلت: 17]

اور وہ جو قوم ثمود تھی ہم نے انہیں ہدایت کی سو انہوں نے گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے پسند کیا۔

یہ بات معلوم و معروف ہے کہ بنی اسرائیل تمام امتوں میں سب سے زیادہ انبیاء والی امت تھی؛ ان کی طرف پہلے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا، اور ان کے بعد ان کی طرف کثرت سے انبیاء بھیجے گئے، یہاں تک کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان (انبیاء) کی تعداد ایک ہزار تھی، اور وہ سب کے سب تورات کی شریعت پر عمل کرنے کا حکم دیتے تھے وہ انبیائے بنی اسرائیل اس تورات میں سے کسی چیز کو تبدیل نہیں کرتے تھے؛ پھر اس کے بعد مسیح علیہ السلام ایک دوسری شریعت کے ساتھ تشریف لائے، جس میں انہوں نے اللہ عزوجل کے حکم سے تورات کے بعض احکامات کو تبدیل کر دیا۔

پس جب تمہارے نزدیک بھی موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد دیگر انبیاء کا بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جانا، مسیح علیہ السلام کی ان کی طرف بعثت کے لیے رکاوٹ نہ بن سکا، تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل کتاب یہودیوں اور نصاریٰ کی طرف رسول بنا کر بھیجا جانا کیسے ناممکن ہو سکتا ہے؟ ان نصاریٰ کی حالت تو یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کے زمانے سے ایک طویل مدت تک ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی رسول نہیں آیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بابت فرمایا ہے:

{يَاأَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ} [المائدة: 19]

اے اہل کتاب! تحقیق تمہارے پاس ہمارا پیغمبر آیا جو تمہیں صاف صاف بتلاتا ہے ایسے وقت میں جب کہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا تاکہ تم یوں نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا، سو تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ وحی و رسالت سے محرومی کا وہ درمیانی وقفہ فترت تھا جو مسیح اور محمد (صلوات اللہ علیہما وسلامہما) کے درمیان واقع ہوا۔ یہ مدت جیسا کہ بہت سے اہل علم مثلاً سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے ذکر کی ہے، چھ سو سال تھی؛ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ چھ سو شمسی سال تھے، جو کہ (ہجری یا) قمری حساب سے چھ سو بیس یا چھ سو اٹھارہ سال بنتے ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ ہر سو شمسی سال تقریباً ایک سو تین قمری سال ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا} [الكهف: 25]

اور وہ اپنے غار میں تین سو سے زائد نو برس رہے ہیں۔

یہ اضافی نو سال اور کچھ حصہ دسویں سال کا؛ اور تاریخ کے حساب میں کبھی مکمل اکائیاں شمار کی جاتی ہیں اور کبھی ناقصہ (کسور یا ادھورے حصے) بھی شمار کر لیے جاتے ہیں۔ پس جس مؤرخ نے چھ سو شمسی سالوں کے مقابلے میں بائیس یا بیس قمری سالوں کے اضافے کا قول کیا، اس نے ناقصہ یعنی مہینوں اور دنوں کے حصوں کو بھی شمار کر لیا؛ اور جس نے صرف اٹھارہ سالوں کا قول کیا، اس نے صرف تامہ یعنی مکمل سالوں کا اعتبار کیا۔

فصل: اس دعوے کا رد کہ اللہ کا عدل اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اُن سے ایسے انسان کی پیروی کا مطالبہ نہ کیا جائے جو اُن کے پاس نہیں آیا

رہا ان نصاریٰ کا یہ قول کہ: ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے، اور اس کے عدل میں سے یہ بات ہر گز نہیں ہو سکتی کہ وہ قیامت کے دن کسی ایسی امت سے ایک ایسے انسان کی اتباع کا مطالبہ کرے جو ان کے پاس آیا ہی نہیں، نہ ہی وہ ان کی اپنی زبان میں اس کی کسی کتاب سے واقف ہوئے اور نہ ہی اس کی طرف سے بھیجا گیا کوئی داعی ان کے پاس پہنچا؛ تو ان کے اس اعتراض کے جواب میں کئی علمی وجوہات بیان کی جاتی ہیں: ان جوابات میں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ: یہ کلام کرنا اس شخص کے لیے ہر گز جائز نہیں جس نے یہ کتاب لکھی ہے، اور نہ ہی کسی ایسے شخص کے لیے زیبا ہے جو عربی زبان کی تھوڑی سی بھی سمجھ بوجھ رکھتا ہو، کیونکہ یہ لوگ تو اس کتاب (قرآن) کو عربی زبان میں بخوبی سمجھتے ہیں، اور انہوں نے اسے پڑھا بھی ہے اور اس میں موجود تعلیمات و دلائل کی بنیاد پر مناظرے بھی کیے ہیں۔ اور اگر وہ اس کے باوجود اپنی زبانوں میں بھی اس کا مفہوم سمجھتے ہیں، تو یہ ان پر حجت کے قائم ہونے میں اور بھی زیادہ قوی اور بلیغ دلیل ہے، کیونکہ ان کے لیے یہ ممکن ہے کہ جو کچھ قرآن میں عربی زبان میں بیان کیا گیا ہے اسے سمجھیں، اور پھر اسے اپنی قوم کو دوسری زبان میں سمجھا دیں۔

دوسری وجہ (ان کے اعتراض کے بطلان کی یہ ہے کہ): جس طرح وہ خود اپنی ان کتابوں کو جو رومی، سریانی، قبطی اور دیگر زبانوں میں ہیں، بخوبی سمجھتے ہیں اور پھر عرب نصاریٰ کے لیے ان کا ترجمہ عربی زبان میں کرتے ہیں تو یہی معاملہ قرآن کا بھی ہے پس جب رومی زبان کے ذریعے تمہارے نزدیک عرب نصاریٰ پر حجت قائم ہو سکتی ہے، تو عربی زبان کے ذریعے رومیوں پر حجت کا قائم ہونا تو بدرجہ اولیٰ زیادہ برحق ہے، کیونکہ عربی زبان اپنی وسعت کے اعتبار سے دنیا میں رومی زبان کی نسبت کہیں زیادہ پھیلی ہوئی ہے، اور ظہورِ اسلام کے بعد اس زبان کو بولنے والے دیگر زبانیں بولنے والوں سے تعداد میں زیادہ ہو چکے ہیں۔ نیز عربی زبان بیان کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل اور مقاصد کو سمجھانے کے لحاظ سے سب سے زیادہ اکمل و اتم ہے۔

ایسی صورت میں جب یہ زبان اپنی وسعت اور فصاحت میں کامل ہے، تو عربی زبان کے ذریعے معانی و مفاہیم کا ان لوگوں تک پہنچنا جو اس زبان کے اہل نہیں ہیں، کہیں زیادہ آسان ہو جاتا ہے؛ کیونکہ اس کے معانی نہایت کامل ہیں اور زبان سے واقفیت رکھنے والوں کی تعداد بھی کثیر ہے، نصاریٰ کے علماء خود طب، حساب (ریاضی)، فلسفہ اور ان کے علاوہ دیگر علوم کی کتابیں عربی زبان میں پڑھتے ہیں، حالانکہ ان کتابوں کے مصنفین اصل میں عجمی تھے، جن کا تعلق رومی، یونانی اور دیگر اقوام سے تھا پس پھر ایسی کیا رکاوٹ ہے کہ عربی قرآن، اس کی تفسیر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو عبرانی زبان یا کسی بھی دوسری زبان میں ترجمے کے ساتھ پڑھا جائے؟ حالانکہ یہ تمام علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عربی زبان ہی میں لیے گئے ہیں، لہٰذا یہ عربی زبان اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ اس کے ذریعے کلام کرنے والے اللہ اور اس کے رسول کی مراد کو پہچانا جائے۔

تیسری وجہ: (ان کے اعتراض کے جواب میں) یہ کہا جائے گا کہ اللہ تعالی کے عدل کی حقیقت کے بارے میں لوگوں کے تین اقوال ہیں؛ ایک قول یہ ہے کہ: ہر وہ چیز جس پر اللہ قادر ہے وہی عدل ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ: اللہ کا عدل بعینہٖ ویسا ہی ہے جیسا اس کے بندوں کا عدل ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں ہی انتہائی کمزور اقوال ہیں۔ اور تیسرا قول یہ کیا گیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے عدل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نیکی کرنے والے کو اس کی نیکیوں کا پورا صلہ عطا فرمائے اور ان میں سے کسی چیز میں ذرہ برابر کمی نہ کرے، اور یہ کہ وہ کسی کو بغیر کسی گناہ کے سزا نہ دے۔

یہ بات سب کے نزدیک معلوم و مسلم ہے کہ جب بندے کو اس کام کا حکم دیا جائے جس کی وہ قدرت رکھتا ہو، تو ایسا حکم دینا مسلمانوں، یہودیوں اور نصاریٰ سمیت تمام اہل ملل کے گروہوں کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے؛ اگرچہ وہ کام انسان کی طبیعت کے لیے ناگوار ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں ہے جنت کو ناگوار چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے اور دوزخ کو نفسانی خواہشات سے گھیر دیا گیا ہے؛ اور تاریخ گواہ ہے کہ بنی اسرائیل اور نصاریٰ کو بھی ایسے اعمال کا مکلف ٹھہرایا گیا تھا جو ان کے لیے ناگوار اور ان پر شاق انتہائی مشکل تھے پس یہ کیسے ناممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نصاریٰ کو ایک ایسی زبان میں اوامر و نواہی صادر فرمائے جس کا مفہوم و معنی بعض مسلمان اہلِ علم ان کے سامنے واضح اور بیان کر دیتے ہیں؟ وہ عرب، جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا، وہ فتوحات اور ہجرت کے ذریعے زمین کے چپے چپے پر پھیل گئے؛ اور ان عربوں میں ایسے نصاریٰ بھی شامل ہیں جن کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ پس نصاریٰ میں سے جو کوئی بھی عربی زبان سے واقف ہوا، اس کے لیے یہ ممکن ہو گیا کہ وہ ہر اس بات کو سمجھ سکے جو عربی میں کہی گئی ہے خواہ وہ قرآن ہو یا حدیث، ان نصاریٰ میں سے جو کوئی رومی نژاد تھا، تو اس کے لیے ان تمام عجمی گروہوں کا اسوہ اور مثال موجود تھی جو اسلام لا چکے تھے؛ جیسے فارسی، ترک، ہندو، بربر، حبشی اور ان کے علاوہ دیگر اقوام۔ اور وہ رومی شخص بھی دیگر اقوام کی طرح اس بات پر پوری طرح قادر تھا کہ اللہ کے احکامات کی معرفت حاصل کرے اور ان پر عمل پیرا ہو، جس طرح دنیا کی یہ تمام عجمی اقوام معرفتِ

حق پر قادر ہوئیں اسی طرح رومی بھی قادر تھے؛ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ رومی اپنی علمی صلاحیتوں اور وسائل کی بنا پر اس بات پر دیگر اقوام کی نسبت کہیں زیادہ قدرت رکھتے تھے، پس ان تمام دلائل کے بعد اب بھلا ایسی کیا وجہ باقی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہ دے؟ اور قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کے بغیر کوئی واجب حکم مکمل نہ ہو سکتا ہو، تو اگر وہ بندے کی قدرت میں ہو کہ اسے حاصل کر سکے، تو اس ذریعے کو اختیار کرنا بھی اس پر واجب ہے؛ اور اس اصول پر تمام اہل ملل —— مسلمانوں، یہودیوں اور نصاریٰ —— کا اتفاق ہے۔

لوگوں نے اس قاعدے میں صرف اس بات پر اختلاف کیا ہے کہ آیا اسے واجب کا نام دیا جائے گا یا نہیں؟ چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ اسے واجب ہی نام دیا جائے گا، جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ اسے واجب کا نام نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس قول کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ حکم دینے والے نے بذاتِ خود اس کا ارادہ نہیں کیا ہوتا، بلکہ بسا اوقات جب حکم دینے والا کوئی مخلوق (انسان) ہو، تو وہ ذریعہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا (لیکن اس کے باوجود وہ کام کرنا لازم ہوتا ہے)۔

ان علماء نے کہا: اس مقدمے کو واجب نہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ واجب تو دراصل وہ فعل ہے جس کے چھوڑنے والے کی شرعی طور پر مذمت کی جائے، یا جس کے تارک کو شرعی سزا دی جائے؛ یا وہ عمل جس کا تارک مذمت کا مستحق قرار پائے، یا جس کا ترک کرنا مذمت یا سزا کا سبب بن جائے، ان علماء نے یہ بھی کہا کہ: جس عمل کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہو سکتا ہو یعنی مقدمہِ واجب، تو اس کے تارک چھوڑنے والے کو صرف اس عمل کی بنیاد پر مذمت اور سزا کا مستحق نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ پس اس کی مثال یوں ہے کہ جب حج دو اشخاص پر واجب ہو جائے، جن میں سے ایک مکے سے دور ہو اور دوسرا قریب، اور وہ دونوں ہی حج ادا نہ کریں، تو ترکِ حج پر دور رہنے والے کی سزا قریب رہنے والے کی سزا سے زیادہ نہیں ہوگی؛ باوجود اس کے کہ دور رہنے والے کے لیے وہ مسافت جسے طے کرنا اس کے لیے ناگزیر تھا، قریب والے کی نسبت کہیں زیادہ تھی۔

اسی طرح وہ شخص جس پر اپنا قرض ادا کرنا واجب ہو، اور اسے اپنے پاس موجود نقدی کی وجہ سے اپنا کوئی مال بیچنے کی ضرورت نہ پڑے، تو قرض ادا نہ کرنے پر اس کی سزا اس شخص سے کم نہیں ہوگی جسے قرض کی ادائیگی کے لیے اپنا مال بیچنے کی ضرورت پڑتی ہو؛ حالانکہ دوسرے شخص کو اپنا مال بیچ کر قرض ادا کرنے میں پہلے کی نسبت زیادہ مشقت اٹھانی پڑی۔

اس پوری بحث میں قولِ فیصل یہ ہے کہ: جس شرط کے بغیر کوئی واجب مکمل نہ ہو سکے، وہ اس واجب کے پائے جانے کے لیے لازمہ (یعنی ناگزیر ضرورت) کی حیثیت رکھتا ہے عقل کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ملزوم کا اس کے لازم کے بغیر پایا جانا قطعاً ناممکن ہے؛ پس جس کام کا اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا ہو، اس کا انجام دینا ان چیزوں کے بغیر ممکن ہی نہیں جو اس کے لیے ناگزیر ہوں۔ اسی طرح جس کام سے منع کر دیا گیا ہو (یعنی منھی عنہ)، اسے ترک کرنا ممکن ہی نہیں جب تک کہ ان تمام چیزوں کو ترک نہ کر دیا

جائے جو اس تک پہنچانے والی ہوں، لیکن اس لازم کا لزوم دراصل ایک عقلی یا فطری لزوم ہے؛ پس اس ذریعے کا واجب ہونا بھی ایک عقلی و فطری وجوب ہے، نہ یہ کہ خود حکم دینے والے نے بذاتِ خود اس ذریعے کو واجب کرنے کا ارادہ کیا ہو یا اس کے چھوڑنے پر مذمت اور سزا مقرر کی ہو۔

اہلِ علم نے اس اصول میں اختلاف کیا ہے کہ کیا یہ کہا جائے گا کہ: جس کے بغیر واجب مکمل نہ ہو وہ واجب ہے، خواہ اس کا یہ وجوب شرعی ہو یا عقلی؟ یا یہ کہنا ضروری ہے کہ: جس کے بغیر واجب پورا نہ ہو سکے اور وہ مکلف کی قدرت میں بھی ہو، تو وہ واجب ہے؟

پس جمہور علماء کی اکثریت نے تو پہلی عبارت کو ہی مطلق رکھا ہے (یعنی یہ کہ جس کے بغیر واجب پورا نہ ہو وہ واجب ہے)، جبکہ بعض متاخرین (بعد میں آنے والے علماء) نے اسے قدرت کے ساتھ مقید کر دیا ہے (یعنی یہ کہ وہ قدرت میں ہو تو واجب ہے)؛ حالانکہ اس قید کی کوئی حاجت نہیں ہے، کیونکہ جو قدرت میں ہی نہ ہو، تو اس کے نہ ہونے سے وجوب بھی ختم ہو جاتا ہے؛ چنانچہ وہ وجوبِ عمل کی شرط بن جاتی ہے، نہ کہ محض ادائیگیِ واجب کی؛ اور جمہور علماء نے اس بارے میں یہ کہا ہے کہ: جس شرط کے بغیر کوئی واجب مکمل نہ ہو سکے، تو وہ بھی واجب ہو جاتا ہے۔

یہاں مقصودِ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بندوں پر کوئی چیز واجب فرما دیتا ہے، اور اس واجب کی ادائیگی کسی خاص علم کے سیکھنے کی محتاج ہو، تو اس علم کا سیکھنا بھی بندے پر واجب ہو جاتا ہے، پس جب بندے کی اس چیز کی معرفت اس بات پر موقوف ہو کہ وہ اس کلام کا معنی سمجھے جو اس کی (مادری) زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں کیا گیا ہے، اور وہ ان الفاظ کے معنی سیکھنے پر قادر بھی ہو جو اس کی زبان میں نہیں ہیں، یا اپنی زبان میں ان کے ترجمے کی معرفت حاصل کرنے پر قدرت رکھتا ہو، اس کا سیکھنا اس پر واجب ہو جاتا ہے۔

تمہارے اعتراض کی حقیقت تو یہ ہے کہ: اگر کسی بادشاہ کی جانب سے کسی دوسرے بادشاہ کو کوئی ایسا خط بھیجا جائے جو اس کی اپنی زبان میں نہ ہو، تو وہ ایسے شخص کو تلاش کرے گا جو اس پیغام رساں بادشاہ کا مقصود اسے ترجمہ کر کے سمجھا سکے۔ اور اس کے لیے یہ جائز نہ ہو گا کہ وہ یہ کہے کہ: تم نے میری طرف کوئی ایسا شخص نہیں بھیجا جو میری زبان میں مجھ سے کلام کرتا، جبکہ وہ ترجمے کے ذریعے اس کے مقصد کو سمجھنے پر پوری قدرت رکھتا ہو، تو پھر رب العالمین کی بارگاہ میں ایسا بے ہودہ عذر پیش کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟! (کہ: آپ نے میری زبان میں رسول کیوں نہیں بھیجا، جبکہ تم ترجمے کے ذریعے اسے سمجھنے پر قادر تھے) اگر کوئی بادشاہ اپنی مختلف اللسان رعایا اور اپنے لشکر کے کچھ لوگوں کو اپنی ہی زبان میں کوئی حکم دے، جبکہ وہ لوگ اس کے حکم کی معرفت حاصل کرنے پر قادر ہوں —— خواہ اس کی زبان سیکھنے کے ذریعے —— یا پھر بادشاہ کے حکم کو ایسے شخص کے ذریعے سمجھ لیا جائے جو ان کے لیے

بادشاہ کے کلام کا ترجمہ کردے، تو ایسی صورت میں بادشاہ کا اپنی زبان میں حکم دینا کوئی ظلم قرار نہیں پائے گا۔ تو پھر یہ رب العالمین کی جانب سے کیسے ظلم ہو سکتا ہے، جبکہ خود انسانوں کی طرف سے ایسا کرنا ظلم نہیں ہے؟

اگر رعایا میں سے کسی کا حق کسی دوسرے پر واجب ہو جائے، یا ان میں سے بعض بعض پر ظلم کریں، تو بادشاہ پر یہ واجب ہو جاتا ہے کہ وہ مظلوم کو انصاف دلائے، اور ظالم کی طرف ایسے نمائندے بھیجے جو اسے عدل وانصاف کا حکم دیں اور نافرمانی کی صورت میں اسے سزا دیں اگر ظالم بادشاہ کے اس حکم کو ترجمے یا کسی اور ذریعے سے سمجھنے پر قادر ہو اور پھر بھی وہ انصاف نہ کرے تو بادشاہ اسے سزا دے گا۔ اور یہی عینِ عدل ہے؛ یہ ہرگز عدل نہیں کہ لوگوں کو اللہ کے حق میں اور اس کے بندوں کے حقوق میں ظلم کرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو اسی لیے مبعوث فرمایا اور اپنی کتابیں اسی لیے نازل کیں تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ}[الحديد:25]

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازوئے (عدل) بھی بھیجی تاکہ لوگ انصاف کو قائم رکھیں۔

پس اب کسی بھی ایسے شخص کے لیے عذر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی جس کی طرف کوئی رسول بھیجا گیا ہو، اور وہ اس پیغام کی معرفت حاصل کرنے پر قادر ہو جو اس کی طرف بھیجا گیا ہے — خواہ وہ ترجمے کے ذریعے حاصل ہو یا ترجمے کے علاوہ کسی اور ذریعے سے اب کسی کے لیے یہ جائز نہیں رہا کہ وہ اللہ کی اس شریعت سے سرکشی کرے جسے اللہ نے نازل فرمایا ہے — اور وہی وہ عدل و انصاف ہے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول کو مبعوث فرمایا ہے — محض اس بنیاد پر کہ رسول کی زبان اس کی اپنی زبان نہیں ہے؛ جبکہ وہ شخص اس بات پر پوری قدرت رکھتا ہو کہ رسول کے مقصود و مراد کو مختلف اور متعدد ذرائع سے پہچان سکے۔

لوگ اپنے دنیاوی مفادات کے معاملے میں، ایک دوسرے کے مقصود و مراد کو جاننے کے لیے ترجمے اور اس جیسے دیگر (ذرائع) کا سہارا لیتے ہی ہیں پس وہ آپس میں خرید وفروخت کا معاملہ کرتے ہیں جبکہ ان کے درمیان ایک مترجم ہوتا ہے جو ایک کی بات دوسرے تک پہنچاتا ہے، اور وہ اپنے شہروں کی تعمیر و ترقی اور اپنے نفس کی دیگر اغراض و مقاصد کے لیے ایسے ترجمان فراہم کر کے مراسلت کرتے ہیں جو ان کے لیے ترجمہ کرتے ہیں دین کا معاملہ تو دنیا کے معاملے سے کہیں زیادہ عظیم ہے؛ تو پھر ایسا کیسے ممکن ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مقصود کو سمجھنے کا وسیلہ ڈھونڈیں مگر دین کے لیے نہ ڈھونڈیں؟ اور دنیا کا معاملہ دین کے معاملے سے زیادہ اہم کیسے ہو سکتا ہے؟ سوائے اس شخص کے جس کے دل کو اللہ نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہو، جس نے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی کی ہو، اپنے رب کے ذکر سے اعراض کیا ہو اور وہ صرف دنیاوی زندگی کا ہی طالب ہو۔ یہی ان کے علم کی انتہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا} [النجم:29]

پھر تم اس کی پروانہ کرو جس نے ہماری یاد سے منہ پھیر لیا ہے اور صرف دنیا ہی کی زندگی چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا} [الكهف:28]

تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی رضامندی چاہتے ہیں، اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا، کہ دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے، اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔۔

چوتھی وجہ: اور یہ تعجب کی بات ہے کہ نصاریٰ اس جیسی بات کو ایسا ظلم شمار کرتے ہیں جو عدل سے خارج ہے، حالانکہ انہوں نے خود اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے بنیادی عقائد میں ایسے عظیم ظلم کی نسبت کر رکھی ہے جو دنیا کی کسی اور قوم نے نہیں کی۔ جس طرح انہوں نے اللہ رب العزت کی ایسی توہین کی اور اسے ایسی گالیاں دیں جو کسی اور امت نے نہیں دیں؛ پس یہ قوم اللہ کی توحید، اس کی بزرگی، اس کی حمد اور اس کی ثنا بیان کرنے سے تمام امتوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ دور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان کا یہ گمان ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے (ممنوعہ) درخت سے (پھل) کھا لیا تو رب ان پر غضبناک ہوا اور انہیں سزا دی، اور وہ سزا ان کی ذریت میں باقی رہی یہاں تک کہ مسیح علیہ السلام آئے اور انہیں سولی دی گئی۔ اور یہ کہ آدم کی تمام اولاد ابلیس کی قید میں تھی، پس ان میں سے جو بھی مرتا اس کی روح جہنم میں ابلیس کے قید خانے میں چلی جاتی؛ یہاں تک کہ انہوں نے یہی بات انبیاء علیہم السلام یعنی نوح، ابراہیم، موسیٰ، داؤد اور سلیمان وغیرہم کے بارے میں بھی کہی (کہ ان کی ارواح بھی معاذ اللہ ابلیس کے قبضے میں تھیں)۔

فصل: عیسائیوں کے عقیدۂ صلیب اور کفارے (فدیہ) کا ردّ

یہ بات معلوم و معروف ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ کافر تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے گناہ پر مواخذہ نہیں فرمایا؛ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ ان کا آدم علیہ السلام کے گناہ پر مواخذہ کرے، جبکہ وہ تو ان کے بعید ترین جد امجد ہیں؟ سزا کا تصور تو تب ہوتا جب یہ فرض کر لیا جاتا کہ آدم علیہ السلام نے توبہ نہیں کی تھی؛ تو پھر اس سزا کا تصور کیسے ممکن ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی توبہ کی قبولیت کی خبر دی ہے؟ پھر ان نصاریٰ کا یہ گمان ہے کہ مسیح علیہ السلام کو سولی دیا جانا —— جو کہ بذاتِ خود عظیم ترین گناہوں اور بد ترین خطاؤں میں سے ہے —— اسی کے ذریعے اللہ نے آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کو جہنم کے عذاب سے خلاصی

عطافرمائی!ان نصاریٰ کا یہ باطل گمان بھی ہے کہ اللہ نے اسی (صلبِ مسیح) کے ذریعے ابلیس کو سزادی؛حالانکہ ابلیس تو اسی وقت سے اللہ کا نافرمان اور سزا کا مستحق چلا آرہا تھا جب اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا وہ یہ گمان بھی رکھتے ہیں کہ ابلیس آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر مسیح علیہ السلام کی بعثت تک مسلسل انسانوں کو وسوسوں میں مبتلا کرتا رہا؛حالانکہ رب تعالیٰ تو اس تمام عرصے میں بھی اسے سزا دینے پر پوری طرح قادر تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بنو آدم پر ان کے باپ آدم علیہ السلام کے گناہ کی وجہ سے کوئی سزا واجب نہیں ہوتی۔ پس جن لوگوں کا قول اور عقیدہ ان جیسی خرافات پر مبنی ہو —— جو کہ عقلمندوں کے لیے باعثِ ہنسی ہیں —— جن کی نسبت کسی جاہل ترین اور ظالم ترین بادشاہ کی طرف کرنا بھی درست نہیں ہے؛تو پھر نصاریٰ اس کے باوجود یہ دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عدل کے ساتھ موصوف کرتے ہیں؟ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ وہ اللہ کے عدل کا یہ مفہوم قرار دیتے ہیں کہ اللہ انسان کو اس چیز کے سیکھنے کا حکم ہی نہ دے جس کے سیکھنے پر انسان پوری قدرت رکھتا ہو، حالانکہ اسی میں اس کی معاش اور معاد کی بھلائی پوشیدہ ہے؟اور وہ اس جیسی باطل بات کو اللہ کی کتاب اور اس کے رسولوں کی تکذیب کا بہانہ بنا لیتے ہیں، اور اسی بنیاد پر پہلی کتاب (انجیل) کی تبدیلی پر اصرار کرتے ہیں اور آخری کتاب قرآن کو جھٹلاتے ہیں؛اور اسی خود ساختہ عدل کی بنا پر وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ قرآن معاذ اللہ موسیٰ، عیسیٰ اور دیگر تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کی مخالفت پر مشتمل ہے؟

نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ: مسیح علیہ السلام —— جو ان کے نزدیک لاہوت (خدا) اور ناسوت (انسان) دونوں کا مجموعہ ہیں —— انہوں نے کفار کو خود پر قابو پانے اور سولی چڑھانے کا موقع اس لیے دیا تاکہ اس کے ذریعے ابلیس کو دی جانے والی سزا پر قابو پا سکیں۔ انہوں نے کہا کہ: پس نصاریٰ کا یہ گمان ہے کہ مسیح نے خود کو ابلیس سے چھپائے رکھا تاکہ اسے علم نہ ہو سکے، اور اپنے دشمنوں کو اس بات پر قدرت دے دی کہ وہ اسے پکڑ لیں، اسے ماریں پیٹیں، اس کے چہرے پر تھوکیں، اس کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھیں اور اسے سولی پر چڑھا دیں؛اور مسیح نے موت کے خوف سے سخت گھبراہٹ اور بے چینی کا اظہار کیا۔ مسیح سولی پر معاذ اللہ یہ کہنے لگے: اے میرے خدا! تو نے میرے دشمنوں کو مجھ پر کیوں مسلط کر دیا؟ نصاریٰ کے نزدیک یہ سب کچھ اس لیے تھا تاکہ وہ اس کے ذریعے ابلیس سے چھپے رہیں، اور ابلیس کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہ سولی چڑھنے والا خود اللہ ہے یا اللہ کا بیٹا ہے۔ نصاریٰ کا یہ گمان ہے کہ ابلیس نے چاہا کہ وہ مسیح کی روح کو جہنم کی طرف لے جائے، بالکل اسی طرح جیسے اس نے نوح، ابراہیم، موسیٰ اور ان کے علاوہ دیگر انبیاء اور مومنین کی ارواح کو پہنچایا تھا؛ پس اس وقت رب تعالیٰ ابلیس پر حجت قائم فرمائے گا اور کہے گا: اے ابلیس! تو نے کس بنیاد پر میری روح کو پکڑنا حلال سمجھا؟ پس ابلیس اللہ کو جواب دے گا: میں نے تیری روح کو تیرے گناہ کی وجہ سے پکڑا ہے؛ تو رب تعالیٰ (معاذ اللہ) کہے گا: میرے ناسوت (انسانی بدن) کا کوئی گناہ نہیں ہے جیسا کہ دیگر انبیاء کے ناسوت (بدنوں) کے گناہ تھے؛ کیونکہ ان (انبیاء) کے تو گناہ تھے جن کی وجہ سے وہ اس بات کے مستحق ہوئے کہ ان کی ارواح کو پکڑ کر جہنم لے جایا جائے، جبکہ میرا کوئی گناہ نہیں ہے۔

نصاریٰ نے کہا: پس جب اللہ نے ابلیس پر اپنی حجت قائم کر دی، تو اس وقت رب تعالیٰ کے لیے یہ جائز ہوا کہ وہ ابلیس کو پکڑ لے، اسے سزا دے اور آدم علیہ السلام کی ذریت کو اس بات سے خلاصی عطا فرمائے کہ وہ مرنے کے بعد جہنم کی طرف لے جائے جائیں۔ اس کلام میں اس قدر باطل باتیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے ایسے ظلم کی نسبت موجود ہے کہ جن کی تفصیل بیان کرنے کے لیے طویل وقت درکار ہے؛ پس اسی میں سے ان کا یہ قول بھی ہے: پس رب تعالیٰ کے علم، اس کی حکمت اور اس کے عدل میں ایسا عیب اور نقص نکالا گیا ہے کہ ویسی نازیبا نسبت کسی دوسری قوم نے نہیں کی؛ اور وہ نقص کئی وجوہ سے واضح ہے:

ان (وجوہات) میں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ: ان سے یہ کہا جائے گا کہ ابلیس نے اگر آدم کی ذریت کو ان کے باپ آدم علیہ السلام کے گناہ کی وجہ سے پکڑا اور قید کیا تھا، تو پھر مسیح علیہ السلام کے ناسوت (انسانی جسم) اور دوسروں کے ناسوت میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا کیونکہ مسیح بھی آدم کی ذریت سے ہیں؛ اور اگر اس نے انہیں ان کے اپنے ذاتی گناہوں کی وجہ سے پکڑا تھا، تو پھر اس نے انہیں ان کے باپ کے گناہ کی وجہ سے نہیں پکڑا؛ جبکہ نصاریٰ تو یہی کہتے ہیں کہ ابلیس نے انہیں صرف آدم کے گناہ کی وجہ سے پکڑا تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ: ان سے یہ کہا جائے گا کہ مسیح علیہ السلام کے بعد پیدا ہونے والی ذریت بھی ویسے ہی ہیں جیسے ان سے پہلے پیدا ہونے والے تھے؛ تو پھر یہ کیسے جائز ہوا کہ ابلیس کو پہلے گزر جانے والی ذریت پر تو قدرت دے دی گئی کہ وہ انہیں دوزخ لے جائے لیکن بعد میں آنے والوں پر اسے یہ قدرت نہ دی گئی؟ پہلے اور بعد والے انسان آدم علیہ السلام کی نسبت سے برابر ہیں؛ اور مسیح کے بعد آنے والے لوگ بھی ویسی ہی خطائیں کرتے ہیں جو پہلے گزر جانے والے انبیاء کی خطاؤں سے کہیں زیادہ بڑی ہیں؛ تو پھر یہ کیسے عقل میں آنے والی بات ہوئی کہ ابلیس کو پہلے انبیاء علیہم السلام کو سزا دینے پر تو قدرت دے دی گئی، لیکن اسے ان کافروں اور جابروں کو سزا دینے پر قدرت نہ دی گئی جو مسیح علیہ السلام کے بعد پیدا ہوئے؟

تیسری وجہ یہ ہے کہ: ان سے یہ کہا جائے گا کہ ابلیس کا آدم علیہ السلام کی ذریت کو پکڑنا اور انہیں جہنم میں داخل کرنا؛ یہ فعل یا تو ابلیس کی طرف سے ظلم تھا، اور یا پھر یہ اللہ کا عدل تھا جس کا ابلیس محض ایک ذریعہ بنا۔ پس اگر ابلیس کا ذریتِ آدم کو پکڑنا عدل تھا، تو پھر ابلیس پر کوئی ملامت نہیں ہونی چاہیے؛ اور پھر اللہ کے لیے یہ جائز ہی نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ابلیس کو اس عدل کے نفاذ سے روکنے کے لیے حیلہ سازی کرے جس کا بزعمِ نصاریٰ قانونی طور پر مستحق تھا؛ بلکہ اس صورت میں تو واجب تھا کہ اسے پہلے والے اور بعد میں آنے والے تمام انسانوں پر برابر کی قدرت دی جاتی۔

اگر ابلیس کا ذریتِ آدم کو پکڑنا اور جہنم لے جانا ظلم تھا، تو پھر رب تعالیٰ نے اسے مسیح علیہ السلام سے پہلے اس ظلم سے کیوں نہ روکا؟ پس اگر یہ کہا جائے کہ: اللہ، ابلیس کو روکنے پر قادر نہ تھا، تو انہوں نے اللہ کی طرف عجز کی نسبت کر دی؛ اور اگر یہ کہا جائے کہ: وہ ابلیس کے ظلم کو دور کرنے پر قادر تو تھا مگر اس نے ایسا کیا نہیں، تو پھر ظلم کو ایک زمانے میں دور کرنے اور دوسرے زمانے میں دور نہ

کرنے میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا؛ کیونکہ اگر ایسا کرنا جائز تھا تو پھر یہ ہر زمانے میں جائز ہونا چاہیے تھا، اور اگر یہ اللہ کی شان کے خلاف ہونے کی بنا پر ممتنع تھا تو پھر یہ ہر زمانے میں ممتنع ہونا چاہیے تھا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ: ان سے یہ کہا جائے گا کہ ابلیس اگر مسیح علیہ السلام سے پہلے معذور تھا، تو پھر اسے سزا دینے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی اور نہ ہی اس پر کوئی ملامت بنتی تھی؛ اور اگر وہ معذور نہیں تھا بلکہ گناہگار تھا، تو پھر وہ سزا کا مستحق ہو چکا تھا، اور اس کے خلاف کسی ایسی حیلہ سازی کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی جس کے ذریعے اس پر حجت قائم کی جاتی۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ: بالفرض اگر اللہ نے سولی کے واقعے سے پہلے ابلیس پر حجت قائم نہیں کی تھی، تو پھر اس نے سولی کے ذریعے بھی اس پر کوئی حجت قائم نہیں کی، پس ابلیس کے لیے یہ کہنا ممکن ہے کہ: اے پروردگار! مجھے تو یہ علم ہی نہ تھا کہ یہ ناسوت (انسانی بدن) خود رب کا ناسوت ہے؛ اور اے رب! تونے ہی تو مجھے یہ اجازت دے رکھی تھی کہ میں آدم کی تمام ذریت کو پکڑوں اور انہیں جہنم کی طرف لے جاؤں (تو میں نے تو وہی کیا جس کی تو نے مجھے چھوٹ دے رکھی تھی!)، پس ابلیس کہے گا کہ یہ مسیح بھی ان انسانوں میں سے ایک ہی تھا، اور مجھے یہ علم ہی نہ تھا کہ تونے یا تیرے بیٹے نے اس (انسانی بدن) کے ساتھ اتحاد کر لیا ہے؛ اور اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا تو میں ضرور اس کی تعظیم کرتا؛ پس میں اس معاملے میں معذور ہوں، لہٰذا تیرے لیے یہ جائز نہیں کہ تو مجھ پر ظلم کرے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ: ہم نصاریٰ کے جواب میں یہ کہیں گے کہ: اس وقت ابلیس اللہ سے یہ کہے گا کہ اے رب! اگر بالفرض میں نے غلطی کی بھی ہے تو میں نے صرف اس ایک ناسوت مسیح کے انسانی بدن کی روح قبض کرنے میں خطا کی ہے جس کا مجھے علم نہ تھا۔ ابلیس اللہ سے کہے گا: لیکن آدم کی باقی تمام ذریت جو مسیح کے بعد پیدا ہونے والے ہیں، میرا یہ حق بنتا ہے کہ میں ان کی ارواح کو جہنم میں قید رکھوں؛ بالکل اسی طرح جیسے میں نے ان لوگوں کی ارواح کو قید کیا جو مسیح سے پہلے تھے، خواہ میں نے انہیں ان کے باپ آدم کے گناہ کی وجہ سے قید کیا ہو یا پھر ان کے اپنے ذاتی گناہوں کی وجہ سے؛ اور اس صورت میں میرا یہ حق برقرار رہنا چاہیے، پس اگر وہ باتیں حق ہوتیں جو نصاریٰ کہتے ہیں، تو پھر (معاذ اللہ) ابلیس کے خلاف اللہ کی کوئی حجت باقی ہی نہ رہتی۔

ساتویں وجہ یہ ہے کہ: ان سے یہ کہا جائے گا کہ: فرض کر لیں کہ آدم علیہ السلام نے گناہ کیا اور ان کے بیٹوں نے بھی شیطان کے بہکاوے میں آکر گناہ کیے؛ تو سوال یہ ہے کہ بنی آدم کو ان کے گناہوں کی سزا دینا اللہ کا اختیار ہے یا ابلیس کا؟ تو کیا کوئی عقل مند شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ: ابلیس کو یہ حق اور قدرت حاصل ہے کہ وہ بنی آدم کو گناہ خوبصورت دکھا کر گمراہ کرے، اور پھر اسے ہی یہ حق بھی حاصل ہو کہ وہ اللہ کے حکم اور اجازت کے بغیر ان سب کو سزا بھی دے؟ کیا نصاریٰ کا یہ عقیدہ ثنویہ مجوسیوں کے قول جیسا نہیں ہے؟ جو یہ کہتے ہیں کہ: دنیا میں جتنا بھی شر ہے — خواہ وہ گناہ ہوں، یا سزائیں ہوں، یا اس کے علاوہ کچھ اور — وہ سب ابلیس کا فعل ہے؛ اللہ نے ان میں سے کچھ بھی نہیں کیا، اور نہ ہی اللہ کسی کو اس کے گناہ پر سزا دیتا ہے (بلکہ یہ سب ابلیس کرتا ہے)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قول عقیدہِ کفارہ اور ابلیس کا اختیارِ سزا نصاریٰ میں مجوسیوں کی طرف سے سرایت کر گیا ہے؛ اسی لیے نصاریٰ اس قول کو نہ تو کسی نازل کردہ کتاب سے نقل کر سکتے ہیں اور نہ ہی حواریوں حضرت عیسیٰ کے شاگردوں میں سے کسی ایک سے (اس کا کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں)۔ اسی وجہ سے مانویہ (Mani's followers) کا دین نصاریٰ اور مجوسیوں کے دین سے مرکب (ملا جلا) تھا؛ اور ان کا پیشوا مانی خود ایک نصرانی مجوسی تھا؛ پس نصاریٰ، مجوسیوں اور بلکہ دیگر تمام مشرکین کے درمیان فکری اور نظریاتی نسبت ایک معلوم اور جانی پہچانی حقیقت ہے۔

آٹھویں وجہ یہ ہے کہ: ان سے یہ کہا جائے گا کہ ابلیس نے بنی آدم کو جو سزا دی اور انہیں جہنم میں داخل کیا، وہ اللہ کی اجازت سے کیا یا اللہ کی اجازت کے بغیر؟

اگر نصاریٰ یہ کہیں کہ: ابلیس کا انسانوں کو جہنم لے جانا اللہ کی اجازت سے تھا، تو پھر ابلیس کا کوئی گناہ ہی نہ رہا کیونکہ وہ تو حکمِ الٰہی بجالا رہا تھا اور نہ ہی وہ اس بات کا مستحق رہا کہ اسے سزا دینے کے لیے کوئی حیلہ اختیار کی جائے، اور ایسی صورت میں اسے سزا دینا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ کہیں کہ: یہ اللہ کی اجازت کے بغیر تھا، تو سوال یہ ہے کہ کیا اللہ کے عدل میں یہ بات جائز تھی کہ وہ ابلیس کو اس پر قدرت دے دے، یا یہ اللہ کے عدل میں جائز نہ تھی؟ پس اگر یہ کسی ایک زمانے میں جائز تھی، تو پھر یہ تمام زمانوں میں جائز ہونی چاہیے تھی؛ اور اگر یہ کسی ایک زمانے میں جائز نہ تھی (کیونکہ یہ عدل کے خلاف تھا)، تو پھر یہ کسی بھی زمانے میں جائز نہیں ہونی چاہیے تھی؛ لہٰذا تمہارے اس دعوے کے مطابق مسیح علیہ السلام سے پہلے کے زمانے اور ان کے بعد کے زمانے میں عدل کے اعتبار سے کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔

نویں وجہ یہ ہے کہ: ان سے یہ کہا جائے گا کہ کیا اللہ تعالیٰ مسیح کو سولی دینے کی حیلہ سازی کے بغیر بھی ابلیس کو روکنے اور اسے سزا دینے پر قادر تھا؟ اور اگر وہ ایسا کر دیتا، تو کیا یہ اس کی طرف سے عدل ہوتا یا نہیں؟ پس اگر یہ ابلیس کو بغیر کسی حیلے کے روکنا اللہ کے لیے مقدور تھا اور ایسا کرنا اس کی طرف سے عدل بھی تھا، تو پھر اسے اس بات کی کوئی حاجت نہ تھی کہ وہ ابلیس پر حیلہ سازی کرے، اور نہ ہی اسے اس کی ضرورت تھی کہ وہ خود کو یا اپنے بیٹے کو سولی چڑھوائے؛ پھر اگر یہ عدل (یعنی ابلیس کو روکنا) اللہ پر (اس کی صفتِ عدل کی بنا پر) واجب تھا، تو پھر ابلیس کو (مسیح سے پہلے بھی) روکنا واجب تھا، اور اگر یہ واجب نہ تھا، تو پھر ہر زمانے میں ابلیس کو (شر پر) قدرت دینا جائز ہونا چاہیے تھا، پس (اس صورت میں بھی) ایک زمانے اور دوسرے زمانے میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ: اللہ، مسیح سے پہلے ابلیس کو روکنے پر قادر نہ تھا، تو یہ رب تعالیٰ کو ابلیس کو روکنے سے عاجز قرار دینا ہے؛ اور تمام مذاہب (اہلِ ملل) کے اتفاق کے مطابق یہ عظیم ترین کفر ہے، جو کہ (خدا اور شیطان کو برابر طاقتور ماننے والے) ثنویہ (Dualists) کے قول کی طرح ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نور (خیر کا خدا) اس بات پر قادر نہ تھا کہ ظلمت (شر کا خدا) کو شر پھیلانے سے

روک سکے؛اور یہ نصاریٰ کا نظریہ ڈیموقراطیس اور حنانین جیسے فلسفیوں کے قول کی جنس سے ہے، جو یہ کہتے تھے کہ واجب الوجود (اللہ تعالیٰ) کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ نفس کو ہیولیٰ (مادے) کے ساتھ خلط ملط ہونے سے روک سکے، بلکہ نفس اس (خدا) کے اختیار کے بغیر ہی مادے کے ساتھ معلق ہو گیا تھا۔

دسویں وجہ یہ ہے کہ: نصاریٰ سے یہ پوچھا جائے گا کہ ان کافر یہودیوں نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ کیا —— یعنی انہیں سولی پر چڑھایا —— تو کیا ان کا یہ فعل اللہ کی اطاعت تھا یا اس کی معصیت میں تھا؟ پس اگر مسیح کو سولی دینا اللہ کی اطاعت تھی، تو وہ یہودی جنھوں نے انہیں سولی دی، اللہ کی بارگاہ میں اجر و ثواب کے مستحق ٹھہرے (اس صورت میں تو یہ لازم آتا ہے کہ اللہ) انہیں ان کی اس اطاعت پر اجر و ثواب عطا کرے اور ان کی تکریم فرمائے، بالکل اسی طرح جیسے وہ اپنے دیگر تمام اطاعت گزار بندوں کو اجر و ثواب دیتا ہے۔ نصاریٰ اس بات پر متفق ہیں کہ وہ یہودی جنھوں نے سولی دی گناہ کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے بڑے مجرم اور مخلوق میں سب سے بدتر ہیں؛ اور نصاریٰ ان یہودیوں کا خون بہانے اور ان پر لعنت کرنے کو اس قدر جائز سمجھتے ہیں جتنا کسی اور کے لیے جائز نہیں سمجھتے۔ بلکہ نصاریٰ اپنے روزوں کے آخری ایام میں —— جو کہ (بقول ان کے) مسیح کو سولی دیے جانے کے ایام سے مشابہت رکھتے ہیں —— یہودیوں کی تلاش اور انہیں سزا دینے میں مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ اگر وہ یہودی اللہ کے نافرمان تھے (یعنی مسیح کو سولی دینا گناہ تھا)، تو کیا اللہ اس بات پر قادر تھا کہ وہ انہیں اس نافرمانی (مسیح کے قتل) سے روک دے، یا وہ (انہیں روکنے پر) قادر نہ تھا؟ پس اگر اللہ تعالیٰ (یہودیوں کو مسیح کی سولی سے) روکنے پر قادر نہ تھا، تو پھر وہ مستقبل میں بھی ابلیس کو بنی آدم پر (دوبارہ) ظلم کرنے سے روکنے پر قادر نہیں ہو سکے گا؛ اور اگر وہ انہیں (یہودیوں کو) گناہوں سے روکنے پر قادر تھا اس نے انہیں نہیں روکا، تو پھر وہ اس بات پر بھی قادر تھا کہ ابلیس کو اس حیلہ سازی کے بغیر ہی روک دیتا؛ اور اگر اللہ کے نزدیک یہودیوں کو اس معصیت پر قدرت دینا ایک اچھا فعل تھا (یعنی اس کی حکمت کا تقاضا تھا)، تو پھر اس کے لیے یہ بھی اچھا (اور درست) تھا کہ وہ ماضی اور مستقبل میں ابلیس کو بنی آدم پر (آزمائش کے طور پر) قدرت دے دیتا، لہٰذا ابلیس کے خلاف اس (سولی کی) حیلہ سازی کی کوئی حاجت ہی باقی نہ رہی۔

جان لو کہ نصاریٰ کے دین کے فساد پر دلالت کرنے والی وجوہات بہت ہی زیادہ ہیں۔ جب کبھی کوئی صاحبِ عقل نصاریٰ کے مذہب کا تصور کرتا ہے اور اس سے لازم آنے والے نتائج پر غور کرتا ہے، تو اس پر اس دین کا فساد بالکل واضح ہو جاتا ہے لیکن یہاں اصل مقصد ان کے تضاد کو بیان کرنا ہے؛ کہ نصاریٰ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب، ان کے رسول اور ان کے دین پر ایمان نہ لانے کے لیے اپنے حق میں یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو عادل ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایسے کاموں کا حکم نہیں دیتا جن سے وہ عاجز ہوں، اور وہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں صرف انہی کاموں کا حکم دیتا ہے جن کی وہ قدرت رکھتے ہیں (اور ان کے نزدیک اسلام کے بعض

احکامات اس قاعدے کے خلاف ہیں)۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے ظلم کی نسبت کر دی ہے جس کی نسبت بنی آدم میں سے کسی نے بھی اس کی طرف نہیں کی۔

گیارہویں وجہ یہ ہے کہ :(عدل و ظلم کے بارے میں) یا تو وہی بات کہی جائے گی جو جہمیہ مجبرہ کہتے ہیں —— یعنی وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (اس کے افعال کے پیچھے) نہ کوئی حکمت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی سبب (وہ بس محض اپنی مشیت سے جو چاہے کر دے)۔(اور جہمیہ کا قول یہ ہے کہ اللہ کے افعال میں) نہ تو عدل کی رعایت کی جاتی ہے (اور نہ حکمت کی)؛اور یا پھر (دوسری طرف) قدریہ کا قول اختیار کیا جائے، جن کا کہنا ہے کہ اللہ پر ویسا ہی عدل واجب ہے جیسا کہ مخلوق پر واجب ہوتا ہے یا پھر یہ کہا جائے گا کہ :اللہ تعالیٰ عادل ہے اور ہر قسم کے ظلم سے پاک و منزہ ہے (اور یہی وہ بر حق عقیدہ ہے جسے تسلیم کرنا واجب ہے)۔لیکن اللہ کا عدل، مخلوق کے عدل کی طرح نہیں ہے کیونکہ وہ خالق اور مالک ہے؛ تو یہ ہیں لوگوں کے وہ تین اقوال (جو اللہ کے عدل و ظلم کے بارے میں پائے جاتے ہیں)۔

پس اگر پہلا قول (یعنی جہمیہ والا نظریہ) اختیار کیا جائے، تو پھر (یہ ماننا پڑے گا کہ) اللہ کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ابلیس کو انسانوں کے کسی گناہ کے بغیر ہی تمام اولادِ آدم پر مسلط کر دے، اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ ان تمام انسانوں کو بغیر کسی گناہ کے سزا دے؛اور اس صورت میں ابلیس کے خلاف اس سولی کی حیلہ سازی کی کوئی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

اگر دوسرا قول اختیار کیا جائے (یعنی قدریہ والا نظریہ کہ اللہ پر ویسا ہی عدل واجب ہے جیسا مخلوق پر)، تو یہ بات سب جانتے ہیں کہ اگر انسانوں میں سے کوئی شخص یہ دیکھے کہ اس کے کسی غلام نے (مثلاً ابلیس نے) اس کے دوسرے غلام (مثلاً آدم) کو کسی ایسے گناہ کا حکم دیا ہے جسے وہ آقا ناپسند کرتا ہے، اور اس نے وہ گناہ کر لیا، تو آقا کے نزدیک عدل یہ ہوگا کہ وہ حکم دینے والے (ابلیس) اور عمل کرنے والے (آدم) دونوں کو سزا دے۔

رہا اللہ کا اس حکم دینے والے (ابلیس) کو اس بات پر قدرت دے دینا کہ وہ حکم ماننے والے (انسان) کو سزا دے، تو یہ کسی طور عدل نہیں ہے؛اور اسی طرح اس ظالم حکم دینے والے (ابلیس) کو (آدم کی) اس تمام نسل پر مسلط کر دینا جنہوں نے اپنے باپ والا گناہ کیا ہی نہیں، یہ بھی ہرگز عدل نہیں ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ :ابلیس اس بات کا حقدار بن گیا تھا کہ وہ انسانوں کو اپنا غلام بنا لے کیونکہ ان کے باپ آدم نے اس کی اطاعت کی تھی، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا:تب تو (تمہارے قاعدے کے مطابق) وہ اولین و آخرین (تمام انسانوں) کو قیدی بنانے کا حقدار ہو گیا تھا، لہٰذا اللہ کے لیے یہ جائز نہ تھا کہ وہ ابلیس کو اس کے (اس قانونی) حق سے حیلہ سازی کے ذریعے محروم کرتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ: ابلیس انسانوں کو پکڑنے کا حقدار محض ان کے اپنے گناہوں کی وجہ سے ہوا ہے، تو اس کے جواب میں (پھر وہی بات) کہی جائے گی کہ: تب تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اولین و آخرین (تمام گناہ گار انسانوں) کو پکڑ لے (اور ان پر مسلط رہے)۔

اگر یہ کہا جائے کہ: جب ابلیس نے مسیح کے ناسوت (انسانی وجود) کی روح قبض کرنے کا مطالبہ کیا (یعنی انہیں قتل کرنا چاہا)، تو وہ اپنے اس گناہ کی وجہ سے (باقی انسانوں پر اپنے حق سے) محروم کر دیا گیا؛ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا: اگر ابلیس کا یہ فعل (مسیح کی روح قبض کرنے کا مطالبہ) کوئی گناہ تھا بھی، تو یہ تو اس کے تمام گناہوں میں سے ہلکا ترین گناہ تھا کیونکہ ابلیس کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ یہ الٰہ کا ناسوت (خدا کا انسانی روپ) ہے؛ اور جب کسی آدمی کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ کسی دوسرے کی اولاد کو غلام بنا لے، اور وہ کسی ایسے شخص کو غلام بنانے کا مطالبہ کرے جس کے بارے میں اس کا گمان یہ ہو کہ وہ انہی میں سے ہے اور اگر وہ شخص ان غلاموں میں سے نہ ہو (جنہیں پکڑنے کا اسے حق تھا)، تو اس کی یہ غلطی اس بات کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتی کہ وہ باقی (حقیقی غلاموں) کو اپنی غلامی میں رکھے۔

اگر یہ کہا جائے کہ: بیشک رب کا عدل مخلوق کے عدل جیسا نہیں ہے (یعنی اس کی شان جدا ہے)، بلکہ اس کے عدل کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ نہ تو کسی کی نیکیوں میں کمی کرے اور نہ ہی کسی کو اس کے گناہ کے بغیر سزا دے؛ تو اس صورت میں تو یہ بالکل بھی جائز نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ آدم کی اولاد کو ان کے باپ کے گناہ کی سزا دے، اور نہ ہی یہ جائز رہتا ہے کہ وہ ان انبیاء کو دوسروں کے گناہوں کے بدلے سزا دے جن کا اپنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اس بات سے معصوم ہوتے ہیں کہ وہ کسی گناہ پر قائم رہیں؛ لہٰذا ان میں سے جو بھی وفات پاتا ہے، وہ اس حال میں وفات پاتا ہے کہ اس پر کوئی ایسا گناہ نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ سزا کا مستحق ہو۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ انہیں موت کے بعد (برزخ یا جہنم کے ایک حصے میں) ان کے باپ (آدم) کے گناہ کی پاداش میں سزا دی جائے؟ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ گناہ پر اصرار کرتے ہوئے مرا ہے —— حالانکہ یہ ایک باطل فرض ہے —— اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ انبیاء کی ایسی خطائیں تھیں جن کی وجہ سے وہ موت کے بعد سزا کے مستحق تھے (تب بھی تمہارا مقدمہ ثابت نہیں ہوتا)۔ (اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ) ابلیس کو ان انبیاء کو سزا دینے پر مسلط کیا گیا تھا —— حالانکہ یہ ایک باطل مفروضہ ہے —— تو پھر مسیح کے بعد آنے والے وہ لوگ جو انبیاء نہیں ہیں، وہ تو اس (سزا) کے زیادہ حقدار ہونے چاہئیں تھے۔ پس اس عدل میں یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے —— جو برابر والوں کے درمیان برابری کا تقاضا کرتا ہے —— کہ انبیاء کو تو سزا دی جائے لیکن ان لوگوں کو سزا سے روک دیا جائے جو مرتبے میں ان سے بہت کم ہیں، بلکہ ان کو بھی جو (کھلم کھلا) کافر ہیں؟

بارہویں وجہ: (وہ یہ ہے کہ) جب رب کا مقصد اس (سولی اور اتحاد) کے ذریعے ابلیس کے ظلم کو دور کرنا ہی تھا، تو پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ وہ (خدا) آدم کی اولاد میں سے کسی (پہلے) شخص کے ناسوت (انسانی وجود) کے ساتھ متحد ہو جاتا تاکہ وہ ابلیس کے خلاف (تب

ہی) حیلہ سازی کرتا اور اسے ان لوگوں پر ظلم کرنے سے روک دیتا جو (مسیح سے) پہلے گزر چکے تھے (کیونکہ عقل کا قاعدہ یہ ہے کہ) بہت زیادہ شر کو روکنا، تھوڑے سے شر کو روکنے کے مقابلے میں زیادہ ضروری اور اولیٰ ہوتا ہے۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ (اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ) یہ معلوم ہی نہ تھا کہ ابلیس یہ اتنا سارا شر (اور اتنی بڑی برائی) برپا کرے گا؟ تو یہ اللہ کو جاہل قرار دینا ہے، اور اگر وہ (اس شر کو) جانتا تھا مگر اسے دور کرنے سے قاصر رہا تو یہ اسے عاجز قرار دینا ہے؛ پھر (تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ) ایک زمانے اور دوسرے زمانے میں کیا فرق تھا؟ (یعنی پہلے کیوں نہیں بچایا؟) یا پھر کیا ابلیس کو (شر پھیلانے سے) نہ روکنا اللہ کا عدل تھا؟ اگر ایسا ہے تو پھر یہ عدل تو ہر زمانے میں (یکساں) ہونا چاہیے تھا۔

فصل: اس دعوے کے رد میں کہ آیت ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا﴾ میں خطاب صرف عربوں کے ساتھ خاص ہے

رہا ان نصاریٰ کا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر کرنا:

{وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ}[آل عمران:85]

اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

اس سے اللہ کی مراد ان کی اپنی قوم ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔

رہا اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

{وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ}[آل عمران:85]

اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

اس سے مراد عدل کے تقاضے کے مطابق صرف وہی لوگ ہیں جن کے پاس وہ رسول ان کی اپنی زبان میں پیغام لے کر آئے، نہ کہ ان کے علاوہ وہ لوگ جن کے پاس وہ پیغام پہنچا ہی نہیں جس کے ساتھ وہ رسول مبعوث ہوئے تھے۔

پس ان سے یہ کہا جائے گا کہ: کلام کرنے والے اللہ تعالیٰ کی مراد کی یہ تفسیر آخر کس نے کی ہے؟ جو شخص کسی کلام کو اس معنی پر محمول کرے جس کے بارے میں لوگ بخوبی جانتے ہوں کہ وہ اس کے متکلم کی مراد کے خلاف ہے، تو وہ اس متکلم پر جھوٹ باندھنے والا اور اس پر بہتان لگانے والا ہے؛ خواہ وہ متکلم عام لوگوں میں سے کوئی فرد ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ اگر وہ متکلم جھوٹے مدعیانِ نبوت میں سے بھی ہو تب بھی یہی حکم ہو گا۔ کیونکہ جو شخص کسی کے جھوٹا ہونے کو جانتا ہو، پھر جب وہ کوئی بات کہے اور اس کے کلام سے اس

کی مراد بھی سمجھ لے، تو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس پر جھوٹ باندھے اور یہ کہے کہ: اس کی مراد یہ اور یہ تھی، بے شک جھوٹ ہر ایک کے لیے حرام اور قبیح ہے، خواہ وہ سچا ہو یا جھوٹا، پس اس شخص کا کیا حال ہو گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کی ایسی تشریح کرے جس کے بارے میں ہر وہ شخص جو اس کے حال سے واقف ہے، وہ یقینی اور بدیہی طور پر یہ جانتا ہو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مراد ہرگز نہیں لی؛ بلکہ وہ یقینی طور پر یہ جانتا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تو عموم ہی تھا۔

پس اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی کہ:

{وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا} [آل عمران:85]

اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے۔

یہ ایک عام صیغہ ہے، اور ''مَنْ'' شرطیہ کا صیغہ عموم کے بلیغ ترین صیغوں میں سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ} [الزلزلة:7] {وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ} [الزلزلة:8]

پھر جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا۔

پھر یہ کہ کلام کا سیاق وسباق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد اہلِ کتاب اور ان کے علاوہ دیگر لوگ بھی ہیں، پس یہ مقام سورہ آلِ عمران میں اہلِ کتاب سے خطاب اور نصاریٰ کے ساتھ مناظرے کے دوران میں ہے، پس بے شک یہ (آیات) اس وقت نازل ہوئیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کے نصاریٰ کا وفد حاضر ہوا تھا۔ مروی ہے کہ وہ ساٹھ سوار تھے، جن میں ''سید''، ''ایہم'' اور ''عاقب'' جیسے عمائدین شامل تھے؛ اور ان کا قصہ مشہور ومعروف ہے جیسا کہ اس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

یقیناً اس کلام سے قبل انہوں نے نصاریٰ کے اس دین کی مذمت فرمائی ہے جسے انہوں نے خود ایجاد کیا اور اس کے ذریعے دینِ مسیح میں تغیر وتبدل کر ڈالا۔ انہوں نے اس حق کو، جس کے ساتھ مسیح علیہ السلام مبعوث کیے گئے تھے، اس باطل کے ساتھ خلط ملط کر دیا جسے انہوں نے خود ایجاد کیا تھا؛ یہاں تک کہ ان کا دین حق اور باطل کا ایک مرکب بن کر رہ گیا اور ان میں سے ایک دوسرے کے ساتھ مکمل طور پر خلط ملط ہو گیا، پس ان نصاریٰ کے ہاں کوئی ایسا شخص مشکل ہی سے ملے گا جو اس بات کی تمیز کر سکے کہ مسیح علیہ السلام نے شریعتِ تورات میں سے کن احکام کو منسوخ کیا تھا اور کن کو برقرار رکھا تھا؛ حالانکہ مسیح علیہ السلام نے تو بنیادی طور پر تورات کو برقرار ہی رکھا تھا، مسیح علیہ السلام نے تورات کی اکثر شریعت کو برقرار رکھا تھا، مگر نصاریٰ نے اس کے معنی بدل ڈالے؛ اور عام نصاریٰ اس چیز کے درمیان تمیز نہیں کر پاتے جسے آپ علیہ السلام نے ثابت رکھا تھا اور جسے آپ نے تبدیل کیا تھا، چنانچہ (ان تحریفات کے سبب اب) دینِ مسیح کی اصل پہچان باقی نہیں رہی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ}[آل عمران:79] {وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ}[آل عمران:80]

کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ اسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ لیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ اس لیے کہ تم اللہ کی کتاب سکھاتے ہو اور اس واسطے کہ تم پڑھتے ہو۔ اور نہ یہ جائز ہے کہ تمہیں حکم کرے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو، کیا وہ تمہیں کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ واضح فرمادیا ہے کہ جس نے فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کو اپنا رب بنالیا، تو وہ کافر ہے، پس جس نے ان (فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام) کے علاوہ دوسروں کو اپنا رب بنالیا، وہ تو کفر کا کہیں زیادہ حقدار ہے۔ اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشادِ گرامی کے ذریعے یہ ذکر فرمادیا ہے کہ نصاریٰ نے توان (مقرب ہستیوں) سے بھی فروتر لوگوں کو اپنا رب بنالیا تھا:

{اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ}[التوبة:31]

انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا ہے اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی، حالانکہ انہیں حکم یہی ہوا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ آلِ عمران میں ارشاد فرمایا:

{وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ}[آل عمران:81]

اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور علم سے دوں پھر تمہارے پاس پیغمبر آئے جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو اس پر ایمان لے آنا اور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا، انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا، اللہ نے فرمایا تو اب تم گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دیگر سلفِ صالحین نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی نبی کو مبعوث فرمایا، تو ان سے یہ عہد ضرور لیا کہ اگر ان کی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں، تو وہ ان پر ضرور ایمان لائیں گے اور لازمی طور پر ان کی نصرت و حمایت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کو یہ حکم بھی دیا کہ وہ اپنی امت سے یہ عہد لیں کہ اگر ان کی زندگی میں محمد صلی اللہ

علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں، تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ضرور ایمان لائیں گے اور لازمی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت کریں گے۔ اور یہ آیتِ کریمہ ان (سلف) کے قول پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی (اسی حقیقت کا بیان ہے) کہ:

{وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ} [آل عمران: 81]

اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا۔

یہ ارشادِ باری تعالیٰ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو شامل ہے،

{لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ} [آل عمران: 81]

پھر جب تمہارے پاس پیغمبر آئے جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو اس پر ایمان لے آنا اور اس کی مدد کرنا۔

اس جملے میں یہ پہلی "لام" کو "لامِ موطئہ برائے قسم" کہا جاتا ہے، اور دوسری "لام" کو "لامِ جوابِ قسم" کا نام دیا جاتا ہے، کلام میں جب شرط اور قسم دونوں جمع ہو جائیں اور قسم کو مقدم کر دیا جائے (پہلے لایا جائے)، تو قسم کا جواب، شرط اور قسم دونوں کے جواب کے قائم مقام ہو جاتا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

{لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ} [الحشر: 12]

اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے، اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد بھی نہ کریں گے، اور اگر ان کی مدد کریں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، پھر ان کو مدد نہ دی جائے گی۔

اسی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی بھی ہے:

{وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ} [التوبة: 75]

اور بعضے ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے دے تو ہم ضرور خیرات کیا کریں اور نیکوں میں سے ہو جائیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی:

{وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا} [الانعام: 109]

اور وہ اللہ کے نام کی پکی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو اس پر ضرور ایمان لائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی:

{وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَا تُقْسِمُوا} [النور: 53]

اور اللہ کی پکی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آپ انہیں حکم دیں تو سب کچھ چھوڑ کر نکل جائیں، کہہ دو قسمیں نہ کھاؤ۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی:

{وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَيَكُونُنَّ أَهْدَى مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ} [فاطر: 42]

اور وہ اللہ کی پختہ قسمیں کھاتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی بھی ڈرانے والا آیا تو ہر ایک امت سے زیادہ ہدایت پر ہوں گے۔

اور اسی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

{وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ} [لقمان: 25]

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی:

{وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ} [التوبة: 65]

اور اگر تم ان سے دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم یونہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی:

{لَئِنْ لَمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ} [الاعراف: 149]

اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو بے شک ہم نقصان پانے والوں میں سے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی:

{لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ} [الاحزاب: 60]

اگر منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور مدینہ میں غلط خبریں اڑانے والے باز نہ آئیں گے تو آپ کو ہم ان کے پیچھے لگا دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی:

{وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ} [الاسراء: 86]

اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ ہم نے تیری طرف وحی کی ہے اسے اٹھالیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی:

{وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ} [المائدة: 73]

اور اگر وہ اس بات سے باز نہ آئیں گے جو وہ کہتے ہیں تو ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی:

{وَلَئِنْ لَمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونَنْ مِنَ الصَّاغِرِينَ} [يوسف:32]

اور اگر وہ میرا کہنا نہ مانے گا تو ضرور قید کر دیا جائے گا اور ذلیل ہو کر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی:

{وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ} [الروم:58]

اور اگر تم ان کے سامنے کوئی نشانی پیش کرو تو کافر یہ کہہ دیں گے کہ تم تو جھوٹے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی:

{وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ} [العنكبوت:10]

اور اگر تیرے رب کی طرف سے مدد پہنچے تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ تھے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی:

{وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَى أُمَّةٍ مَعْدُودَةٍ لَيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ} [هود:8]

اور اگر ہم ایک مدت معلوم تک ان سے عذاب کو روک رکھیں تو ضرور کہیں گے کس چیز نے عذاب کو روک دیا۔

اس کی مثالیں (قرآن و کلامِ عرب میں) بکثرت ہیں؛ اور جہاں قسم کا صراحتاً ذکر نہیں ہوتا، وہاں وہ محذوف ہوتی ہے اور کلام کی تقدیر (پوشیدہ عبارت) میں ''واللہ'' (اللہ کی قسم) مراد ہوتی ہے-

{لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ} [الحشر:12]

اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے۔

– وَاللَّهِ –{وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ} [الحشر:12]

– وَاللَّهِ – اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد بھی نہ کریں گے۔

لغتِ عرب کے محاسن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کلام میں سے ان الفاظ کو حذف کر دیتی ہے جن پر مذکورہ الفاظ دلالت کر رہے ہوں؛ یہ حذف محض اختصار اور ایجاز کے لیے ہوتا ہے، بالخصوص ان مقامات پر جن کا استعمال کثرت سے ہو، جیسے کہ قسم۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی:

{لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ} [آل عمران:81]

جو کچھ میں تمہیں کتاب اور علم سے دوں۔

یہاں (حرفِ) ''ما'' شرطیہ ہے، اس کی عبارت کی تقدیر یہ ہے: میں نے تمہیں کتاب اور حکمت میں سے جو چیز بھی عطا کی ہے، پھر تمہارے پاس رسول تشریف لائے جو اس کی تصدیق کرنے والے ہوں جو تمہارے پاس ہے، تو تم ان پر ضرور ایمان لاؤ گے اور لازمی

طور پر ان کی نصرت و حمایت کروگے، تم اس پر کفایت نہ کرنا جو تمہارے پاس ہے (اس کے مقابلے میں) جو وہ لے کر آئے ہیں، اور تمہیں جو کتاب و حکمت میں نے عطا کی ہے، وہ تمہیں اس بات پر ہر گز نہ ابھارے کہ تم ان کی اتباع و پیروی ترک کر دو؛ بلکہ تم پر یہ لازم ہے کہ تم ان پر ضرور ایمان لاؤ اور ان کی نصرت و حمایت کرو، اگر تمہارے پاس ان سے پہلے کوئی کتاب اور حکمت موجود ہو، تب بھی جو کچھ میں نے تمہیں عطا کیا ہے وہ تمہیں اس (شریعت) سے بے نیاز نہیں کر سکتا جو وہ (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آئے ہیں، بے شک وہ (پہلی کتاب و حکمت پر اکتفا کرنا) تمہیں اللہ کے عذاب سے نجات نہیں دلا سکے گا۔

پس اس (حقیقت) نے یہ واضح کر دیا کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین میں سے جس نے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا، تو اس پر یہ لازم ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کرے، چاہے اس کے پاس اپنی (سابقہ) کتاب اور حکمت موجود ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

{لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ} [آل عمران:81]

تمہارے پاس پیغمبر آئے جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو اس پر ایمان لے آنا اور اس کی مدد کرنا۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اس عہد و میثاق کا اقرار کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اس (عہد) کی گواہی دی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ} [آل عمران:81]

فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا، انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا، اللہ نے فرمایا تو اب تم گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ} [آل عمران:82]

پھر جو کوئی اس کے بعد پھر جائے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ} [آل عمران:83]

کیا اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین تلاش کرتے ہیں حالانکہ جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا لاچاری سے سب اسی کے تابع ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ} [آل عمران: 84]

کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ ابراھیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور سب نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ملا، ہم ان میں سے کسی کو جدا نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ} [آل عمران: 85]

اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

سلف کی ایک جماعت نے یہ بیان کیا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، تو یہودیوں اور عیسائیوں میں سے جس نے (یہ دعویٰ کرنا) تھا، اس نے کہا کہ ہم بھی تو مسلمان ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا} [آل عمران: 97]

اور لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا اللہ کا حق ہے جو شخص اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔

تو ان (اہلِ کتاب) نے کہا: ہم حج نہیں کریں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ} [آل عمران: 97]

اور جو انکار کرے تو پھر اللہ جہان والوں سے بے پرواہ ہے۔

پس ہر وہ شخص جو استطاعت کے باوجود بیت اللہ کے حج کو اپنے اوپر واجب نہیں سمجھتا، تو وہ مسلمانوں کے اتفاقِ رائے سے کافر ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم (کی نصوص) نے اس پر دلالت کی ہے۔

یہود و نصاریٰ حج کو اپنے اوپر واجب نہیں سمجھتے، تو وہ کفار میں سے ہیں؛ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع ایک حدیث میں مروی ہے: «جس شخص کے پاس اتنا زادِ راہ اور سواری میسر ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا سکے اور پھر بھی وہ حج نہ کرے، تو (اس کے لیے وعید ہے کہ) وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی»

یہ (قول) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے محفوظ (ثابت) ہے؛ اور مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نے اسلام کی پانچ بنیادی ارکان یعنی شہادتین (توحید و رسالت کی گواہی)، پانچ وقت کی نمازوں، زکوٰۃ، رمضان کے روزوں اور بیت اللہ کے حج کے وجوب کا انکار کیا، تو وہ کافر ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورت کے آغاز میں (بھی) ارشاد فرمایا ہے:

{شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ}[آل عمران: 18]{إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ}[آل عمران: 19]{فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ}[آل عمران:20]

اللہ نے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے گواہی دی کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی انصاف کا حاکم ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں زبردست حکمت والا ہے۔ بے شک دین اللہ کے ہاں فرمانبرداری ہی ہے، اور جنہیں کتاب دی گئی تھی انہوں نے صحیح علم ہونے کے بعد آپس کی ضد کے باعث اختلاف کیا، اور جو شخص اللہ کے حکموں کا انکار کرے تو اللہ جلد ہی حساب لینے والا ہے۔ پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو ان سے کہہ دے کہ میں نے اپنا منہ اللہ کے حکم کے تابع کیا ہے اور ان لوگوں نے بھی جو میرے ساتھ ہیں، اور ان لوگوں سے کہہ دے جنہیں کتاب دی گئی ہے اور ان پڑھوں سے کیا تم بھی تابع ہوتے ہو، پھر اگر وہ تابع ہو گئے تو انہوں نے بھی سیدھی راہ پالی، اور اگر وہ منہ پھیریں تو تیرے ذمہ فقط پہنچادینا ہے، اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا:

{إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ}[آل عمران:19]

بے شک دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے۔

یہ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یوں فرمائیں: میں نے اپنا رخ اللہ کے لیے جھکادیا ہے، اور ان لوگوں نے بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے۔ اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے فرمادیں جنہیں کتاب دی گئی ہے، اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں، اور ان سے بھی جو امی (ناخواندہ) ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس عربوں اور دیگر اقوام میں سے کوئی (آسمانی) کتاب نہیں ہے: کیا تم اسلام لاتے ہو؟ پس عرب کے امی (ناخواندہ) لوگ تمام لوگوں کے اتفاق سے لفظِ امیین میں داخل ہیں۔

ان عربوں کے علاوہ جو دوسرے لوگ ہیں: تو یا تو یہ (دوسرے تمام لوگ) اسی لفظ (امیین) میں شامل ہوں گے، یا پھر دوسرے ان کلمات کے معنی میں داخل ہوں گے جو اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ}[آل عمران:20]

پھراگروہ تابع ہوگئے توانہوں نے بھی سیدھی راہ پالی،اوراگروہ منہ پھیریں تو تیرے ذمہ فقط پہنچادیناہے،اوراللہ بندوں کوخوب دیکھنے والاہے۔

پس اللہ تعالی نے اہل کتاب کو بھی اسلام لانے کا حکم دیاہے جس طرح امیّین (عربوں اور دیگر ناخواندہ اقوام) کو حکم دیا،اوراس نے یہ طے فرمادیاکہ اگروہ اسلام لے آئیں گے تو ہدایت یافتہ ہو جائیں گے،اوراگروہ اسلام نہ لائیں (توان کے بارے میں) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے رسول!) آپ کی ذمہ داری توبس (اللہ کا پیغام) پہنچادیناہے۔یعنی آپ اپنے رب کے پیغامات ان تک پہنچادیں،اور اللہ ہی ان کا محاسبہ کرنے والاہے۔پس یہ سب اس بات پر دلالت کرتاہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم ہے کہ آپ اہل کتاب کو بھی اسلام کے ان احکام کی تبلیغ کریں جن کا انہیں حکم دیاگیاہے، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم امیّین (ناخواندہ لوگوں) کو تبلیغ فرماتے ہیں۔اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو چھوڑنے پر ان اہلِ کتاب کا اسی طرح محاسبہ کرے گا جس طرح وہ امیّین محاسبہ کرے گا۔

صحیحین (بخاری ومسلم) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مکتوبِ گرامی کے بارے میں مروی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ کے بادشاہ ہرقل کی طرف تحریر فرمایاتھا: «محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ کے رسول ہیں، ہرقل کی جانب جو شاہِ روم (روم کا عظیم ہے)،اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی،امابعد! میں تم کو اسلام کی دعوت (کلمہ توحید) کی طرف بلاتا ہوں،اسلام قبول کرلو، سلامت رہو گے،اسلام لے آؤ، اللہ تمہیں تمہارااجر دوگنا عطا فرمائے گا،اوراگرتم نے روگردانی کی توتم پر تمہاری رعایا(کسانوں اور عام لوگوں) کے گناہ کا وبال بھی ہوگا۔

اور

{يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ}[آل عمران:64]

کہہ اے اہلِ کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ کے کوئی کسی کو رب نہ بنائے، پس اگروہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو فرمانبردار ہونے والے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ بلیغ بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہ اسلام ہی (تمام) انبیاء کا دین ہے، جیسے نوح،ابراہیم، یعقوب اوران کے پیروکار، حواریوں تک؛اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تحقیق ہے:

{وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ}[آل عمران:85]

اور جو کوئی اسلام کے سوااور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیاجائے گا۔

بیشک اللہ کے نزدیک ہر زمانے اور ہر مکان میں (مقبول) دین صرف اسلام ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا، جو زمین والوں کی طرف بھیجے گئے پہلے رسول تھے:

{وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَاقَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ} [يونس:71] {فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ} [يونس:72]

اور انہیں نوح کا حال سنا، جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم! اگر تمہیں میرا تم لوگوں میں رہنا اور اللہ کی آیتوں سے نصیحت کرنا ناگوار ہو تو میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں، اب تم سب مل کر اپنا کام مقرر کرو اور اپنے شریکوں کو جمع کرو پھر تمہیں اپنے کام میں شبہ نہ رہے تو پھر وہ کام میرے ساتھ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔ پھر اگر منہ پھیرو تو میں نے تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگا، میرا معاوضہ اللہ پر ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ فرمانبرداروں میں سے رہوں۔

پس یہ نوح علیہ السلام ہیں جن کی دعا کی بدولت اہل زمین غرق ہوئے اور تمام بنی آدم ان ہی کی ذریت سے بنائے گئے، وہ ذکر فرماتے ہیں کہ انہیں مسلمان (فرمانبردار) ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور جہاں تک خلیل ابراہیم علیہ السلام کا تعلق ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ} [البقرة:127] {رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ} [البقرة:128] قَالَ – تَعَالَى –: {وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ} [البقرة:129] {إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ} [البقرة:130] {وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَابَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ} [البقرة:131]

اور جب ابراہیم اور اسماعیل کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے، اے ہمارے رب ہم سے قبول کر، بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنا فرمانبردار بنادے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنا فرمانبردار بنا، اور ہمیں ہمارے حج کے طریقے بتادے اور ہماری توبہ قبول فرما، بے شک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔ اے ہمارے رب! اور ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیج جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انہیں کتاب اور دانائی سکھائے اور انہیں پاک کرے، بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ اور کون ہے جو ملت ابراہیمی سے روگردانی کرے سوائے اس کے جو خود ہی احمق ہو، اور ہم نے تو اسے دنیا میں بھی بزرگی دی تھی، اور بے شک وہ آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں سے ہوگا۔ جب اسے اس کے رب نے کہا فرمانبردار ہو جا تو کہا میں جہانوں کا پروردگار کا فرمانبردار ہوں۔

پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو اسلام کا حکم دیا اور انہوں نے عرض کیا: میں نے رب العالمین کے لیے سرِ تسلیم خم کر دیا؛ اور بیشک ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی کہ تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان (فرمانبردار) ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ}[آل عمران:67]{إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ}[آل عمران:68]

ابراھیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی لیکن سیدھے راستے والے مسلمان تھے، اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ قریب ابراھیم کے وہ لوگ تھے جنہوں نے اس کی تابعداری کی، اور یہ نبی اور جو اس نبی پر ایمان لائے، اور اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یوسف صدیق بن یعقوب علیہما السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ انہوں نے عرض کیا:

{رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ}[يوسف:101]

اے میرے رب! تو نے مجھے کچھ حکومت دی ہے اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بھی سکھلایا ہے، اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا کارساز ہے، تو مجھے اسلام پر موت دے اور مجھے نیک بختوں میں شامل کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

{وَقَالَ مُوسَى يَاقَوْمِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ}[يونس:84]

اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم فرمانبردار ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان جادوگروں کے بارے میں فرمایا جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے:

{قَالُوا لَا ضَيْرَ إِنَّا إِلَى رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ}[الشعراء:50]{إِنَّا نَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطَايَانَا أَنْ كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ}[الشعراء:51]

کہا کچھ حرج نہیں، بے شک ہم اپنے رب کے پاس پہنچنے والے ہوں گے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہوں کو معاف کر دے گا اس لیے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

اور انہوں نے یہ بھی کہا:

{وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ}[الاعراف:126]

اور تمہیں ہم سے یہی دشمنی ہے کہ ہم نے اپنے رب کی نشانیوں کو مان لیا جب وہ ہمارے پاس آئیں، اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر ڈال اور ہمیں مسلمان کر کے موت دے۔

اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے قصے میں ارشاد فرمایا:

{إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ} [النمل:30]

وہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے، اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

{أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ} [النمل:31]

میرے سامنے تکبر نہ کرو اور میرے پاس مطیع ہو کر چلی آؤ۔

اور ارشاد فرمایا:

{قَالَ يَاأَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ} [النمل:38]

کہا اے دربار والو! تم میں کوئی ہے کہ میرے پاس اس کا تخت لے آئے اس سے پہلے کہ وہ میرے پاس فرمانبردار ہو کر آئیں۔

اور ارشاد فرمایا:

{وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ} [النمل:42]

اور ہمیں تو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا اور ہم فرمانبردار ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بلقیس کے بارے میں ارشاد فرمایا، جو سلیمان علیہ السلام پر ایمان لائیں:

{رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ} [النمل:44]

کہنے لگی اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ کی فرمانبردار ہوئی جو سارے جہاں کا رب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

{إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا} [المائدة:44]

ہم نے تورات نازل کی کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس پر اللہ کے فرمانبردار پیغمبر یہود کو حکم کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حواریوں (عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں) کے بارے میں ارشاد فرمایا:

{وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ} [المائدة:111]

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈال دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہے کہ ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ}[آل عمران:53]

اے رب ہمارے! ہم اُس چیز پر ایمان لائے جو تو نے نازل کی اور ہم رسول کے تابعدار ہوئے سو تو ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

پس یہ تمام انبیاء اور ان کے پیروکار، اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے کہ وہ سب کے سب مسلمان تھے، اور یہ ان امور میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وضاحت کرتے ہیں:

{وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ}[آل عمران:85]

اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

{إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ}[آل عمران:19]

بے شک دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے۔

یہ حکم صرف ان لوگوں کے لیے خاص نہیں ہے جن کی طرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمائے گئے، بلکہ یہ اگلوں اور پچھلوں (تمام انسانوں) کے لیے ایک عام حکم ہے، اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا} [النساء:125]

اس شخص سے بہتر دین میں کون ہے جس نے اللہ کے حکم پر پیشانی رکھی اور وہ نیکی کرنے والا ہو گیا اور ابراہیم کے دین کی پیروی کی جو یکسو تھا، اور اللہ نے ابراہیم کو خاص دوست بنالیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ}[البقرة:111]

اور کہتے ہیں کہ سوائے یہود یا نصاریٰ کے اور کوئی جنت میں ہر گز داخل نہ ہو گا، یہ ان کے ڈھکوسلے ہیں کہہ دو اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ ہاں جس نے اپنا منہ اللہ کے سامنے جھکا دیا اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس کے لیے اس کا بدلہ اس کے رب کے ہاں ہے، اور ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔

فصل: مسلمانوں کا مقام —— یہود کی کوتاہی اور نصاریٰ کے غلو کے درمیان اعتدال

ان کا یہ کہنا: پھر ہم نے اس کتاب (قرآنِ کریم) میں سیدنا مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کی ایسی تعظیم و تکریم پائی ہے (کہ جس کی مثال نہیں ملتی)، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ الانبیاء میں ارشاد فرماتا ہے:

{وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ} [الانبیاء:91]

اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اسے اور اس کے بیٹے کو جہان کے لیے نشانی بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

{وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَامَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ} [آل عمران:42]

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے پسند کیا ہے اور تجھے پاک کیا ہے اور تجھے سب جہان کی عورتوں پر پسند کیا ہے۔

سیدنا مسیح علیہ السلام کے لیے ان معجزات کی شہادتوں کے ساتھ اور یہ کہ ان کی والدہ ان کے ساتھ بغیر کسی مرد کی مباشرت کے حاملہ ہوئیں، اللہ کے فرشتوں کی جانب سے ان کی والدہ کو دی جانے والی بشارت کی وجہ سے، اور یہ کہ انہوں نے گہوارے میں کلام کیا، مردے کو زندہ کیا، پیدائشی اندھے کو بینا کیا اور برص (سفید داغ) والے کو پاک (تندرست) کیا۔ اور یہ کہ انہوں نے مٹی سے پرندے کی سی مورت بنائی، پھر اس میں پھونک ماری تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن گیا، یعنی اس لاہوت (شانِ الوہیت) کے حکم سے جو اللہ کا کلمہ ہے اور ناسوت (انسانی پیکر) میں متحد ہے، اور ہم نے اس کتاب میں یہ بھی پایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں ارشاد فرمایا:

{وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ} [النساء:158-157]

انہوں نے یقیناً مسیح کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

{إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ} [آل عمران:55]

بے شک میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور جو لوگ تیرے تابعدار رہوں گے انہیں ان لوگوں پر قیامت کے دن تک غالب رکھنے والا ہوں، جو تیرے منکر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

{وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ} [البقرة:87]

اور ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو نشانیاں دیں اور روح القدس سے اس کی تائید کی۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ حدید میں ارشاد فرمایا: {وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ} [الحديد: 27]

اور عیسٰی ابن مریم کو بعد میں بھیجا اور اسے ہم نے انجیل دی، اور اس کے ماننے والوں کے دلوں میں ہم نے نرمی اور مہربانی رکھ دی، اور ترک دنیا جو انہوں نے خود ایجاد کی ہم نے وہ ان پر فرض نہیں کی تھی مگر انہوں نے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا پس اسے نباہ نہ سکے جیسے نباہنا چاہیے تھا، تو ہم نے انہیں جو ان میں سے ایمان لائے ان کا اجر دے دیا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

{مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ} [آل عمران: 113]

وہ سب برابر نہیں، اہل کتاب میں سے ایک فرقہ سیدھی راہ پر ہے وہ رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور اچھی بات کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور وہی لوگ نیک بخت ہیں۔

پھر ہم نے اسے (یعنی قرآن کو) پایا کہ وہ ہماری انجیل کی تعظیم و توقیر کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے: بہر حال مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کی تعظیم و توقیر، تو یہ سراسر حق ہے، اور اسی طرح ان لوگوں کی مدح و ثنا بھی حق ہے جو ان کے اس دین پر رہے جس میں تبدیلی نہیں کی گئی تھی، قبل اس کے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیے جائیں، یا وہ اسی دینِ حق پر قائم رہے یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو وہ ان پر ایمان لے آئے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جو حقیقت میں مومن، مسلمان اور ہدایت یافتہ ہیں۔ اسی طرح جو شخص موسیٰ علیہ السلام کے اس دین پر رہا جس میں تبدیلی نہیں کی گئی تھی، یہاں تک کہ مسیح علیہ السلام مبعوث ہوئے اور وہ ان پر ایمان لے آیا، تو یہ لوگ بھی مومن، مسلمان اور ہدایت یافتہ ہیں۔ ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مسلمان عدل و انصاف پر قائم اور میانہ رو ہیں، وہ نہ تو غلو (حد سے تجاوز) کی طرف جھکتے ہیں اور نہ ہی تقصیر (حق میں کمی کرنے) کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

جہاں تک یہود و نصاریٰ کا تعلق ہے، تو وہ حق کے معاملے میں دو متضاد کناروں پر کھڑے ہیں۔ یہ لوگ ایک جانب جھک کر انحراف کرتے ہیں اور وہ لوگ اس کے مقابل دوسری جانب مائل ہو کر، جیسا کہ ہم نے (حکمِ الٰہی کی) منسوخی کے معاملے میں ان کے ایک دوسرے کے برعکس ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح (وہ حق کے معاملے میں ایک دوسرے کے برعکس ہیں) حرام و حلال اور طہارت

ونجاست کے معاملے میں ان کے ایک دوسرے کے مدمقابل ہونے میں۔ چنانچہ یہود پر بہت سی پاکیزہ چیزیں حرام کر دی گئی تھیں، اور وہ نجاستوں سے بچنے میں اس حد تک مبالغہ کرتے ہیں کہ حائضہ عورت کے ساتھ نہ تو کھانا کھاتے ہیں، نہ اس کے ساتھ ایک مکان میں رہتے ہیں اور نہ ہی اس کے قریب جاتے ہیں۔ وہ کپڑے سے نجاست دور کرنا (دھونا) کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کی جگہ کو کاٹ دیا جاتا تھا، اور وہ رگوں سے خون نکالنے (جیسی سخت پابندیوں پر عمل کرتے تھے)، اس کے علاوہ بھی ان پر بہت سے بوجھ اور طوق تھے جو ان پر لازم کیے گئے تھے۔

جہاں تک نصاریٰ کا تعلق ہے، تو ان کے مدمقابل آپ ان کے عام لوگوں کو پائیں گے کہ وہ کسی بھی چیز کو حرام یا ناپاک نہیں سمجھتے، سوائے اس کے جسے انسان اپنی طبعی ناپسندیدگی کی بنا پر چھوڑ دے۔ وہ جنابت، حدث (بے وضو ہونا) اور نجاستیں اٹھائے ہوئے ہی نماز پڑھ لیتے ہیں، اور خباثتیں کھا لیتے ہیں جیسے کہ خون، مردار اور خنزیر کا گوشت، سوائے ان کے جن میں سے کسی نے اپنی طبعی ناپسندیدگی کی بنا پر اسے چھوڑ دیا ہو؛ جبکہ مسلمان (ان دونوں کے درمیان) میانہ رو ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

{وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا}[البقرة:143]

اور اسی طرح ہم نے تمہیں برگزیدہ امت بنایا تاکہ تم اور لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

یعنی عادل اور بہترین لوگ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ} [الاعراف:156]{الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ}[اعراف:157]

اور میری رحمت سب چیزوں سے وسیع ہے، پس وہ رحمت ان کے لیے لکھوں گا جو ڈرتے ہیں اور جو زکوۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمی نبی ہے جسے اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیکی کا حکم کرتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے اور ان کے لیے سب پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں اتارتا ہے جو ان پر تھیں، سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی حمایت کی اور اسے مدد دی اور اس کے نور کے تابع ہوئے جو اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے، یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اسی وجہ سے مسلمانوں میں سے جو شخص یہود و نصاریٰ کے مشابہ شبہات کی جانب مائل ہو کر (راہِ راست سے) انحراف کر جائے، اسے اس انحراف کو چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور صراطِ مستقیم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، یہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، اور یہ کتنے ہی اچھے رفیق ہیں؛ یہ راستہ ان لوگوں کا نہیں ہے جن پر غضب کیا گیا جیسے یہود، اور نہ ہی ان کا جو راستہ بھٹک گئے جیسے نصاریٰ۔ یہ اس شخص کی مثال کی طرح ہے جو نجاستوں سے بچنے میں اس حد تک مبالغہ کرتا ہے کہ ایسی چیزوں کو بھی ناپاک قرار دے دیتا ہے جنہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپاک قرار نہیں دیا، اور ایسی چیزوں کو حرام کر دیتا ہے جنہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام نہیں کیا۔ اور وہ نجاستوں سے بچنے کے معاملے میں وسوسوں کا شکار ہو جاتا ہے اور ان پاکیزہ چیزوں کو حرام کر دیتا ہے جنہیں اللہ نے مسلمانوں کے لیے حلال کیا ہے۔ جیسے وہ شخص جو یہ رائے رکھتا ہے کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نجاست نہ تو پانی سے دور ہوتی ہے اور نہ ہی کسی دوسری چیز سے۔ یا وہ یہ خیال کرے کہ نجاست اگرچہ زائل ہو جائے اور اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے، پھر بھی وہ جگہ ناپاک ہی رہے گی جب تک اسے اس کے اپنے مقرر کردہ طریقے (یعنی پانی یا کسی اور مخصوص چیز) سے دور نہ کیا جائے جس کی وہ شرط لگاتا ہے۔ یا وہ یہ خیال کرے کہ وہ پاکیزہ چیزیں جنہیں اللہ نے حلال کیا ہے، حرام اور خبیث ہیں۔ کیونکہ وہ اسے اس لیے حرام اور خبیث خیال کرتا ہے کہ وہ کسی حرام چیز سے تبدیل ہو کر بنی ہے، حالانکہ (ایسی صورت میں) سرکہ حلال ہے۔ اگرچہ مسلمانوں کے اتفاق کے مطابق وہ پہلے شراب ہی تھی، جب وہ اپنی اس (حرام) حالت میں ظاہر ہوئی۔ یا وہ یہ خیال کرے کہ پاکیزہ پانی اور وہ پاکیزہ مائع اشیاء جن میں کسی خبیث چیز کا کوئی اثر باقی نہ رہا ہو، وہ محض اس وجہ سے حرام ہیں کہ ان سے کوئی ناپاک چیز مس ہو گئی تھی یا اس میں جذب ہو گئی تھی، حالانکہ وہ طیبات میں سے ہیں نہ کہ خبائث میں سے۔ یا وہ (حائضہ عورت کے معاملے میں) خون کی جگہ کے علاوہ دیگر اعضاء کو بھی حرام خیال کرے، حالانکہ صرف وہی جگہ اذیت (ناپاکی) کا مقام ہے، اس کے علاوہ بھی بعض علماء نے اسی طرح کے اقوال کہے ہیں۔ لیکن دوسروں نے ان سے اس معاملے میں اختلاف کیا ہے اور اس راہ کی پیروی کی ہے جس پر کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دلالت کرتے ہیں۔

اور اس سے بھی بڑھ کر (سخت معاملہ) اس شخص کا ہے جو اپنے مخالف مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے اور کفار کو (بذاتِ خود) نجس و ناپاک خیال کرتا ہے، جیسا کہ رافضہ، خوارج اور ان کے علاوہ بہت سے اہل بدعت کا طریقہ ہے۔ چنانچہ اگر ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ان کے برتن میں کھانا کھا لے تو ان کے نزدیک وہ اسے ناپاک کر دیتا ہے؛ اور رہا وہ عمل جو بہت سے لوگ کسی عالم کے کہے بغیر (خود سے) کرتے ہیں، جیسے کہ اپنے ہاتھوں اور کپڑوں کو (بلا جواز بار بار) دھونا اور محض نجاست کے وہم کی بنا پر اپنے گھر کو محصور کر لینا، یا حائضہ عورت کو پاک ہونے کے بعد یہ حکم دینا کہ وہ اپنے پہلے (پہنے ہوئے) کپڑے تبدیل کرے یا انہیں دھوئے، یا جنبی (جس پر

غسل واجب ہو) کو غسل کرنے سے پہلے کھانے پینے سے منع کر دینا۔ تو یہ ان لوگوں میں بکثرت پایا جاتا ہے جو یہود کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، بلکہ یہ تو یہود کے فرقہ سامرہ کی مشابہت ہے۔

جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو نصاریٰ سے مشابہت رکھتے ہیں، تو یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو ایسے افراد کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے ہیں جو نہ طہارت حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی نماز پڑھتے ہیں، حالانکہ وہ فقر، زہد اور عبادت گزاری کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ جیسے وہ شخص جو شیاطین اور نجاستوں کے ٹھکانوں میں رہتا ہو، مثلاً حمام، بھٹیاں اور کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہیں۔ اور وہ پیشاب اور پاخانہ کی گندگی میں لتھڑا ہوا ہو، کتوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہو، نہ وضو کرتا ہو اور نہ ہی جنابت سے غسل کرتا ہو، بلکہ سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتا یا پھر بغیر وضو کے نماز پڑھتا ہے۔ دینِ اسلام سے یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں ہر شخص پر فرض ہیں، اور یہ کہ بے وضو ہونے کی صورت میں وضو کرنا اور جنابت کی صورت میں غسل کرنا فرض ہے، جس کے بغیر قدرت ہونے کے باوجود نماز نہیں ہوتی اور نہ ہی قدرت کی موجودگی میں تیمم جائز ہے۔ پس جو شخص ان چیزوں کے وجوب کا انکار کرے، وہ تمام مسلمانوں کے اتفاق کے مطابق کافر ہے۔

جو شخص کسی ایسے زاہد اور عابد کو مؤمنین یا اولیاء اللہ میں سے قرار دے جو پانچ وقت کی نمازیں نہ پڑھتا ہو، وضو نہ کرتا ہو اور جنابت سے غسل نہ کرتا ہو، محض اس لیے کہ اس سے کچھ خوارقِ عادات (غیر معمولی افعال) ظاہر ہوتے ہیں —— جیسے کشف کی کوئی قسم یا (مافوق الفطرت) تصرف جو در حقیقت شیاطین کی طرف سے ہوتا ہے اور جاہل لوگ اسے اولیاء اللہ کی کرامات گمان کرتے ہیں —— تو ایسا (عقیدہ رکھنے والا) شخص مسلمانوں کے اتفاق سے کافر ہے۔ اور جو شخص ان خبیث چیزوں کو حرام قرار نہ دے جنہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے —— جیسے پیشاب، پاخانہ، خون، مردار، خنزیر کا گوشت اور شراب —— تو وہ مسلمانوں کے اتفاق کے مطابق کافر ہے۔ جو شخص ان چیزوں کو حلال سمجھنے والے کو —— جبکہ اسے علم بھی ہو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مخالفت ہے —— اللہ کا ولی قرار دے، تو وہ (ایسا عقیدہ رکھنے والا) مسلمانوں کے اتفاق سے کافر ہے۔ اسی طرح اسلام کا دعویٰ کرنے والوں اور اہل کتاب کی مذمت کرنے والوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو منافق ہیں اور جہنم میں آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے، جبکہ بہت سے یہودی اور نصرانی آخرت میں عذاب کے اعتبار سے ان سے ہلکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا}[النساء:145]{إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا}[النساء:146]

بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے، اور تو ان کے لیے ہر گز کوئی مددگار نہ پائے گا۔ مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی اور اللہ کو مضبوط پکڑا اور اپنے دین کو خالص اللہ ہی کے لیے کیا تو وہ لوگ ایمان والوں کے ساتھ ہیں، اور اللہ جلدی ایمان والوں کو بہت بڑا ثواب دے گا۔

یہی حال (مجموعی طور پر دنیا کی تمام قوموں میں) مسلمانوں کا ہے، اور خود مسلمانوں کے اندر اہل سنت کا ہے، اور یہی معاملہ توحید کے باب میں بھی (کارفرما) ہے۔ کیونکہ یہودیوں نے خالق کو ان چیزوں میں مخلوق کے مشابہ قرار دیا جو مخلوق کے ساتھ خاص ہیں، اور وہ ایسی عیب والی صفات ہیں جن سے رب تعالیٰ کی ذات کو پاک اور منزہ قرار دینا واجب ہے۔ نصاریٰ نے مخلوق کو ان امور میں خالق کے مشابہ قرار دے دیا جو خالق کے ساتھ خاص ہیں، اور وہ ایسی صفاتِ کمال ہیں جن کا مستحق اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ پس یہودیوں میں سے جس نے جو کہا، اس نے کہا:

{إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ} [آل عمران:181]

بے شک اللہ فقیر ہے اور ہم دولت مند ہیں۔

اور انہوں نے کہا:

{يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ} [المائدة:64]

اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے۔

اور انہوں نے کہا کہ اللہ (معاذ اللہ) بخیل ہے، اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس نے کائنات کو پیدا کیا تو وہ تھک گیا، پھر اس نے آرام کیا۔ ان میں سے بعض کے بارے میں یہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ طوفانِ نوح پر اس قدر رویا کہ اس کی آنکھیں دکھنے لگیں اور فرشتوں نے اس کی عیادت کی، اور یہ کہ اس نے اپنے ان بندوں میں سے بعض کی ہلاکت پر نوحہ کیا جنہیں اس نے خود ہلاک کیا تھا، بالکل اسی طرح جیسے کوئی مصیبت زدہ اپنے میت پر نوحہ کرتا ہے۔ اس جیسی دیگر باتیں بھی (انہوں نے کہی ہیں) جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات نہایت بلند و برتر اور پاک ہے — سبحانہ و تعالیٰ۔

اسی طرح وہ اللہ کی عبادت اور اس کے رسولوں کی اطاعت سے تکبر کرتے ہیں، اس کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس کی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ نیز وہ اللہ کے لیے یہ جائز ہی نہیں سمجھتے کہ وہ اپنی ہی مشروع کی ہوئی کسی چیز کو منسوخ کر دے، بلکہ وہ (اس معاملے میں معاذ اللہ) اللہ پر پابندی عائد کرتے ہیں۔

اور نصاریٰ مخلوق کو ان صفات سے متصف کرتے ہیں جن سے خالق متصف ہوتا ہے؛ چنانچہ وہ مخلوق کو رب العالمین، ہر چیز کا خالق اور ایسا مالک قرار دے دیتے ہیں جو ہر چیز کا علم رکھنے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء احبار اور درویشوں (رہبان) کو اپنا رب بنا لیا، اور اسی طرح مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھی رب کا درجہ دے دیا۔ حالانکہ انہیں صرف ایک ہی الٰہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان تمام چیزوں سے پاک ہے جنہیں یہ شریک ٹھہراتے ہیں؛ اور انہوں نے فرشتوں اور نبیوں کو بھی اپنا رب بنا لیا۔ انہوں نے مخلوقات کی تصویریں اور مجسمے بنائے اور انہیں ایسا سفارشی بنا لیا جو اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں، بالکل ویسا ہی جیسا کہ بت پرستوں نے کیا تھا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ} [یونس:18]

اور اللہ کے سوا اس چیز کی پرستش کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکے اور نہ انہیں نفع دے سکے اور کہتے ہیں اللہ کے ہاں یہ ہمارے سفارشی ہیں، کہہ دو کیا تم اللہ کو بتلاتے ہو جو اسے آسمانوں اور زمین میں معلوم نہیں، وہ پاک ہے اور ان لوگوں کے شرک سے بلند ہے۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ} [الانعام:51]

اور اس قرآن کے ذریعے سے ان لوگوں کو ڈرا جنہیں اس بات کا ڈر ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے جمع کیے جائیں گے، اس طرح کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہ ہوگا تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ} [السجدة:4]

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے چھ روز میں بنایا پھر عرش پر قائم ہوا، تمہارے لیے اس کے سوا نہ کوئی کارساز ہے نہ سفارشی۔

مسلمان اہلِ حق اعتدال پر ہیں؛ وہ اللہ کی وہی صفات بیان کرتے ہیں جو خود اس نے اپنی ذات کے لیے بیان فرمائی ہیں اور جو اس کے رسولوں نے اس کے لیے بیان کی ہیں، بغیر کسی تحریف (لفظی یا معنوی تبدیلی)، تعطیل (صفات کی نفی)، تکییف (حقیقت اور کیفیت کی کرید) اور بغیر کسی تمثیل (مخلوق سے تشبیہ) کے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو صفاتِ کمال سے متصف مانتے ہیں اور اسے ان تمام نقائص اور عیوب سے منزہ (پاک) قرار دیتے ہیں جن کا لاحق ہونا خالق کے لیے محال ہے اور جو صرف مخلوق ہی کی صفات ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کو حیات، علم، قدرت، رحمت، عدل اور احسان جیسی صفات سے متصف مانتے ہیں، اور اسے موت، نیند، جہل (ناواقفی)، عجز (بے بسی)، ظلم اور فنا سے منزہ و پاک قرار دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اہلِ حق یہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال میں سے کسی بھی صفت میں اس کا کوئی ہمسر اور مثیل نہیں ہے؛ چنانچہ کوئی بھی اس کے علم کی مثل علم نہیں رکھتا، نہ اس کی قدرت کی مانند قدرت رکھتا ہے، نہ اس کی رحمت کی طرح کوئی رحم کر سکتا ہے، نہ اس کے سننے کی طرح کوئی سنتا ہے اور نہ اس کے دیکھنے کی مانند کوئی دیکھتا ہے۔ اسی طرح نہ کوئی اس کی طرح پیدا کر سکتا ہے، نہ اس کے استواء کی مانند کسی کا استواء ہے، نہ اس کے آنے کی طرح کسی کا آنا ہے اور نہ اس کے نزول کی مانند کسی کا نزول ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ}[الإخلاص:1]{اللَّهُ الصَّمَدُ}[الإخلاص:2] {لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ}[الإخلاص:3]{وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ}[الاخلاص:4]

کہہ دو وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور اس کے برابر کا کوئی نہیں ہے۔

وہ مخلوقات میں سے کسی کو بھی خالق جل جلالہ کی مخصوص صفات (خصائصِ باری تعالیٰ) کے ساتھ متصف نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے سوا تمام مخلوقات —— خواہ وہ فرشتے ہوں، انبیاء ہوں یا دیگر تمام مخلوق —— سب کے سب اس کے محتاج اور اس کے بندے ہیں؛ اور وہی ایک ایسی بلند و برتر ذات (الصمد) ہے جس کی ضرورت ہر چیز کو ہے (جبکہ وہ کسی کا محتاج نہیں)۔ ہر کوئی اسی سے سوال کرتا ہے (اپنی حاجتیں مانگتا ہے)، جبکہ وہ اپنی ذات میں غنی (بے نیاز) ہے، وہ کسی بھی معاملے میں کسی کا بھی محتاج نہیں ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا}[مریم:88] {لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا}[مریم:89] {تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا}[مریم:90] {أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا}[مریم:91]{وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا}[مریم:92]{إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَنِ عَبْدًا}[مریم:93]{لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا}[مریم:94]{وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا}[مریم: 95]

اور کہتے ہیں کہ رحمان نے بیٹا بنالیا۔ البتہ تحقیق تم سخت بات زبان پر لائے ہو۔ کہ جس سے ابھی آسمان پھٹ جائیں اور زمین چر جائے اور پہاڑ ٹکڑے ہو کر گر پڑیں۔ اس لیے کہ انہوں نے رحمان کے لیے بیٹا تجویز کیا۔ اور رحمان کی یہ شان نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ان میں سے ایسا کوئی نہیں جو رحمان کا بندہ بن کر نہ آئے۔ البتہ تحقیق اس نے انہیں شمار کر رکھا ہے اور ان کی گنتی گن رکھی ہے۔ اور ہر ایک ان میں سے قیامت کے روز اس کے ہاں اکیلا آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا}[النساء:171]{لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا}[النساء:172] فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنْكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا}[النساء:173]

اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے نہ نکلو اور حق بات کے علاوہ اللہ کی شان میں کچھ نہ کہو، بے شک مریم کا بیٹا مسیح عیسیٰ اللہ کا رسول ہے اور اللہ کا ایک کلمہ ہے جسے اللہ نے مریم تک پہنچایا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہے، سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر، اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں، اس بات کو چھوڑ دو تو تمہارے لیے بہتر ہو گا، بے شک اللہ اکیلا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے

اس کی اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ کارساز کافی ہے۔ مسیح خدا کا بندہ بننے سے ہر گز عار نہیں کرے گا اور نہ مقرب فرشتے، اور جو کوئی اس (اللہ) کی بندگی سے انکار کرے گا اور تکبر کرے گا پھر وہ ان سب کو اپنی طرف اکٹھا کرے گا۔ پھر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے (اللہ) انہیں ان کا پورا ثواب دے گا اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دے گا، اور جن لوگوں نے انکار کیا اور تکبر کیا انہیں درد دینے والا عذاب دے گا اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہیں پائیں گے۔ اور اسی طرح نصاریٰ کے مختلف گروہ مسیح علیہ السلام کے بارے میں بھی افراط و تفریط کا شکار ہیں؛ چنانچہ نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح ہی اللہ ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں، اور وہ (معاذ اللہ) مکمل الٰہ بھی ہیں اور مکمل انسان بھی۔ اور یہودی کہتے ہیں کہ وہ (معاذ اللہ) ولد الزنا ہیں اور وہ یوسف نجار کے بیٹے ہیں، اور وہ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں (یہ بہتان تراشی) کہتے ہیں کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں بدکاری کی ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا} [النساء: 156]

اور ان (یہود) کا حضرت مریم (علیہا السلام) پر بہت بڑا بہتان باندھنا۔

یہودی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جادوگر اور جھوٹے ہیں۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جسے اس نے کنواری اور پاکدامن مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا تھا، اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں؛ اور وہ دنیا و آخرت میں عزت والے اور (اللہ کے) مقربین میں سے ہیں۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کی ویسی ہی تعریف (اور اوصاف) بیان کرتے ہیں جیسی اللہ نے خود اپنی کتاب میں اپنی ذات کے لیے بیان فرمائی ہیں۔ نہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں نصاریٰ کی طرح غلو (حد سے تجاوز) کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے حق میں یہودیوں کی طرح تقصیر (کمی اور توہین) کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان اہلِ حق کا قول دیگر تمام انبیاء و مرسلین اور اللہ کے اولیاء کے بارے میں بھی یہی اعتدال والا ہے۔ چنانچہ یہودیوں نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور ان لوگوں کو بھی (نشانہ بنایا) جو لوگوں میں عدل و انصاف کا حکم دیتے تھے۔ نصاریٰ نے اپنے علماء (احبار) اور درویشوں (رہبان) کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا، اور مسیح ابن مریم کو بھی؛ حالانکہ انہیں حکم یہی دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک معبودِ برحق کی عبادت کریں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ ان کے شریک ٹھہرانے سے پاک ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نصاریٰ نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کے حق میں کمی کرنے ان کی توہین میں یہودیوں کا ساتھ دیا ہے؛ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام نبی نہیں تھے۔ نصاریٰ یہ بھی کہتے ہیں کہ حواریوں کا مرتبہ سیدنا موسیٰ اور سیدنا ابراہیم علیہما السلام جیسا ہے۔ نصاریٰ کا یہ بھی کہنا ہے کہ انبیاء کے علاوہ جو شخص اللہ کی وصیتوں پر عمل کرے، وہ انبیاء جیسا ہو جاتا ہے اور اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ (نئی) شریعت وضع کرے۔ ادھر بعض یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ

السلام کی شان میں ایسا غلو کیا کہ یہاں تک کہہ دیا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔اسی لیے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ صحیح میں ارشاد فرمایاہے: «میری شان میں اس طرح مبالغہ آرائی نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کی شان میں مبالغہ آرائی کی، میں تو بس اللہ کا ایک بندہ ہوں، پس تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو»

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں سورہ (کھیعص)[مریم] میں دو خالہ زاد بھائیوں، سیدنا یحییٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہما السلام کا قصہ ذکر فرمایا ہے۔اور یحییٰ علیہ السلام کو نصاریٰ ''یوحنا'' کہتے ہیں،اور وہ ان کے ہاں ''یوحنا المعمدانی''(John the Baptist) کے نام سے معروف ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

{وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا}{فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا}{قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا}{قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا} {قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا}{قَالَ كَذَلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا}{فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا}{فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَالَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا}{فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا}{وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا}{فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا}{فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا يَامَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا}{يَاأُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا}{فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا}{قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا}{وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا}{وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا} {وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا}[مريم: 33–16]

اور اس کتاب میں مریم کا ذکر کر جب کہ وہ اپنے لوگوں سے علیحدہ ہو کر مشرقی مقام میں جا بیٹھی۔ پھر لوگوں کے سامنے سے پردہ ڈال لیا، پھر ہم نے اس کے پاس اپنے فرشتے کو بھیجا پھر وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔ کہا بے شک میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو پرہیز گار ہے۔ کہا میں تو بس تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تاکہ تجھے پاکیزہ لڑکا دوں۔ کہا میرے لیے لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔ کہا ایسا ہی ہوگا، تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے، اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں، اور یہ بات طے ہو چکی ہے۔ پھر اس (بچہ کے ساتھ) حاملہ ہوئی پھر اسے لے کر کسی دور جگہ میں چلی گئی۔ پھر اسے دردِ زہ ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا، کہا اے افسوس میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور میں بھولی بھلائی ہوتی۔ پھر اسے اس کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے سے ایک چشمہ پیدا کر دیا۔اور تو کھجور کے تنہ کو

پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر پکی تازہ کھجوریں گریں گی۔ پس کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی کر، پھر اگر تو کوئی آدمی دیکھے تو کہہ دے کہ میں نے رحمان کے لیے روزہ کی نذر مانی ہے سو آج میں کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔ پھر وہ اسے قوم کے پاس اٹھا کر لائی، انہوں نے کہا اے مریم البتہ تو نے عجیب بات کر دکھائی۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی۔ تب اس نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا، انہوں نے کہا ہم پنگوڑھے والے بچے سے کیسے بات کریں۔ کہا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور مجھے بابرکت بنایا ہے جہاں کہیں ہوں، اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی ہے جب تک میں زندہ ہوں۔ اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا، اور مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا۔ اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ}{مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ سُبْحَانَهُ إِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ}{وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ}{فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ}{أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا لَكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ}[مریم:38-34]

یہ عیسیٰ مریم کا بیٹا ہے، سچی بات جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں۔ اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے، وہ پاک ہے، جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو صرف اسے کن کہتا ہے پھر وہ ہو جاتا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے سو اسی کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ پھر جماعتیں آپس میں مختلف ہو گئیں، سو کافروں کے لیے ایک بڑے دن کے آنے سے خرابی ہے۔ کیا خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے، جس دن ہمارے پاس آئیں گے، لیکن ظالم آج صریح گمراہی میں ہیں۔

پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مریم علیہا السلام اور مسیح علیہ السلام کا قصہ اس مکی سورت میں ذکر فرمایا جسے ابتداہی میں مکہ میں ان سورتوں کے ساتھ نازل کیا گیا تھا جن میں اصولِ دین کا ذکر ہے؛ (اور ان کے علاوہ وہ) مدنی سورتیں (بھی نازل فرمائیں) جن میں ان اہل کتاب اور مومنین سے خطاب کیا گیا ہے جو انبیاء کی اتباع کرنے والے ہیں، جب نصاریٰ نجران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، چنانچہ ان میں اہل کتاب سے خطاب کیا گیا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ}{ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ}{إِذْ قَالَتِ امْرَأَةُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ}{فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَى وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَى وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ}[آل عمران:36-33]

بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور ابراھیم کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو سارے جہان سے پسند کیا ہے۔ جو ایک دوسرے کی اولاد تھے، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ جب عمران کی عورت نے کہا اے میرے رب جو کچھ میرے پیٹ میں ہے سب سے آزاد کر کے میں نے تیری نذر کیا سو تو مجھ سے قبول فرما، بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ پھر جب اسے جنا تو کہا اے میرے رب میں نے تو وہ لڑکی جنی ہے، اور جو کچھ اس نے جنا ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے، اور بیٹا بیٹی کی طرح نہیں ہوتا، اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے بچا کر تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «کوئی بھی بچہ ایسا پیدا نہیں ہوتا جسے پیدائش کے وقت شیطان نہ چھوتا ہو، جس کی وجہ سے وہ بچہ شیطان کے چھونے سے چیخ مار کر روتا ہے، سوائے مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی تصدیق کے لیے فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو:

{وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ}[آل عمران:36]قَالَ – تَعَالَى –: {فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَامَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ}[آل عمران:37]

پھر جب اسے جنا تو کہا اے میرے رب میں نے تو وہ لڑکی جنی ہے، اور جو کچھ اس نے جنا ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے، اور بیٹا بیٹی کی طرح نہیں ہوتا، اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے بچا کر تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پھر اسے اس کے رب نے اچھی طرح سے قبول کیا اور اسے اچھی طرح بڑھایا اور وہ زکریا کو سونپ دی، جب زکریا اس کے پاس حجرہ میں آتے تو اس کے پاس کچھ کھانے کی چیز پاتے کہتے اے مریم! تیرے پاس یہ چیز کہاں سے آئی ہے، وہ کہتی یہ اللہ کے ہاں سے آئی ہے، اللہ جسے چاہے بے قیاس رزق دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا اور سیدنا یحییٰ علیہما السلام کا قصہ ذکر فرمایا، اور پھر ارشاد فرمایا:

{هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ}{فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ} {قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ}{قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ}{وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَامَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ يَامَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ} {ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ

يَخْتَصِمُونَ}{إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَامَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ}{وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ}{قَالَتْ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ قَالَ كَذَلِكِ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ}{وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ}{وَرَسُولًا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ}{وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ} {إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ}{فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ}{رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ}{إِذْ قَالَ اللَّهُ يَاعِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ}{فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ}{وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ}ذَلِكَ{نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ}{إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ}{الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ}{فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ}{إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ}{فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ}{قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ}{هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ}{مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ}{إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ}[آل عمران:68–38]

زکریا نے وہیں اپنے رب سے دعا کی، کہا اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔ پھر فرشتوں نے اس کو آواز دی جب وہ حجرے کے اندر نماز میں کھڑے تھے کہ بے شک اللہ تجھ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے ایک حکم کی گواہی دے گا اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جائے گا اور صالحین میں سے نبی ہوگا۔ کہا اے میرے رب! میرا لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے، فرمایا اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کہا اے میرے

رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر، فرمایا تیرے لیے یہ نشانی ہے کہ تو لوگوں سے تین دن سوائے اشارہ کے بات نہ کر سکے گا، اور اپنے رب کو بہت یاد کر اور شام اور صبح تسبیح کر۔ اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے پسند کیا ہے اور تجھے پاک کیا ہے اور تجھے سب جہان کی عورتوں پر پسند کیا ہے۔ اے مریم! اپنے رب کی بندگی کر اور سجدہ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ یہ غیب کی خبریں ہیں ہم بذریعہ وحی تمہیں اطلاع دیتے ہیں، اور تو ان کے پاس نہیں تھا جب اپنا قلم ڈالنے لگے تھے کہ مریم کی کون پرورش کرے، اور تو ان کے پاس نہیں تھا جب کہ وہ جھگڑتے تھے۔ جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تجھ کو ایک بات کی اپنی طرف سے بشارت دیتا ہے، اس کا نام مسیح عیسیٰ (وہ) بیٹا مریم کا ہو گا، دنیا اور آخرت میں مرتبے والا اور اللہ کے مقربوں میں سے ہو گا۔ اور جب کہ وہ ماں کی گود میں ہو گا تو لوگوں سے باتیں کرے گا اور جبکہ وہ ادھیڑ عمر کا ہو گا اور نیکوں میں سے ہو گا۔ مریم نے کہا اے میرے رب! مجھے بیٹا کیسے ہو گا حالانکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا، فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے، جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کو کتاب سکھائے گا اور دانش عطا فرمائے گا اور توریت اور انجیل۔ اور اس کو بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گا (اور وہ کہے گا) بے شک میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانیاں لے کر آیا ہوں، میں تمہیں مٹی سے ایک پرندہ کی شکل بنا دیتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑتا جانور ہو جاتا ہے، اور مادر زاد (پیدائشی) اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں، اور تمہیں بتا دیتا ہوں جو کھا کر آؤ اور جو اپنے گھروں میں رکھ کر آؤ، (بے شک) اس میں تمہارے لیے نشانیاں ہیں اگر تم ایماندار ہو۔ اور مجھ سے پہلی کتاب جو تورات ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور تاکہ تم کو وہ بعض چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام تھیں، اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے سو اسی کی بندگی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ جب عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا کفر معلوم کیا تو کہا کہ اللہ کی راہ میں میرا کون مددگار ہے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں، ہم اللہ پر یقین لائے، اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہونے والے ہیں۔ اے رب ہمارے! ہم اُس چیز پر ایمان لائے جو تو نے نازل کی اور ہم رسول کے تابعدار ہوئے سو تو ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ اور انہوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر فرمائی، اور اللہ بہترین خفیہ تدبیر کرنے والوں میں سے ہے۔ جس وقت اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! بے شک میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور جو لوگ تیرے تابعدار ہوں گے انہیں ان لوگوں پر قیامت کے دن تک غالب رکھنے والا ہوں، جو تیرے منکر ہیں پھر تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہو گا پھر میں تم میں فیصلہ کروں گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔ سو جو لوگ کافر ہوئے انہیں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا، اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہو گا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے انہیں ان کا حق پورا پورا دے گا، اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں

کرتا۔ یہ آیتیں ہم تمہیں پڑھ کر سناتے ہیں اور نصیحت حکمت والی۔ بے شک عیسٰی کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اسے مٹی سے بنایا پھر اسے کہا کہ ہو جا پھر ہو گیا۔ حق وہی ہے جو تیرا رب کہے پھر تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ پھر جو کوئی تجھ سے اس واقعہ میں جھگڑے بعد اس کے کہ تیرے پاس صحیح علم آ چکا ہے تو کہہ دے کہ آؤ ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں بلائیں، پھر سب التجا کریں اور اللہ کی لعنت ڈالیں ان پر جو جھوٹے ہوں۔ بے شک یہی سچا بیان ہے، اور اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، اور بے شک اللہ ہی زبردست حکمت والا ہے۔ پھر اگر پھر جائیں تو بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو جانتا ہے۔ کہہ اے اہلِ کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ کے کوئی کسی کو رب نہ بنائے، پس اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو فرمانبردار ہونے والے ہیں۔ اے اہلِ کتاب! ابراھیم کے معاملہ میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل تو اس کے بعد اتری ہیں، کیا تم یہ نہیں سمجھتے۔ ہاں تم وہ لوگ ہو جس چیز کا تمہیں علم تھا اس میں تو جھگڑے، پس اس چیز میں کیوں جھگڑتے ہو جس چیز کا تمہیں علم ہی نہیں، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ابراھیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی لیکن سیدھے راستے والے مسلمان تھے، اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ قریب ابراھیم کے وہ لوگ تھے جنہوں نے اس کی تابعداری کی، اور یہ نبی اور جو اس نبی پر ایمان لائے، اور اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔

پس اللہ سبحانہ و تعالٰی نے مریم علیہا السلام اور مسیح علیہ السلام کا قصہ ان دو سورتوں میں ذکر فرمایا ہے، جن میں سے ایک مکی ہے جو ابتدائی دور میں ان سورتوں کے ساتھ نازل ہوئی جو اصولِ دین کی تمہید اور بنیاد فراہم کرتی ہیں، اور وہ سورہ **کهيعص**[سورہ مریم] ہے۔ دوسری سورت مدنی ہے، جو ہجرت اور جہاد کے حکم کے بعد نازل ہوئی؛ اسی لیے یہ اہل کتاب کے ساتھ مناظرے اور ان کے ساتھ مباہلے کے ذکر پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ سورہ براءت (التوبہ) میں ان کے ساتھ جہاد کا حکم نازل ہوا؛ چنانچہ اللہ تعالٰی نے مکی سورت (سورہ مریم) میں یہ خبر دی ہے کہ جب مریم علیہا السلام عبادت کے لیے تنہا ہوئیں تو اللہ نے ان کی طرف اپنی روح جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا، پس وہ ان کے سامنے ایک مکمل انسان کی شکل میں ظاہر ہوئے، تو مریم علیہا السلام نے کہا:

{إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا} [مريم:18]

کہا بے شک میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو پرہیز گار ہے۔

ابو وائل رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدہ مریم علیہا السلام کو یہ معلوم تھا کہ متقی شخص صاحبِ عقل و بصیرت ہوتا ہے، یعنی اس کا تقویٰ اسے بے حیائی سے روک دیتا ہے؛ اور بے شک وہ اس فرشتے سے ڈر گئیں کہ کہیں اس کا ارادہ بے حیائی کا نہ ہو، چنانچہ انہوں نے کہا: اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے تو میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ یعنی: اگر تم اللہ سے ڈرنے والے ہو تو مجھ سے دور ہو جاؤ۔ اور بعض جاہل

لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ان کے درمیان ''تقی'' نامی ایک بدکار شخص تھا جس سے انہوں نے پناہ مانگی تھی، تو یہ محض لغو اور بے ہودہ بات ہے۔ یہ ان واضح جھوٹے قصوں میں سے ہے جسے کوئی جاہل ہی کہہ سکتا ہے۔ پھر اس فرشتے نے کہا: میں تو محض تیرے رب کا بھیجا ہوا پیغامبر ہوں تا کہ تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں؛ اور ایک دوسری قراءت میں (لفظ لِأَهَبَ کے بجائے لِيَهَبَ ہے، جس کا مطلب ہے کہ تا کہ وہ اللہ تجھے بیٹا عطا کرے)۔

{لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا} [مریم: 19]

تا کہ تجھے پاکیزہ لڑکا دوں۔

پس اس روح (جبرائیل علیہ السلام) نے، جوان کے سامنے ایک مکمل انسان کی شکل میں ظاہر ہوئے تھے، یہ خبر دی کہ وہ ان کے رب کا بھیجا ہوا پیغامبر ہے۔ پس اس کلام سے یہ ثابت ہوا کہ یہ روح (جبرائیل علیہ السلام) ایک ایسی ہستی (عین) ہے جو اپنی ذات میں قائم ہے، نہ کہ کسی دوسری ذات کی کوئی صفت؛ اور یہ کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ایک پیغامبر ہیں۔ (وہ روح) اللہ کی صفات میں سے کوئی صفت نہیں ہے، اور اسی وجہ سے جمہور علماء نے یہ فرمایا ہے کہ اس سے مراد جبرائیل (علیہ السلام) ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں الروح الامین بھی کہا ہے، روح القدس بھی نام دیا ہے اور انہیں جبرائیل بھی پکارا ہے۔ اہل کتاب کے ہاں بھی معاملہ اسی طرح ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مریم اور روح القدس سے مجسم ہوئے۔ لیکن ان نصاریٰ کی گمراہی یہ ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ روح القدس اللہ کی صفتِ حیات ہے، اور یہ کہ وہ (روح القدس بذاتِ خود) ایک ایسا الٰہ ہے جو پیدا کرتا ہے، رزق دیتا ہے اور جس کی عبادت کی جاتی ہے؛ حالانکہ یہ بات نہ تو الہامی کتابوں میں کہیں موجود ہے اور نہ ہی انبیاء علیہم السلام کے کلام میں اس کا کوئی ذکر ملتا ہے۔ نہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ قائم اپنی کسی صفت کا نام روح القدس رکھا ہے، اور نہ ہی اپنے کلام یا اپنی صفات میں سے کسی بھی چیز کو بیٹا قرار دیا ہے۔ اور یہ ان بنیادی امور میں سے ایک ہے جن سے نصاریٰ کی گمراہی ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے کلام میں تحریف کی اور اس کی ایسی تاویلات کیں جو انبیاء کی مراد کے خلاف تھیں؛ چنانچہ ان کے عقیدۂ تثلیث (تین خدا ماننے) کی بنیاد اناجیل میں سے ایک انجیل کے اس جملے پر ہے جس میں ان کے زعم کے مطابق مسیح علیہ السلام نے ان سے کہا تھا: لوگوں کو باپ، بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ (عمد) دو۔ پس ان سے یہ کہا جائے گا: یہ اس صورت میں ہے کہ جب یہ بات مسیح علیہ السلام ہی نے فرمائی تھی؛ حالانکہ نہ تو مسیح علیہ السلام کی زبان میں اور نہ ہی کسی دوسرے نبی کی زبان میں یہ بات معروف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم اس کی کسی صفت کو، یا اس کے کلمہ کو، یا اس کی (صفتِ) حیات کو بیٹا یا روح القدس کا نام دیتے ہوں؛ اور نہ ہی وہ اللہ کے کلمہ کو بیٹا کہتے ہیں، اور نہ ہی اللہ کی ذات کو بیٹا یا روح القدس کا نام دیتے ہیں۔ بلکہ ان نصاریٰ کے ہاں انبیاء سے جو روایات منقول ہیں، ان میں یہ پایا جاتا ہے کہ وہ اللہ کے برگزیدہ اور مکرم بندوں کو بیٹا کہہ کر موصوف کرتے ہیں؛ اور یہ بات مسیح

علیہ السلام اور ان کے علاوہ دیگر انبیاء وصالحین کے حق میں بھی موجود ہے، جیسا کہ وہ ذکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بنی اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کے بارے میں (فرمایا): تو میرا پہلوٹھا (پہلا) بیٹا ہے، یعنی بنی اسرائیل۔

اور روح القدس سے مراد وہ روح ہے جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے، جیسا کہ وہ سیدنا داؤد علیہ السلام اور ان کے علاوہ دیگر انبیاء پر نازل ہوئی۔ کیونکہ ان اہلِ کتاب کی کتابوں میں یہ موجود ہے کہ روح القدس سیدنا داؤد علیہ السلام اور ان کے علاوہ دیگر میں بھی تھی، اور بے شک مسیح علیہ السلام نے فرمایا: وہ میرا باپ اور تمہارا باپ ہے، اور میرا الٰہ اور تمہارا الٰہ ہے؛ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کو سب کے لیے باپ کا نام دیا، اور ان کے ہاں مسیح علیہ السلام بیٹے کے نام کے ساتھ مخصوص نہیں تھے۔ ان کے ہاں لفظ بیٹا کسی برگزیدہ اور مکرم بندے کے نام کے طور پر تو ملتا ہے، مگر یہ اللہ کی صفات میں سے کسی صفت کا نام نہیں ہے۔ اور نہ ہی انبیاء کی کتابوں میں کہیں یہ ذکر ہے کہ اللہ کی کوئی صفت اس سے پیدا ہوئی ہے۔

جب معاملہ ایسا ہے، تو اس میں وہ بات موجود ہے جو اس حقیقت کو واضح کر دیتی ہے کہ بیٹے سے مراد اللہ کا وہ قدیم اور ازلی کلمہ ہر گز نہیں ہے جس کے بارے میں نصاریٰ کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اللہ سے پیدا ہوا ہے۔ ان نصاریٰ کے نزدیک اس (کلمہ) کے ازلی ہونے کے باوجود، (بیٹے سے مراد اللہ کی صفتِ کلام نہیں ہے) اور نہ ہی روح القدس سے مراد اللہ کی صفتِ حیات ہے؛ بلکہ بیٹے سے مراد مسیح علیہ السلام کا انسانی وجود (ناسوت) ہے اور روح القدس سے مراد وہ وحی ہے جو ان پر نازل کی گئی اور وہ فرشتہ جبرائیل علیہ السلام ہے جو اس وحی کو لے کر نازل ہوا۔ پس اس صورت میں مسیح علیہ السلام نے انہیں اللہ پر، اس کے رسول پر، اور اس کلام پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کیا، اور اس فرشتے پر جو اسے لے کر نازل ہوا، ایمان لانے کا حکم دیا ہے؛ اور یہی وہ دعوت ہے جس کا حکم تمام انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا تھا۔ مسیح علیہ السلام کی ایسی کوئی خصوصیت نہیں ہے جس کی بنا پر وہ اس بات کے مستحق قرار پائیں کہ ان میں لاہوت (الوہیت) کا کوئی جز پایا جائے؛ بلکہ ان میں اللہ کا نور، اللہ کا کلام اور اللہ کی روح اسی طرح ظاہر ہوئے جس طرح دیگر انبیاء اور رسولوں میں ظاہر ہوئے تھے۔ کیونکہ ان کے ہاں انبیاء علیہم السلام سے جو روایات منقول ہیں، ان میں دوسروں کو بھی بیٹا کہا گیا ہے اور ان میں بھی روح القدس نے حلول کیا (یعنی وہ ان کی مؤید رہی)؛ اور اس موضوع پر تفصیل کسی دوسرے مقام پر بیان کی گئی ہے۔

یہاں مقصود اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا کلام ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے، اور یہ کہ نصاریٰ کے پاس اپنے ایجاد کردہ بدعات (عقائد) کے حق میں نہ تو کوئی نقلی (سمعی) دلیل موجود ہے اور نہ ہی کوئی ایسی عقلی حجت جو ان کے موافق ہو۔ بلکہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے کلام کی ایسی تفسیر کی جس پر وہ کلام دلالت ہی نہیں کرتا تھا، حالانکہ خود ان کے ہاں انجیل میں یہ موجود ہے کہ مسیح علیہ السلام نے فرمایا: بے شک قیامت کے وقت کا علم نہ تو فرشتوں کو ہے اور نہ ہی بیٹے کو، بلکہ اسے صرف اور صرف باپ

(اللہ) ہی جانتا ہے۔ پس (اس قول نے) یہ واضح کر دیا کہ بیٹا قیامت کا علم نہیں رکھتا، لہٰذا یہ معلوم ہو گیا کہ بیٹا قدیم اور ازلی نہیں ہے، بلکہ وہ تو (وقت کی قید میں) پیدا شدہ اور زمانی وجود ہے۔

فصل: اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب صفات اور اس کی طرف منسوب اس کی مخلوقات و مملوکات کے درمیان فرق کا بیان

اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے والی اشیاء کی دو قسمیں ہیں: ایک تو وہ جو ایسی صفت ہو جو اپنی ذات سے قائم نہ رہ سکتی ہو، جیسے کہ علم، قدرت، کلام اور زندگی؛ اور دوسری قسم وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہونے والا ایک مستقل وجود (عین) ہو۔

پس پہلی قسم صفت کی اضافت ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

{وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ} [البقرة: 255]

اور سب اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

{إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ} [الذاريات: 58]

بے شک اللہ ہی بڑا روزی دینے والا زبردست طاقت والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: **{أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً} [فصلت: 15]**

کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے طاقت میں کہیں بڑھ کر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائے استخارہ میں صحیح حدیث میں یہ فرمانا: «جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ فرض کے علاوہ دو رکعتیں پڑھے، پھر یہ کہے: اے اللہ! میں تیرے علم کے ذریعے تجھ سے بھلائی طلب کرتا ہوں، تیری قدرت کے ذریعے تجھ سے طاقت مانگتا ہوں، اور تیرے فضلِ عظیم کا سوال کرتا ہوں»

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

{وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا} [الانعام: 115]

اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

{ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ} [الممتحنة: 10]

اللہ کا یہی حکم ہے، جو تمہارے لیے صادر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

{ذَلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ} [الطلاق: 5]

یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔

دوسری قسم: ایک مستقل وجود (عین) کی اضافت ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

{وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ} [الحج: 26]

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے پاک رکھ۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

{نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا} [الشمس: 13]

اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی باری سے بچو۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

{عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ} [الانسان: 6]

وہ ایک چشمہ ہوگا جس میں سے اللہ کے بندے پیئیں گے۔

پس پہلی قسم میں جو چیز منسوب ہے وہ اللہ کی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے، وہ اس کی پیدا کی ہوئی (مخلوق) نہیں اور نہ ہی اس کی ذات سے الگ ہے؛ جبکہ دوسری قسم میں جو چیز منسوب ہے وہ: وہ اللہ کی ملکیت اور اس کی پیدا کردہ مخلوق ہے جو اس کی ذات سے الگ ہے، لیکن وہ (مخلوق) ایسی صفات کی بنا پر فضیلت اور شرف یافتہ ہے جن کی وجہ سے اللہ نے اسے خصوصیت دی اور وہی صفات اسے اللہ - تَبَارَكَ وَتَعَالَى - کی طرف منسوب کرنے کا تقاضا کرتی ہیں، جیسا کہ اللہ نے اونٹنیوں میں سے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو خاص کیا، اور تمام گھروں میں سے مکہ میں واقع اپنے گھر (بیت اللہ) کو خصوصیت دی، اور تمام مخلوق میں سے اپنے نیک بندوں کو ممتاز فرمایا؛ اور اسی باب سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے:

{فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا} [مریم: 17]

پھر ہم نے اس کے پاس اپنے فرشتے کو بھیجا۔

چنانچہ اللہ نے اس روح (جبرائیل علیہ السلام) کا وصف یہ بیان فرمایا کہ وہ مریم علیہا السلام کے سامنے ایک مکمل انسان کی صورت میں نمودار ہوئے، اور یہ کہ مریم نے ان سے اللہ کی پناہ مانگی بشرطیکہ وہ پرہیزگار ہوں، اور یہ کہ انہوں نے (جواباً) کہا:

{إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ} [مریم: 19]

کہا میں تو بس تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔

یہ سب کچھ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ (روح) اپنی ذات سے قائم ایک مستقل وجود ہے یہ (مستقل وجود) وہی ہے جسے مناظرین (اہلِ عقل و نظر) کی اصطلاح میں جوہر کہا جاتا ہے۔ اور اسے جسم بھی کہا جاتا ہے جب وہ حسّی طور پر قابلِ اشارہ ہو، اگرچہ جسم کی تعریف میں لوگوں (یعنی فلاسفہ اور متکلمین) کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیا وہ جسم جواہرِ مفردہ سے مل کر بنا ہے یا مادہ اور صورت سے؟ یا وہ نہ اس (جواہرِ مفردہ) سے مرکب ہے اور نہ ہی اس (مادہ اور صورت) سے؟ جب اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرما دیا کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا روح کے متعلق جو چیز منسوب ہے، وہ ان صفات میں سے نہیں ہے جو دوسرے (یعنی اللہ کی ذات) کے ساتھ قائم ہوں، بلکہ وہ (منسوب چیز) ان مستقل وجودوں (اعیان) میں سے ہے جو اپنی ذات سے قائم ہیں، تو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ منسوب چیز اللہ کی ملکیت اور اس کی پیدا کردہ مخلوق ہے لیکن اس (مخلوق) کی نسبت اللہ کی طرف ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ نے اسے اپنی برگزیدگی اور تکریم کے لیے خاص کر لیا ہے، جس (خصوصیت) نے اسے اس (شرفِ) اضافت کے ساتھ مخصوص کرنا واجب کر دیا اور میں نے نصاریٰ کے رد میں اس سے پہلے جو کچھ لکھا ہے، اس میں اس مسئلے اور دیگر متعلقہ امور پر کلام کیا ہے؛ اور میں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ اللہ کی طرف منسوب ہونے والی چیزیں (مضافات) دو طرح کی ہیں: اعیان (مستقل وجود رکھنے والی چیزیں) اور صفات (وہ اوصاف جو ذات کے ساتھ قائم ہوں)۔ پس جب صفات کی نسبت اللہ کی طرف کی جائے — جیسے علم، قدرت، کلام، زندگی، رضا (خوشی) اور غضب وغیرہ — تو یہ اضافت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ اللہ کی ایسی صفت کی نسبت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے، وہ مخلوق نہیں ہے؛ بے شک صفت بذاتِ خود قائم نہیں رہ سکتی، اس کے لیے کسی موصوف کا ہونا ضروری ہے جس کے ساتھ وہ قائم ہو؛ پس جب اس صفت کی نسبت اللہ کی طرف کر دی گئی، تو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اس کی صفت ہے لیکن کبھی صفت کے نام سے اس صفت کے ذریعے پیدا ہونے والے اثر کو بھی تعبیر کر دیا جاتا ہے؛ چنانچہ اللہ کے مقدور (جس پر قدرت کا اظہار ہوا) کو قدرت، اللہ کے کلمہ سے پیدا ہونے والی مخلوق کو کلام، اس کے معلوم کو علم اور جس پر رحم کیا گیا ہو اسے رحمت کہہ دیا جاتا ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: «بے شک اللہ نے جس دن رحمت کو پیدا فرمایا، اس نے اسے سو (100) رحمتوں میں پیدا کیا»

اور اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد (حدیثِ قدسی) جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت فرمایا کہ اللہ نے جنت سے فرمایا: («(اے جنت!) تو میری رحمت ہے، تیرے ذریعے میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا)۔

اسی طرح بارش اور بادلوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ قادر (اللہ) کی قدرت ہے یا یہ ایک عظیم قدرت ہے؛ اور دعا میں کہا جاتا ہے کہ اللہ تیرے بارے میں اپنے علم کو بخش دے، یعنی (تیرے بارے میں) اپنے معلوم (گناہوں) کو (بخش دے)۔

اور جہاں تک اعیان (مستقل وجود رکھنے والی چیزوں) کا تعلق ہے، تو جب ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو یہ نسبت جہتِ عامہ سے ہو گی جس میں تمام مخلوقات برابر کی شریک ہیں، جیسے ان کا اللہ کی مخلوق ہونا، اس کی ملکیت ہونا، اور اس کی قدرت کے تحت ہونا؛ پس یہ ایک عمومی اور مشترکہ نسبت ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

{هَذَا خَلْقُ اللَّهِ} [لقمان:11]

یہ تو اللہ کی تخلیق ہے۔

اور کبھی نسبت ایسے معنی کے لیے کی جاتی ہے جو اس کے ساتھ خاص ہو، جس کے ذریعے اس مضاف (منسوب چیز) کو دوسروں سے ممتاز کر دیا جاتا ہے، جیسے کہ: جیسے: اللہ کا گھر (بیت اللہ)، اللہ کی اونٹنی (ناقۃ اللہ)، اللہ کا بندہ (عبد اللہ) اور اللہ کی روح (روح اللہ) تو یہ معلوم بات ہے کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو اس (نسبت) کے ذریعے ایک ایسی خصوصیت حاصل ہوئی جس نے اسے باقی تمام اونٹنیوں سے ممتاز کر دیا؛ اور اسی طرح (اللہ کی طرف نسبت کی وجہ سے) کعبہ کو جو خصوصیت حاصل ہوئی، اور اس صالح بندے کو جو خصوصیت ملی جس نے اللہ کی عبادت کی اور اس کے حکم کی اطاعت کی (وہ بھی اسی باب سے ہے)۔ اسی طرح وہ مقدس روح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا جبریل علیہ السلام) جو ان خصوصیات کی بنا پر ممتاز ہوئی جن کی وجہ سے وہ دیگر ارواح سے جدا اور برتر قرار پائی، بے شک تمام مخلوقات اس بات میں برابر کی شریک ہیں کہ وہ اللہ کی پیدا کردہ (مخلوق) ہیں، اس کی ملکیت ہیں، اس کی ربوبیت کے تحت ہیں، اور ان پر اللہ کا حکم، اس کا فیصلہ اور اس کی تقدیر جاری ہوتی ہے اس (عمومی) نسبت میں کوئی خاص امتیاز نہیں ہے، اور نہ ہی اس کی وجہ سے منسوب چیز کو کسی دوسری چیز پر کوئی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

(ان میں سے) بعض مخلوقات اس لیے ممتاز ہو گئیں کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے، ان سے راضی ہے، انہیں چن لیتا ہے، اپنے قریب کر لیتا ہے، ان کا حکم دیتا ہے یا انہیں عظمت عطا فرماتا ہے؛ پس یہ (خاص) نسبت کچھ مخلوقات کے ساتھ ہی مخصوص ہوتی ہے، جیسے کہ (اللہ کے) گھر، اونٹنی، روح اور اللہ کے (خاص) بندوں کی نسبت اسی باب (قسم) سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ الانبیاء میں ارشاد فرمایا ہے:

{وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ} [الانبیاء:91]

اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اسے اور اس کے بیٹے کو جہان کے لیے نشانی بنایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ التحریم میں (حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق) ارشاد فرمایا ہے:

{وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ}[التحريم:11]{وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ}[التحريم:12]

اور اللہ ایمان داروں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے، جب اس نے کہا کہ اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے۔ اور مریم عمران کی بیٹی (کی مثال بیان کرتا ہے) جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہم نے اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں کو اور اس کی کتابوں کو سچ جانا اور وہ عبادت کرنے والوں میں سے تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی (آسیہ علیہا السلام) کا ذکر فرمایا جنہوں نے موسیٰ بن عمران کی پرورش کی اور انہیں ان کی ماں سے ملا دیا یہاں تک کہ ان کی ماں نے وہیں (محل ہی میں) انہیں دودھ پلایا؛ اور (اللہ نے) مسیح کی والدہ مریم علیہا السلام کا ذکر فرمایا جنہوں نے انہیں جنم دیا اور ان کی پرورش کی۔ پس ان دو خواتین نے ان دو جلیل القدر رسولوں کی پرورش کی، تو جب اللہ نے یہاں فرمایا:

{فَنَفَخْنَا فِيهَا}[الانبياء:91]

پھر ہم نے اس میں (اپنی روح) پھونک دی۔

یعنی اس عورت (مریم علیہا السلام) میں، اور (دوسری جگہ فرمایا) اس میں یعنی ان کے پیرہن (یا گریبان) میں اپنی روح میں سے پھونکا؛ اور یہاں فرمایا:

{فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا}[مریم:17]

پھر ہم نے اس کے پاس اپنے فرشتے کو بھیجا۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک:

{إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا}[مریم:19]

کہا میں تو بس تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تاکہ تجھے پاکیزہ لڑکا دوں۔

اس بات نے (واضح طور پر) دلالت کر دی کہ اللہ کے ارشاد ہماری روح (روحنا) سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کی کوئی صفت ہے، نہ صفتِ حیات اور نہ ہی کوئی اور صفت؛ اور نہ ہی وہ (روح) کوئی رب یا خالق ہے۔ پس وہ (عیسیٰ علیہ السلام) نہ تو رب اور خالق ہیں، اور نہ ہی رب اور خالق کی کوئی صفت ہیں؛ بلکہ وہ ان ارواح میں سے ایک (مخلوق) روح ہیں جنہیں اللہ نے چن لیا اور انہیں عزت بخشی، جیسا کہ پہلے (جنت کے متعلق) اس قول میں گزر چکا ہے:

{فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا}[مریم:17]

پھر ہم نے اس کے پاس اپنے فرشتے کو بھیجا۔

اور (اس بارے میں) جمہور کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

یہ (بنیادی) قاعدہ جو ہم نے ذکر کیا ہے —— یعنی اللہ کی طرف منسوب ہونے والی اشیاء میں اس کی صفات اور اس کی مملوکات کے درمیان فرق کرنا —— ایک بہت ہی عظیم اصل اور بنیاد ہے، جس میں زمین کے اکثر لوگ اور تمام مذاہب کے بہت سے افراد گمراہی کا شکار ہوئے ہیں، کیونکہ انبیاء کی تمام کتابیں —— تورات، انجیل، قرآن اور دیگر (کتب) —— اللہ کی طرف چیزوں کو اسی (مذکورہ بالا) طریقے سے منسوب کرتی ہیں اور (اسی طرح) بہت سی چیزوں کو اسی (مذکورہ بالا) طریقے سے (اللہ کی طرف) منسوب کیا گیا ہے؛ پس لوگوں نے اس اضافت (نسبت) کی حقیقت میں اختلاف کیا۔ تو مختلف مذاہب کے معطلہ یعنی صفات کی نفی کرنے والوں نے یہ کہا: کہ بے شک یہ تمام نسبتیں (چاہے وہ صفت ہو یا مخلوق) محض ملکیت کی نسبت ہیں، اور اللہ کی ایسی کوئی صفتِ حیات نہیں ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہو اور نہ ہی (اللہ کے ساتھ) کوئی علم قائم ہے، نہ کوئی قدرت اس کے ساتھ قائم ہے، نہ کوئی کلام اس کے ساتھ قائم ہے، اور نہ ہی (ذاتی طور پر) محبت، دشمنی، غصہ یا رضا (جیسی صفات اس کی ذات کا حصہ ہیں)؛ بلکہ (ان کے نزدیک) یہ سب اللہ کی مخلوقات میں سے محض چند مخلوق چیزیں ہیں۔

یہ وہ پہلی بدعت تھی جسے اسلام میں جہمیہ نے ایجاد کیا انہوں نے (اس نظریے کی) بدعت صحابہ کرام اور ان کی بہترین پیروی کرنے والے اکابر تابعین کا دور گزر جانے کے بعد ایجاد کی؛ اور ان کا سرغنہ ایک شخص تھا جسے جہم بن صفوان کہا جاتا ہے پس جہمیہ کا فرقہ اسی کی طرف منسوب ہوا اور انہوں نے اللہ کے اسماء اور صفات دونوں کی نفی کر دی۔ پھر معتزلہ اور دیگر لوگوں نے ان کی پیروی کی، تو انہوں نے صفات کی تو نفی کی لیکن اسماء کا اقرار کیا۔ اور فلاسفہ کے ایک گروہ نے، جو ارسطو کے پیروکار تھے، ان (جہمیہ اور معتزلہ) کی موافقت کی۔

حلولیہ (حلول کے قائلین) نے یہ کہا کہ: بلکہ جو کچھ اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، وہ بسا اوقات اللہ کی صفت ہی ہوتی ہے، اگرچہ وہ (مادہ) اللہ کی ذات سے جدا (بائن) ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ انہوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ: وہ قدیم اور ازلی ہے؛ پس انہوں نے (حلولیہ نے) یہ کہا: اللہ کی روح قدیم اور ازلی ہے اور یہ اللہ کی (ذاتی) صفت ہے یہاں تک کہ ان میں سے بہت سے لوگوں نے یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ بنی آدم کی تمام روحیں قدیم اور ازلی ہیں اور وہ اللہ کی (ذاتی) صفت ہیں اور انہوں نے (یہاں تک) کہہ دیا کہ لوگوں کے کانوں میں پڑنے والی قاریوں کی آوازیں اور قرآن کے نسخوں میں استعمال ہونے والی سیاہی (Ink) بھی قدیم اور ازلی ہے اور یہ اللہ کی (ذاتی) صفت ہے۔

ان کے سمجھداروں (حذّاق) نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ : بلکہ اللہ کا غصہ، اس کی رضا، اس کی محبت، اس کی دشمنی اور اس (مخلوق) کے لیے اس کا ارادہ جسے وہ پیدا کرتا ہے، یہ سب قدیم اور ازلی ہے اور یہ اللہ کی (ذاتی) صفت ہے اللہ کا وہ کلام جو موسیٰ (علیہ السلام) نے سنا، وہ قدیم اور ازلی ہے (ان غالیوں نے یہ بھی کہا کہ) اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس شخص سے راضی اور محبت کرنے والا ہے جس کے بارے میں اسے علم تھا کہ وہ (پیدا ہو کر) اس کی اطاعت کرے گا، اس سے پہلے کہ وہ پیدا کیا جائے؛ اور وہ ہمیشہ سے اس شخص پر غضبناک اور ناراض ہے جس کے بارے میں اسے علم تھا کہ وہ کفر کرے گا، اس سے پہلے کہ وہ پیدا کیا جائے اللہ تعالیٰ ازل سے یا آدم، یا نوح اور اے ابراہیم کہہ رہا ہے اور ابد تک کہتا رہے گا — ان کے پیدا ہونے سے پہلے بھی اور ان کی موت کے بعد بھی؛ اور وہ ہمیشہ سے اے گروہِ جن و انس پکار رہا ہے اور ہمیشہ پکارتا رہے گا — ان کی تخلیق سے پہلے بھی اور ان کے جنت و دوزخ میں داخل ہونے کے بعد بھی۔

اور رہے مسلمانوں کے اسلاف — صحابہ کرام اور وہ (تابعین) جنہوں نے بہترین طریقے سے ان کی پیروی کی — (تو ان کا موقف ان تمام باطل نظریات سے مختلف تھا) مسلمانوں کے وہ ائمہ جو اپنی امامت کی وجہ سے مشہور ہیں — جیسے ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) اور دیگر — اور وہ تمام اہلِ علم جو کتاب و سنت کی گہری معرفت رکھتے ہیں (ان کا موقف بھی وہی ہے جو صحابہ اور تابعین کا تھا)، پس اہلِ سنت، ائمہ اور سلفِ صالحین اللہ کی ملکیت و مخلوقات اور اس کی صفات کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ اللہ کے بندے بھی مخلوق ہیں اور ان بندوں کی صفات بھی مخلوق ہیں بندوں کے اجسام، ان کی روحیں، ان کا کلام، آسمانی کتابوں کی تلاوت کرتے ہوئے ان کی آوازیں، ان کی سیاہی (Ink)، ان کے کاغذ، اور اسی طرح فرشتے اور انبیاء — یہ سب کے سب (اللہ کی پیدا کردہ) مخلوق ہیں، اہلِ سنت و ائمہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ کی وہ صفات جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں، وہ مخلوق نہیں ہیں؛ جیسے اس کا علم، اس کی قدرت، اس کا کلام، اس کا ارادہ، اس کی زندگی (حیات)، اس کا سننا (سمع)، دیکھنا (بصر)، اس کی رضا، اس کا غضب، اس کی محبت اور اس کی دشمنی (بغض) بلکہ اللہ تعالیٰ اسی طرح موصوف ہے (انہی صفات کے ساتھ متصف ہے) جیسا کہ اس نے خود اپنی تعریف فرمائی اور جیسا کہ اس کے رسولوں نے اس کی تعریف بیان کی؛ بغیر کسی تحریف، بغیر تعطیل، بغیر تکییف (کیفیت بیان کرنے) اور بغیر تمثیل (مثال دینے) کے، اہلِ سنت ان صفات کی نفی نہیں کرتے جن سے اللہ نے خود اپنی تعریف فرمائی اور اس کے رسولوں نے اس کی تعریف بیان کی، اور نہ ہی وہ کلام کو اس کے (اصل) مقامات سے بدلتے (تحریف کرتے) ہیں اور وہ اللہ کے کلام کی ایسی تاویل (غلط تشریح) نہیں کرتے جو اللہ کی مراد کے خلاف ہو، اور نہ ہی وہ خالق کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔ اہلِ سنت یہ جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے؛ نہ اس کی ذات میں، نہ اس کی صفات میں اور نہ ہی اس کے افعال میں بلکہ اللہ تعالیٰ صفاتِ کمال سے موصوف ہے،

تمام نقائص سے پاک ہے، اہلِ سنت یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے صفاتِ کمال سے موصوف ہے اور ہمیشہ رہے گا؛ وہ ہمیشہ سے متکلم (کلام فرمانے والا) ہے، جب چاہتا ہے اپنی مشیت اور اپنی قدرت کے ساتھ کلام فرماتا ہے۔ وہ ہمیشہ سے صفاتِ کمال سے متصف رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا، اور وہ نعوتِ جلال واکرام (عظمت اور بزرگی کی صفات) کے ساتھ موصوف ہے —— وہ پاک ہے اور بلند و برتر ہے۔

نصاریٰ اس عظیم اصل (قاعدے) کے بارے میں لوگوں میں سب سے زیادہ اضطراب کا شکار ہیں۔ چنانچہ وہ کبھی تو اللہ کے اس کلام کو جس کے ساتھ اس نے کلام فرمایا —— جیسے تورات اور انجیل —— اللہ سے جدا ایک مخلوق قرار دے دیتے ہیں اور اللہ کی صفات کی نفی کر دیتے ہیں۔ اور کبھی وہ اس کے کلمہ (صفتِ کلام) کو قدیم، ازلی اور اللہ سے پیدا شدہ قرار دیتے ہیں جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا؛ پھر وہ یہ کہتے ہیں کہ یہی کلمہ اس کا بیٹا ہے۔ اور وہ اس کلمہ کو اللہ کا علم یا اس کی حکمت قرار دیتے ہیں کہ یہ کلمہ خود ایک الٰہ اور خالق ہے، اور اسی نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے؛ اور وہ کہتے ہیں کہ یہی کلمہ در حقیقت مسیح ہے، پس ان کے نزدیک مسیح ہی تمام جہانوں کا الٰہ اور خالق ہے۔

نصاریٰ اس سب کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ: یہ کلمہ وہ باپ نہیں ہے جس نے زمین و آسمان پیدا کیے؛ پس وہ اس کے کلمہ کو ایک ایسی صفت قرار دیتے ہیں جو قدیم اور ازلی تو ہے (مگر وہ باپ نہیں ہے)۔ نصاریٰ کا تضاد یہ ہے کہ وہ اس کلمہ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں، اور اس صفت کو ایک خالق الٰہ بنا دیتے ہیں؛ اور وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح ہی وہ الٰہ ہے جو (کائنات کا) خالق ہے؛ اور اس سب کے باوجود وہ اپنی دعاؤں اور عقیدے میں کہتے ہیں: مسیح سچے خدا سے نکلا ہوا ایک سچا خدا ہے، جو اپنے باپ کے جوہر سے ہے۔

اللہ کے کلام اور اس کی صفات کے بارے میں نصاریٰ کے اقوال میں اس قدر تناقض اور اضطراب پایا جاتا ہے، اور ان کے خیالات انبیاء کے کلام کے اس قدر مخالف ہیں، اور وہ انبیاء کے کلام کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جو ان کی مراد کے خلاف ہے، اور یہ سب صریح عقل کے بھی سراسر مخالف ہے۔ ان کے خیالات صحیح منقول کے بھی خلاف ہیں، جیسا کہ ہم ان میں سے کچھ باتیں —— ان شاءاللہ —— ذکر کریں گے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ آسان فرمائے گا۔ کیونکہ نصاریٰ کے اقوال کے فساد کو پوری تفصیل (استقصاء) کے ساتھ بیان کرنا اس کتاب کی گنجائش سے باہر ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مسیح علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا تو فرمایا:

{ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ} [مریم: 34]

یہ عیسیٰ مریم کا بیٹا ہے، حق بات یہی ہے۔

یعنی وہ (مشرکین واہل باطل) شک کرتے ہیں اور (اسی طرح) جھگڑتے ہیں جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کے معاملے میں شک اور جھگڑا کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ} [مریم: 37]

پھر جماعتیں آپس میں مختلف ہو گئیں۔

پس یہودیوں اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا، پھر خود عیسائیوں نے بھی ان کے بارے میں آپس میں اختلاف کیا اور وہ بہت سے گروہوں (فرقوں) میں بٹ گئے۔ جیسے کہ نسطوری، یعقوبی، ملکانی، باروبی، مریمانی اور سمیاتی (فرقے) اور ان جیسی دیگر جماعتیں، جیسا کہ ہم (آگے) ذکر کریں گے، ان شاء اللہ۔ ان کے بہت سے گروہوں اور ان کے مذہبی اجتماعات (کونسلز) میں پائے جانے والے ان کے اختلافات کا تذکرہ، جیسا کہ خود ان کے بڑوں میں سے ایک شخص سعید بن بطریق اور دیگر (مؤرخین) نے ان کے بارے میں حکایت کیا ہے۔ پس بے شک قوموں میں رب العالمین کے بارے میں ان نصرانیوں سے زیادہ اختلاف رکھنے والا کوئی نہیں ہے؛ پس ان تمام گروہوں میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے ایک بڑے دن (قیامت) کی حاضری کے وقت بڑی ہلاکت اور تباہی ہے

{أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا} [مریم: 38]

کیا خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے، جس دن ہمارے پاس آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ کیا ہی سننے والے اور کیا ہی دیکھنے والے ہوں گے جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے! لیکن (یہ) ظالم لوگ آج (دنیا میں) — ان عیسائیوں کی طرح جنہوں نے اپنے بہتان اور شرک کے ذریعے ظلم کیا — کھلی گمراہی میں ہیں؛ وہ مسیح علیہ السلام کے بارے میں حق سے بھٹک گئے۔ اللہ تعالیٰ نے نصرانیوں کو گمراہی (ضلال) کے ساتھ موصوف کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

{قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ} [المائدة: 77]

کہہ دو اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق زیادتی مت کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے دور ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

{وَيُنْذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا} [الكهف: 4]

اور انہیں بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ان کے باپ دادا کے پاس تھی، کیسی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے، وہ لوگ بالکل جھوٹ کہتے ہیں۔

; کیونکہ ان (نصرانیوں) پر دین سے جہالت غالب ہے اور وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جن کے معنی وہ خود بھی نہیں سمجھتے؛(مزید برآں یہ کہ ان کا کلام) انبیاء سے منقول بھی نہیں ہے کہ اسے کہنے والے کی بات تسلیم کرلی جائے، بلکہ یہ تو انہوں نے خود ایجاد کیا ہے؛اور جب تم ان سے اس (کلام) کے معنی پوچھو تو وہ کہتے ہیں: یہ (عقیدہ) عقلوں سے نہیں پہچانا جاسکتا؛ پس وہ ایسی باتیں گھڑ لیتے ہیں جن کے بارے میں وہ خود جانتے ہیں کہ وہ ان کی عقل میں نہیں آرہی ہیں، اور یہ ایسا متناقض (تضاد سے بھرپور) کلام ہے جس کا اول اس کے آخر کو توڑ دیتا ہے اسی وجہ سے تم نصرانیوں کو اپنے معبود کے بارے میں کسی ایک قول پر متفق نہیں پاؤ گے؛ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے تو یہ (بطورِ ضرب المثل) کہہ دیا ہے کہ: اگر دس عیسائی کہیں جمع ہو جائیں، تو وہ (اپنے عقیدے کے بارے میں) گیارہ مختلف اقوال پر بٹ جائیں گے۔

ربعی نے کہا: نصرانی اپنے مذاہب کے معاملے میں تمام لوگوں سے زیادہ باہم متصادم (مختلف) ہیں، اور ان میں اپنے عقائد کو سمجھنے اور ضبط کرنے کی صلاحیت سب سے کم ہے؛(ان کی حالت یہ ہے کہ) ان کا کوئی ایک مستند اور متعین مذہب سمجھنا ہی ممکن نہیں ہے اگر تم ان کے پادریوں میں سے کسی پادری سے مسیح علیہ السلام کے بارے میں ان کے مذہب کا سوال کرو، اور پھر (یہی سوال) اس کے باپ اور اس کی ماں سے کرو، تو وہ تینوں ہی تمہارے سامنے (مختلف باتیں کرکے) اختلاف کریں گے؛اور ان میں سے ہر ایک ایسی بات کہے گا جو دوسرے کی بات سے مشابہت نہیں رکھتی ہوگی۔

بعض اہل نظر نے کہا ہے کہ: عقلمندوں کے گروہوں میں سے کوئی بھی گروہ ایسی بات نہیں کہتا جسے اگر تم غور سے دیکھو تو اس سے کوئی نہ کوئی عقلی معنی (خواہ وہ باطل ہی کیوں نہ ہو) تمہارے تصور میں نہ آئے؛ سوائے عیسائیوں کے قول کے، کیونکہ تم جتنا بھی اس پر غور کروگے، تمہیں اس کی کوئی ایسی حقیقت سمجھ نہیں آئے گی جسے عقل تسلیم کرسکے؛ بلکہ ان (نصرانیوں) کی حدِ پرواز بس یہ ہے کہ وہ اپنی امانہ (القانون الایمانی/Creed) یا اس جیسی دیگر چیزوں کو رٹ لیں جب ان سے اس کی تفسیر کا مطالبہ کیا جاتا ہے، تو ان میں سے ہر ایک ایسی تشریح کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے کی تکفیر کرتا ہے؛ جیسا کہ یعقوبیہ، ملکانیہ اور نسطوریہ (فرقے) ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں، کیونکہ ان کا (باہمی) اختلاف اصل توحید اور رسالت کے بارے میں ہے؛ اس لیے کہ توحید اور رسالت کے متعلق ان کا قول فاسد ترین اقوال میں سے ہے اور سب سے زیادہ تضاد رکھنے والا ہے، جیسا کہ اسے دوسری جگہ (تفصیل سے) بیان کیا گیا ہے۔

فصل: اللہ کے کلمہ کے مسیح علیہ السلام کے جسم کے ساتھ متحد ہو جانے (اتحاد) کے دعوے کا باطل ہونا

رہا ان نصرانیوں کا یہ قول کہ: پس وہ (مٹی کا پرندہ) اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا، یعنی اس لاہوت کے حکم سے جو اللہ کا وہ کلمہ ہے جو ناسوت میں متحد ہو چکا ہے۔ پس اگر وہ یہ کہیں کہ ان کا یہ نظریہ ان کا اپنا مذہب ہے، تو ہم ان سے اس بارے میں گفتگو کریں گے اور اس کا فساد عقلی اور نقلی لحاظ سے واضح کریں گے۔

رہا ان (نصرانیوں) کا یہ دعویٰ: کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) یہ کہا کرتے تھے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے مراد اس لاہوت کا اذن ہے جو اللہ کا وہ کلمہ ہے جو ناسوت میں متحد ہو چکا ہے؛ تو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کھلا بہتان ہے؛ اور یہ ان کے اس قول کی طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا:

{اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ} [الفاتحة: 6]

ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

ان کی مراد اس سے عیسائی تھے؛ اور یہ بالکل ان کے اس قول کی طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا:

{وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا} [آل عمران: 85]

اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے۔

اس سے ان کی مراد عرب تھے؛ اور یہ بالکل ان کے اس قول کی طرح ہے کہ:

{لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ} [الحدید: 25]

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا۔

اس سے ان کی مراد حوارین تھے؛ اور (یہ بالکل) ان کے اس قول کی طرح ہے کہ:

{الم ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ} [البقرة: 1]

ال م۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی بھی شک نہیں، پرہیز گاروں کے لیے ہدایت ہے۔

(ان کی مراد) اس سے انجیل تھی؛ پس یہ وہ مقامات ہیں جن کی (غلط) تفسیر کے ذریعے انہوں نے قرآن کی تشریح کی، اور یہ دعویٰ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم —— جنہوں نے لوگوں کے لیے اس چیز کو واضح فرمایا جو ان کی طرف نازل کی گئی تھی —— کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تلاوت کردہ ان قرآنی آیات سے یہی وہ معنی مراد لیتے تھے جو ان (نصرانیوں) نے ذکر کیے ہیں؛ تو یہ وہ کھلا جھوٹ ہے جو اسے کہنے والے کی انتہائی جہالت یا اس کے شدید عناد پر دلالت کرتا ہے، لیکن نصرانیوں کی طرف سے اس قسم کی تاویل

کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تورات، انجیل، زبور اور دیگر کتبِ انبیاء کے بہت سے مقامات کی بالکل اسی طرح کی تشریحات کی ہیں، جن میں انہوں نے ان کلاموں کو جو انبیاء علیہم السلام لے کر آئے تھے، ان کے اصل مقامات سے پھیر کر تحریف کی ہے۔ اور ان کے کلام کو ظاہری طور پر بدل دیا؛ پس انہوں نے اس کے ذریعے اللہ کی کتابوں اور اللہ کے دین کو تبدیل کر ڈالا اور اس معاملے میں ان یہودیوں کی مشابہت اختیار کی جنہوں نے تحریف اور تبدیلی کی تھی اگرچہ تحریف اور تبدیلی کی جہت مختلف ہے، مگر قرآن میں ان کی تحریف بالکل اسی نوعیت کی ہے جیسی ان کی تورات اور انجیل میں تحریف تھی؛ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو محکم آیات کو چھوڑ دیتے ہیں اور فتنہ انگیزی اور (اپنی مرضی کی) تاویل کی تلاش میں ان آیات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جن میں شبہ پیدا ہوتا ہے لیکن ان مقامات پر انہوں نے اس محکم میں تحریف کی ہے جس کا معنی بالکل ظاہر ہے اور وہ صرف ایک ہی معنی کا احتمال رکھتا ہے پس اپنی جہالت اور عناد کی وجہ سے وہ حق اور درستی سے ان لوگوں کی نسبت بھی کہیں زیادہ دور ہو گئے جنہوں نے متشابہ (ذو معنی) کلام کے معانی میں تحریف کی؛ اور یہ اس لیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے یہ بات یقینی اور بدیہی طور پر معلوم ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بندے اور دیگر رسولوں کی طرح ایک مخلوق ہیں، اور وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان عیسائیوں کی تکفیر کرتے تھے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ (مسیح) اللہ ہیں یا اللہ کے بیٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ} [المائدة: 17]

بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مریم کا بیٹا مسیح ہے، کہہ دے کہ پھر اللہ کے سامنے کس کا بس چل سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ مریم کے بیٹے مسیح اور اس کی ماں اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کر دے، اور آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے، جو چاہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ} [المائدة: 72] {لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ} [المائدة: 73] {لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ} [المائدة: 74] {أَفَلَا يَتُوبُونَ

إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ[المائدة:75]قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ}[المائدة:76]{قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ}[المائدة:77]

البتہ تحقیق وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ وہی مریم کا بیٹا مسیح ہی ہے، اور (حالانکہ) مسیح نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! اس اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے، بے شک جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا سو اللہ نے اس پر جنت حرام کی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے، اور (حالانکہ) سوائے ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں، اور اگر وہ اس بات سے باز نہ آئیں گے جو وہ کہتے ہیں تو ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ اللہ کے آگے کیوں توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہ نہیں بخشواتے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مریم کا بیٹا مسیح تو صرف ایک پیغمبر ہی ہے، اس سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں، اور اس کی ماں سچی ہے، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھ ہم انہیں کیسی دلیلیں بتلاتے ہیں پھر دیکھو وہ کہاں الٹے جاتے ہیں۔ کہہ دو کہ تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو جو تمہارے نقصان اور نفع کی مالک نہیں، اور اللہ وہی ہے سننے والا جاننے والا۔ کہہ دو اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق زیادتی مت کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے دور ہو گئے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول پر نصاریٰ کے کفر کا ذکر فرمایا ہے کہ: دو مقامات پر ان کے اس قول پر (کفر کا ذکر فرمایا ہے) کہ وہ اللہ ہی ہے؛ اور یہ ذکر فرمایا ہے کہ مسیح تو محض ایک رسول ہیں جن سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے، پس ان کا انتہائی مرتبہ رسالت ہی ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: (یہ بات) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں (بھی فرمائی گئی): اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو محض ایک رسول ہی ہیں، جن سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے؛ اور مسیح علیہ السلام کی والدہ کا انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ وہ صدیقہ تھیں، اور اس سے یہ استدلال کیا کہ وہ نبیہ نہیں تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے؛ اور یہ انسانی صفات میں سے الوہیت کی نفی کرنے والی سب سے واضح صفت ہے، کیونکہ کھانے والا اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ کوئی چیز اس کے پیٹ میں داخل ہو، اور پھر اس کے ساتھ سا تھجسم سے فضلات کا اخراج بھی ہو۔

اور رب تعالیٰ یکتا اور بے نیاز (صمد) ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے۔

نصاریٰ کہتے ہیں کہ وہ (خدا) جنتا بھی ہے اور جنا بھی گیا ہے، اور یہ کہ اس کا ہمسر (بھی) ہے، جیسا کہ ایک دوسری جگہ بیان کیا جا چکا ہے؛ حالانکہ مسیح علیہ السلام کی بندگی و عبودیت کی خبر متعدد مقامات پر دی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ}[الزخرف:57]{وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ}[الزخرف:58]{إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ}[الزخرف:59]

اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو اسی وقت آپ کی قوم کے لوگ اس سے کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔اور کہا کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ، یہ ذکر صرف آپ سے جھگڑنے کے لیے کرتے ہیں، بلکہ وہ تو جھگڑالو ہی ہیں۔وہ تو ہمارا ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے نمونہ بنادیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ مسیح علیہ السلام نے سب سے پہلے جس چیز میں کلام کیا، وہ ان کا یہ فرمان تھا:

{إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا}[مریم:30]

کہا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَاعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ}[المائدة:116]

اور جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنالو، وہ عرض کرے گا تو پاک ہے مجھے لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔

ان آیات کا تسلسل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک (جاری رہتا ہے): شہید؛ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ}[النساء:171]

اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے نہ نکلو اور حق بات کے علاوہ اللہ کی شان میں کچھ نہ کہو، بے شک مریم کا بیٹا۔ تمام آیات۔

پس جب یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے یقینی اور بدیہی طور پر معلوم ہو چکی ہے کہ :اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ نقلِ متواتر کے ذریعے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اس اجماع کے ذریعے جس کی بنیاد خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول روایات پر ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ کتاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول معروف سنت کے ذریعے یہ بات قطعیت کے ساتھ معلوم ہے؛ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، وہ ایک رسول کے سوا اور کچھ نہیں ہیں؛ اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان عیسائیوں کی تکفیر کرتے تھے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ (مسیح) اللہ ہیں یا اللہ کے بیٹے ہیں اور جو لوگ تین میں سے تیسرا اور اس جیسی دیگر باتیں کہتے ہیں، ان سب (کے کفر) کے بعد، اللہ

کے اس کلام کی ان کی جانب سے کی گئی یہ تفسیر —— جسے اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچایا ہے —— کہ وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے یعنی اس لاہوت کے حکم سے جو ناسوت کے ساتھ متحد کلمۃ اللہ ہے؛ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کھلا جھوٹ ہے۔

اور یہ تفسیر ایسی ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان نصاریٰ کے جھوٹ کو روئے زمین کے وہ تمام لوگ پہچانتے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے واقف ہیں؛ خواہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتے ہوں یا اس کا انکار کرتے ہوں۔

پس اس مقام پر مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا کھلا جھوٹ باندھا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والوں، (دونوں طرح کی) مخلوق کے نزدیک معلوم و معروف ہے؛ یہ کوئی چھپا ہوا جھوٹ نہیں ہے۔

اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ ان کی بات معقول ہے، تو پھر اس وقت کیا عالم ہوگا جب وہ صریح عقل کے نزدیک سراسر محال ہو؟ بلکہ یہ تو ایک ایسا قول ہے جو غیر معقول ہے، یعنی خارج میں اس کا ثابت ہونا عقل تسلیم ہی نہیں کرتی اگرچہ ان کے باہمی اختلافات کو سمجھا جا سکتا ہے اور ان کے ذریعے ان کی عقلوں کا فساد بھی معلوم ہو جاتا ہے —— جیسا کہ ان تمام متناقض اور فاسد اقوال کہنے والوں کا حال ہے جن کا خارج میں ثابت ہونا محال ہے —— اور یہ وہ بحث ہے جس کی تفصیل دوسری جگہ بسط کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے؛ پس ان کا یہ قول کہ: یہ اس لاہوت کے اذن سے ہے جو ناسوت کے ساتھ متحد کلمۃ اللہ ہے، کئی وجوہ سے باطل ہے:

ان وجوہ میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کلمہ یا تو خود اللہ ہے، یا اس کی ذات کی ایک صفت ہے، یا پھر وہ نہ تو اس کی ذات ہے اور نہ ہی اس کی صفت، یا پھر وہ ذات اور صفت دونوں کا مجموعہ ہے۔

پس اگر وہ (کلمہ) نہ تو اللہ کی ذات ہو، نہ اس کی صفت اور نہ ہی ذات و صفت (کا مجموعہ)، تو وہ اللہ سے جدا اور اس کی مخلوق ٹھہرے گی؛ اور ایسی صورت میں وہ لاہوت (خدا) نہیں بلکہ (مسیح کا) خالق بھی نہیں رہے گی۔ تب تو مسیح علیہ السلام کے ساتھ کسی لاہوت کا اتحاد ہوا ہی نہیں، بلکہ اگر (بالفرض) اتحاد ہوا بھی ہے تو وہ محض ایک مخلوق کا اتحاد ہے۔

اور اگر وہ کلمہ (اللہ کی) ذات ہو یا ذات و صفت ہو، تو پھر وہی رب العالمین ہے اور وہی انصاریٰ کے نزدیک آب (باپ) ہے؛ حالانکہ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ مسیح علیہ السلام آب نہیں ہیں اور نہ ہی آب ان کے ساتھ متحد ہوا ہے، بلکہ (ان کے بقول) ابن (بیٹا) متحد ہوا ہے۔

اور اگر وہ کلمہ اللہ عزوجل کی ایک صفت ہو؛ پس اللہ کی صفت وہ معبودِ خالق نہیں ہے، جبکہ عیسائیوں کے نزدیک مسیح علیہ السلام ہی معبودِ خالق ہیں؛ نیز اللہ کی صفت اس کی ذات کے ساتھ قائم ہوتی ہے، وہ اس کی ذات سے جدا ہو کر کسی دوسرے میں حلول نہیں کرتی اور نہ ہی کسی اور کے ساتھ متحد ہوتی ہے، جبکہ ان کے بقول اللہ کا کلمہ مسیح علیہ السلام کے ساتھ متحد ہو چکا ہے۔

اور اگر نصرانی یہ کہیں کہ: ہمارا یہ قول ویسا ہی ہے جیسا کہ مسلمانوں کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ قرآن، تورات یا انجیل قراء (پڑھنے والوں) میں حلول کر گئی ہے یا ان کے ساتھ متحد ہو گئی ہے، اور یہ کہ قدیم (صفتِ کلام) مخلوق میں حلول کر گئی ہے یا اس کے ساتھ متحد ہو گئی ہے اور اس قسم کی دیگر باتیں۔

ان سے کہا جائے گا: اگر ان (مسلمانوں کے اس قلیل گروہ) کا قول درست مان بھی لیا جائے، تب بھی تمہارے لیے اس میں کوئی دلیل نہیں ہے؛ کیونکہ اس تقدیر (اور مفروضے) پر تو مسیح علیہ السلام اور ان تمام لوگوں کے درمیان کوئی فرق باقی نہیں رہتا جو تورات، انجیل، زبور اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں؛ اور تم تو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ مسیح علیہ السلام ہی اللہ ہیں یا اللہ کے بیٹے ہیں، اور یہ کہ وہ (اس اتحاد و حلول میں) دوسروں سے الگ اور خاص حیثیت رکھتے ہیں۔ نیز یہ کہ وہ (مسلمانوں کا) گروہ اور تمام امتیں اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن اور دیگر الہامی کتابوں کے قراء کوئی ایک بھی نہ تو اللہ ہے، نہ اللہ کا بیٹا ہے اور نہ ہی وہ کائنات کا خالق ہے۔ پس اگر تم اپنے قول کو ان (قراء) کے قول کی مانند قرار دیتے ہو، تو تم پر یہ لازم آئے گا کہ مسیح علیہ السلام نہ تو اللہ ہوں، نہ اللہ کے بیٹے ہوں اور نہ ہی رب العالمین ہوں۔ نیز ہمیں مسلمانوں کے ان گروہوں میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی یہ علم نہیں کہ اس نے یہ کہا ہو کہ: کہ لاہوت ناسوت کے ساتھ متحد ہو گیا ہے، اور نہ ہی ان میں سے کسی نے یہ کہا کہ قدیم، محدث (مخلوق) کے ساتھ متحد ہو گیا ہے، اور نہ ہی یہ کہ اللہ کا کلام اور مخلوق مل کر ایک ہی چیز بن گئے ہیں۔ پس اتحاد کا یہ نظریہ تو ان لوگوں (جن کا تم حوالہ دے رہے ہو) اور ان کے علاوہ دیگر تمام کے نزدیک بالاتفاق باطل ہے۔

لیکن ان میں سے ایک گروہ نے حلول کے لفظ کا اطلاق کیا ہے، جبکہ ایک دوسرے گروہ نے لفظِ حلول کا انکار کیا اور یہ کہا کہ: ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ قدیم محدث میں ظاہر ہوئی ہے، اس میں حلول نہیں کیا؛ لیکن (حقیقت یہ ہے کہ) انہوں نے ایسی بات کہی ہے جو حلول ہی کو مستلزم ہے (یعنی اس کا نتیجہ حلول ہی نکلتا ہے)۔

سلفِ صالحین اور مسلمانوں کی جمہور ان (حلول و اتحاد کے قائلین) کو خطاکار قرار دیتے ہیں اور عقلی و نقلی طور پر ان کی غلطی واضح کرتے ہیں۔ ان کا یہ قول نہ تو ائمہ مسلمین میں سے کسی کا قول ہے اور نہ ہی مسلمانوں کے مشہور فقہی مکاتبِ فکر میں سے کسی گروہ کا، جیسے کہ مالکیہ، شافعیہ، حنفیہ، حنبلیہ، ثوریہ، داؤدیہ (ظاہریہ) اور اسحاقیہ وغیرہم (امام اسحاق بن راہویہ کے متبعین)، نہ ہی یہ مسلمانوں کے متکلمین کے گروہوں میں سے کسی کا قول ہے، نہ ان کا جو سنت کی طرف منسوب ہیں جیسے کہ اشعریہ اور کرامیہ، اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور (متکلم) کا؛ جیسے معتزلہ، شیعہ اور ان کے ہم مسلک گروہ؛ دراصل یہ بات تو صرف ایک قلیل گروہ نے کہی ہے جو مسلمانوں کے بعض علماء کی طرف منسوب تھے۔ مثلاً مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ میں سے ایک قلیل گروہ؛ اور ان (کے قول) کی انتہا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت کے حلول کے قائل ہو جائیں؛ پس یہ لوگ بھی نصاریٰ کی طرح گمراہ ہیں؛ باوجود اس کے کہ

نصاریٰ کے پاس ان (مسلم نما غالیوں) کے خلاف بھی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ وہ جو کچھ (حلول وغیرہ کے بارے میں) کہتے ہیں، وہ مسیح علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ وہ ان کے اور دیگر انبیاء وصالحین کے درمیان مشترک ہے۔

نصاریٰ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اتحاد کے معاملے میں مسیح علیہ السلام کو ایک اختصاص حاصل ہے، باوجود اس کے کہ جو لاہوت ناسوت کے ساتھ متحد ہوا، وہ اور ناسوت مل کر ایک ہی چیز بن گئے؛ اور اتحاد کی صورت میں تو یہ ناممکن ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا کوئی فعل یا صفت دوسرے سے الگ (خارج) ہو۔ پھر نصاریٰ اتحاد کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن خود ہی اس میں تضاد کا شکار ہو جاتے ہیں؛ چنانچہ ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ یہ ایک جوہر ہے، کوئی کہتا ہے دو جوہر ہیں، کوئی ایک ہی مشیت (ارادہ) کا قائل ہے تو کوئی دو مشیتوں کا، جیسا کہ ان شاءاللہ تعالیٰ اس پر تفصیلی کلام آگے آئے گا۔

فصل: ان کے اس دعوے کا رد کہ انہیں مسلمانوں پر فضیلت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بنیاد پر اور میں ان لوگوں کو جو تمہاری پیروی کریں گے، قیامت کے دن تک کافروں پر غالب رکھوں گا

رہا ان نصرانیوں کا یہ قول کہ: پس وہ (مٹی کا پرندہ) اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا، یعنی اس لاہوت کے حکم سے جو اللہ کا وہ کلمہ ہے جو ناسوت میں متحد ہو چکا ہے۔ پس اگر وہ یہ کہیں کہ ان کا یہ نظریہ ان کا اپنا مذہب ہے، تو ہم ان سے اس بارے میں گفتگو کریں گے اور اس کا فساد عقلی اور نقلی لحاظ سے واضح کریں گے۔

رہا ان (نصرانیوں) کا یہ دعویٰ: کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (معاذاللہ) یہ کہا کرتے تھے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے مراد اس لاہوت کا اذن ہے جو اللہ کا وہ کلمہ ہے جو ناسوت میں متحد ہو چکا ہے؛ تو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کھلا بہتان ہے؛ اور یہ ان کے اس قول کی طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا:

{اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ} [الفاتحة:6]

ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

ان کی مراد اس سے نصرانی تھے؛ اور یہ بالکل ان کے اس قول کی طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا:

{وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا} [آل عمران:85]

اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے۔

اس سے ان کی مراد عرب تھے؛ اور یہ بالکل ان کے اس قول کی طرح ہے کہ:

{لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ} [الحديد: 25]

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا۔

اس سے ان کی مراد حواریین تھے؛ اور (یہ بالکل) ان کے اس قول کی طرح ہے کہ:

{الم ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ} [البقرة: 1]

ال م۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی بھی شک نہیں، پرہیز گاروں کے لیے ہدایت ہے۔

(ان کی مراد) اس سے انجیل تھی؛ پس یہ وہ مقامات ہیں جن کی (غلط) تفسیر کے ذریعے انہوں نے قرآن کی تشریح کی، اور یہ دعویٰ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم —— جنہوں نے لوگوں کے لیے اس چیز کو واضح فرمایا جو ان کی طرف نازل کی گئی تھی —— کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تلاوت کردہ ان قرآنی آیات سے یہی وہ معنی مراد لیتے تھے جو ان (نصرانیوں) نے ذکر کیے ہیں؛ تو یہ وہ کھلا جھوٹ ہے جو اسے کہنے والے کی انتہائی جہالت یا اس کے شدید عناد پر دلالت کرتا ہے، لیکن نصرانیوں کی طرف سے اس قسم کی تاویل کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تورات، انجیل، زبور اور دیگر کتبِ انبیاء کے بہت سے مقامات کی بالکل اسی طرح کی تشریحات کی ہیں، جن میں انہوں نے ان کلاموں کو جو انبیاء علیہم السلام لے کر آئے تھے، ان کے اصل مقامات سے پھیر کر تحریف کی ہے۔ اور ان کے کلام کو ظاہری طور پر بدل دیا؛ پس انہوں نے اس کے ذریعے اللہ کی کتابوں اور اللہ کے دین کو تبدیل کر ڈالا اور اس معاملے میں ان یہودیوں کی مشابہت اختیار کی جنہوں نے تحریف اور تبدیلی کی تھی اگرچہ تحریف اور تبدیلی کی جہت مختلف ہے، مگر قرآن میں ان کی تحریف بالکل اسی نوعیت کی ہے جیسی ان کی تورات اور انجیل میں تحریف تھی؛ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو محکم آیات کو چھوڑ دیتے ہیں اور فتنہ انگیزی اور (اپنی مرضی کی) تاویل کی تلاش میں ان آیات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جن میں شبہ پیدا ہوتا ہے لیکن ان مقامات پر انہوں نے اس محکم میں تحریف کی ہے جس کا معنی بالکل ظاہر ہے اور وہ صرف ایک ہی معنی کا احتمال رکھتا ہے پس اپنی جہالت اور عناد کی وجہ سے وہ حق اور درستی سے ان لوگوں کی نسبت بھی کہیں زیادہ دور ہو گئے جنہوں نے متشابہ (ذو معنی) کلام کے معانی میں تحریف کی؛ اور یہ اس لیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے یہ بات یقینی اور بدیہی طور پر معلوم ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بندے اور دیگر رسولوں کی طرح ایک مخلوق ہیں، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان نصرانیوں کی تکفیر کرتے تھے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ (مسیح) اللہ ہیں یا اللہ کے بیٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ} [المائدة: 17]

بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مریم کا بیٹا مسیح ہے، کہہ دے کہ پھر اللہ کے سامنے کس کا بس چل سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ مریم کے بیٹے مسیح اور اس کی ماں اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کر دے، اور آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے، جو چاہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ}[المائدة:72]{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ}[المائدة:73]{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ}[المائدة:74]{أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ ال َّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ[المائدة:75]قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ} [المائدة:76]{قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ}[المائدة:77]

البتہ تحقیق وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ وہی مریم کا بیٹا مسیح ہی ہے، اور (حالانکہ) مسیح نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! اس اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے، بے شک جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا سو اللہ نے اس پر جنت حرام کی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے، اور (حالانکہ) سوائے ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں، اور اگر وہ اس بات سے باز نہ آئیں گے جو وہ کہتے ہیں تو ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ اللہ کے آگے کیوں توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہ نہیں بخشواتے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مریم کا بیٹا مسیح تو صرف ایک پیغمبر ہی ہے، اس سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں، اور اس کی ماں سچی ہے، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھ ہم انہیں کیسی دلیلیں بتلاتے ہیں پھر دیکھو وہ کہاں الٹے جاتے ہیں۔ کہہ دو کہ تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو جو تمہارے نقصان اور نفع کی مالک نہیں، اور اللہ وہی ہے سننے والا جاننے والا۔ کہہ دو اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق زیادتی مت کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے دور ہو گئے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول پر نصاریٰ کے کفر کا ذکر فرمایا ہے کہ : دو مقامات پر ان کے اس قول پر (کفر کا ذکر فرمایا ہے) کہ وہ اللہ ہی ہے؛اور یہ ذکر فرمایا ہے کہ مسیح تو محض ایک رسول ہیں جن سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے، پس ان کا انتہائی مرتبہ رسالت ہی ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: (یہ بات) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں (بھی فرمائی گئی) :اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو محض ایک رسول ہی ہیں، جن سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے؛اور مسیح علیہ السلام کی والدہ کا انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ وہ صدیقہ تھیں،اور اس سے یہ استدلال کیا کہ وہ نبیہ نہیں تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وہ دونوں) کھانا کھایا کرتے تھے؛اور یہ (انسانی) صفات میں سے الوہیت کی نفی کرنے والی سب سے واضح صفت ہے، کیونکہ کھانے والا اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ کوئی چیز اس کے جوف میں داخل ہو،اور پھر اس کے ساتھ ساتھ (جسم سے) فضلات کا اخراج بھی ہو۔

اور رب تعالیٰ یکتا اور بے نیاز (صمد) ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے،اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے۔

نصاریٰ کہتے ہیں کہ وہ (خدا) جنتا بھی ہے اور جنا بھی گیا ہے،اور یہ کہ اس کا ہمسر (بھی) ہے، جیسا کہ ایک دوسری جگہ بیان کیا جا چکا ہے؛حالانکہ مسیح علیہ السلام کی بندگی و عبودیت کی خبر متعدد مقامات پر دی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

{وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ} [الزخرف:5] {وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ} [الزخرف:58] {إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ} [الزخرف:59]

اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو اسی وقت آپ کی قوم کے لوگ اس سے کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔اور کہا کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ، یہ ذکر صرف آپ سے جھگڑنے کے لیے کرتے ہیں، بلکہ وہ تو جھگڑالو ہی ہیں۔ وہ تو ہمارا ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے نمونہ بنا دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ مسیح علیہ السلام نے سب سے پہلے جس چیز میں کلام کیا، وہ ان کا یہ فرمان تھا:

{إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا} [مریم:30]

کہا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَاعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ} [المائدة:116]

اور جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنا لو، وہ عرض کرے گا تو پاک ہے مجھے لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔

ان آیات کا تسلسل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک (جاری رہتا ہے): شھید؛اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ} [النساء: 171] تمام آیات۔

اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے نہ نکلو اور حق بات کے علاوہ اللہ کی شان میں کچھ نہ کہو، بے شک مریم کا بیٹا۔

پس جب یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے یقینی اور بدیہی طور پر معلوم ہو چکی ہے کہ :اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ نقلِ متواتر کے ذریعے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اس اجماع کے ذریعے جس کی بنیاد خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول روایات پر ہے،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ کتاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول معروف سنت کے ذریعے (یہ بات قطعیت کے ساتھ معلوم ہے)؛کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، وہ ایک رسول کے سوا اور کچھ نہیں ہیں؛اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان عیسائیوں کی تکفیر کرتے تھے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ (مسیح) اللہ ہیں یا اللہ کے بیٹے ہیں اور جو لوگ تین میں سے تیسرا اور اس جیسی دیگر باتیں کہتے ہیں، ان سب (کے کفر) کے بعد، اللہ کے اس کلام کی ان کی جانب سے کی گئی یہ تفسیر — جسے اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچایا ہے — کہ وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے یعنی اس لاہوت کے حکم سے جو ناسوت کے ساتھ متحد کلمۃ اللہ ہے؛ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کھلا جھوٹ ہے۔

اور یہ تفسیر ایسی ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان نصاریٰ کے جھوٹ کو روئے زمین کے وہ تمام لوگ پہچانتے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے واقف ہیں؛خواہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتے ہوں یا اس کا انکار کرتے ہوں۔

پس اس مقام پر مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا کھلا جھوٹ باندھا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والوں، (دونوں طرح کی) مخلوق کے نزدیک معلوم و معروف ہے؛ یہ کوئی چھپا ہوا جھوٹ نہیں ہے۔

اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ ان کی بات (بذاتِ خود) معقول ہے، تو پھر اس وقت کیا عالم ہو گا جب وہ صریح عقل کے نزدیک سراسر محال ہو؟ بلکہ یہ تو ایک ایسا قول ہے جو غیر معقول ہے، یعنی خارج میں اس کا ثابت ہونا عقل تسلیم ہی نہیں کرتی اگرچہ ان کے باہمی اختلافات کو سمجھا جا سکتا ہے اور ان کے ذریعے ان کی عقول کا فساد بھی معلوم ہو جاتا ہے — جیسا کہ ان تمام متناقض اور فاسد اقوال کہنے والوں کا حال ہے جن کا خارج میں ثابت ہونا محال ہے — اور یہ وہ بحث ہے جس کی تفصیل دوسری جگہ بسط کے

ساتھ بیان کی جاچکی ہے؛پس ان کا یہ قول کہ : یہ اس لاہوت کے اذن سے ہے جو ناسوت کے ساتھ متحد کلمۃاللہ ہے، کئی وجوہ سے باطل ہے:

ان وجوہ میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کلمہ یاتو خود اللہ ہے، یااس کی ذات کی ایک صفت ہے، یا پھر وہ نہ تو اس کی ذات ہے اور نہ ہی اس کی صفت، یاپھر وہ ذات اور صفت دونوں کا مجموعہ ہے۔

پس اگر وہ (کلمہ) نہ تو اللہ کی ذات ہو، نہ اس کی صفت اور نہ ہی ذات وصفت (کا مجموعہ)، تو وہ اللہ سے جدااور اس کی مخلوق ٹھہرے گی؛ اور ایسی صورت میں وہ لاہوت (خدا) نہیں بلکہ (مسیح کا) خالق بھی نہیں رہے گی۔تب تو مسیح علیہ السلام کے ساتھ کسی لاہوت کا اتحاد ہواہی نہیں، بلکہ اگر (بالفرض) اتحاد ہوا بھی ہے تو وہ محض ایک مخلوق کا اتحاد ہے۔

اور اگر وہ کلمہ (اللہ کی) ذات ہو یا ذات و صفتہو، تو پھر وہی رب العالمین ہے اور وہی ان (نصاریٰ) کے نزدیک آب (باپ) ہے؛ حالانکہ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ مسیح علیہ السلام آب نہیں ہیں اور نہ ہی آب ان کے ساتھ متحد ہوا ہے، بلکہ (ان کے بقول) ابن (بیٹا) متحد ہوا ہے۔

اور اگر وہ کلمہ اللہ عزوجل کی (محض) ایک صفت ہو؛ پس اللہ کی صفت (بذاتِ خود) وہ معبودِ خالق نہیں ہے، جبکہ عیسائیوں کے نزدیک مسیح علیہ السلام ہی معبودِ خالق ہیں؛ نیز اللہ کی صفت اس کی ذات کے ساتھ قائم ہوتی ہے، وہ اس کی ذات سے جدا ہو کر کسی دوسرے میں حلول نہیں کرتی اور نہ ہی کسی اور کے ساتھ متحد ہوتی ہے، جبکہ ان کے بقول اللہ کا کلمہ مسیح علیہ السلام کے ساتھ متحد ہو چکا ہے۔

اور اگر وہ (نصرانی) یہ کہیں کہ : ہمارا یہ قول ویسا ہی ہے جیسا کہ مسلمانوں کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ قرآن، تورات یا انجیل قراء (پڑھنے والوں) میں حلول کر گئی ہے یا ان کے ساتھ متحد ہو گئی ہے،اور یہ کہ قدیم (صفتِ کلام) مخلوق میں حلول کر گئی ہے یا اس کے ساتھ متحد ہو گئی ہے اور اس قسم کی دیگر باتیں۔

ان سے کہا جائے گا: اگر ان (مسلمانوں کے اس قلیل گروہ) کا قول درست مان بھی لیا جائے، تب بھی تمہارے لیے اس میں کوئی دلیل نہیں ہے؛ کیونکہ اس تقدیر (اور مفروضے) پر تو مسیح علیہ السلام اور ان تمام لوگوں کے درمیان کوئی فرق باقی نہیں رہتا جو تورات، انجیل، زبور اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں؛ اور تم تو یہ دعویٰ کرتے ہو کہ مسیح علیہ السلام ہی اللہ ہیں یا اللہ کے بیٹے ہیں، اور یہ کہ وہ (اس اتحاد و حلول میں) دوسروں سے الگ اور خاص حیثیت رکھتے ہیں۔ نیز یہ کہ وہ (مسلمانوں کا) گروہ اور تمام امتیں اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن اور دیگر الہامی کتابوں کے قراء کوئی ایک بھی نہ تو اللہ ہے، نہ اللہ کا بیٹا ہے اور نہ ہی وہ کائنات کا خالق ہے۔ پس اگر تم اپنے قول کو ان (قراء) کے قول کی مانند قرار دیتے ہو، تو تم پر یہ لازم آئے گا کہ مسیح علیہ السلام نہ تو اللہ ہوں، نہ اللہ کے بیٹے ہوں اور نہ ہی رب العالمین ہوں۔ نیز ہمیں مسلمانوں کے ان گروہوں میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی یہ علم نہیں کہ اس نے یہ کہا ہو

کہ : کہ لاہوت ناسوت کے ساتھ متحد ہو گیا ہے، اور نہ ہی ان میں سے کسی نے یہ کہا کہ قدیم، محدث (مخلوق) کے ساتھ متحد ہو گیا ہے، اور نہ ہی یہ کہ اللہ کا کلام اور مخلوق مل کر ایک ہی چیز بن گئے ہیں۔ پس اتحاد کا یہ نظریہ تو ان لوگوں (جن کا تم حوالہ دے رہے ہو) اور ان کے علاوہ دیگر تمام کے نزدیک بالاتفاق باطل ہے۔

لیکن ان میں سے ایک گروہ نے حلول کے لفظ کا اطلاق کیا ہے، جبکہ ایک دوسرے گروہ نے لفظِ حلول کا انکار کیا اور یہ کہا کہ : ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ قدیم محدث میں ظاہر ہوئی ہے، اس میں حلول نہیں کیا؛ لیکن (حقیقت یہ ہے کہ) انہوں نے ایسی بات کہی ہے جو حلول ہی کو مستلزم ہے (یعنی اس کا نتیجہ حلول ہی نکلتا ہے)۔

سلفِ صالحین اور مسلمانوں کی جمہور ان (حلول واتحاد کے قائلین) کو خطاکار قرار دیتے ہیں اور عقلی و نقلی طور پر ان کی غلطی واضح کرتے ہیں۔ ان کا یہ قول نہ تو ائمہ مسلمین میں سے کسی کا قول ہے اور نہ ہی مسلمانوں کے مشہور فقہی مکاتبِ فکر میں سے کسی گروہ کا، جیسے کہ مالکیہ، شافعیہ، حنفیہ، حنبلیہ، ثوریہ، داؤدیہ (ظاہریہ) اور اسحاقیہ وغیرہم (امام اسحاق بن راہویہ کے متبعین)، نہ ہی یہ مسلمانوں کے متکلمین کے گروہوں میں سے کسی کا قول ہے، نہ ان کا جو سنت کی طرف منسوب ہیں جیسے کہ اشعریہ اور کرامیہ، اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور (متکلم) کا؛ جیسے معتزلہ، شیعہ اور ان کے ہم مسلک گروہ؛ دراصل یہ بات تو صرف ایک قلیل گروہ نے کہی ہے جو مسلمانوں کے بعض علماء کی طرف منسوب تھے۔ مثلاً مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ میں سے ایک قلیل گروہ؛ اور ان (کے قول) کی انتہا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت کے حلول کے قائل ہو جائیں؛ پس یہ لوگ بھی نصاریٰ کی طرح گمراہ ہیں؛ باوجود اس کے کہ نصاریٰ کے پاس ان (مسلم نما غالیوں) کے خلاف بھی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ وہ جو کچھ (حلول وغیرہ کے بارے میں) کہتے ہیں، وہ مسیح علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ وہ ان کے اور دیگر انبیاء وصالحین کے درمیان مشترک ہے۔

نصاریٰ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اتحاد کے معاملے میں مسیح علیہ السلام کو ایک اختصاص حاصل ہے، باوجود اس کے کہ جو لاہوت ناسوت کے ساتھ متحد ہوا، وہ اور ناسوت مل کر ایک ہی چیز بن گئے؛ اور اتحاد کی صورت میں تو یہ ناممکن ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا کوئی فعل یا صفت دوسرے سے الگ (خارج) ہو۔ پھر نصاریٰ اتحاد کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن خود ہی اس میں تضاد کا شکار ہو جاتے ہیں؛ چنانچہ ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ یہ ایک جوہر ہے، کوئی کہتا ہے دو جوہر ہیں، کوئی ایک ہی مشیت (ارادہ) کا قائل ہے تو کوئی دو مشیتوں کا، جیسا کہ ان شاءاللہ تعالیٰ اس پر تفصیلی کلام آگے آئے گا۔

فصل: ان کے اس دعوے کا رد کہ انہیں مسلمانوں پر فضیلت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بنیاد پر: اور میں ان لوگوں کو جو تمہاری پیروی کریں گے، قیامت کے دن تک کافروں پر غالب رکھوں گا

رہا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

{يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ}[آل عمران: 55]

اے عیسیٰ! بے شک میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور جو لوگ تیرے تابعدار ہوں گے انہیں ان لوگوں پر قیامت کے دن تک غالب رکھنے والا ہوں۔

پس یہ برحق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے؛ چنانچہ جس نے مسیح علیہ السلام کی پیروی کی، اللہ نے اسے قیامت کے دن تک کافروں پر غالب کر دیا، اور وہ لوگ جنہوں نے ان کے اس دین کی پیروی کی جو بدلا نہیں گیا تھا، اللہ نے یقیناً انہیں یہودیوں پر غلبہ عطا فرمایا۔ نیز نصاریٰ بھی ان یہودیوں پر قیامت تک غالب رہیں گے جنہوں نے مسیح علیہ السلام کا کفر کیا۔

رہے مسلمان، تو وہ مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے والے ہیں، ان کا کفر کرنے والے نہیں۔ بلکہ جب نصاریٰ نے ان کے دین کو بدل دیا، تو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے اسی دین کے ساتھ مبعوث فرمایا جسے دے کر اس نے مسیح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کو بھیجا تھا اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو قیامت کے دن تک نصاریٰ پر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے، جیسا کہ صحیحین (بخاری ومسلم) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «بیشک ہم انبیاء کی جماعت ہیں، ہمارا دین ایک ہی ہے، اور لوگوں میں سب سے زیادہ ابنِ مریم علیہ السلام کے قریب میں ہی ہوں، کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے»

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ}[الشورى: 13]

تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور اسی راستہ کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور اسی کا ہم نے ابراھیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا، کہ اسی دین پر قائم رہو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ} [المؤمنون:52] {فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ} [المؤمنون:53]

اور بے شک یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں پس مجھ سے ڈرو۔ پھر انہوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا، ہر ایک جماعت اس ٹکڑے پر جو ان کے پاس ہے خوش ہونے والے ہیں۔

پس جو شخص اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے میں جتنا زیادہ کامل ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت کا اتنا ہی زیادہ حقدار ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے:

{إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ} [غافر:51]

ہم اپنے رسولوں اور ایمانداروں کے دنیا کی زندگی میں بھی مددگار ہیں اور اس دن جب کہ گواہ کھڑے ہوں گے۔

اور اس نے اپنی کتاب میں فرمایا:

{وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ} [الصافات:171] {إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ} [الصافات: 172] {وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ} [الصافات: 173]

اور ہمارا حکم ہمارے بندوں کے حق میں جو رسول ہیں پہلے سے ہو چکا ہے۔ بے شک وہی مدد دیے جائیں گے۔ اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔ یہودیوں نے مسیح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی تکذیب کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

{بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَنْ يُنَزِّلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ} [البقرة:90]

انہوں نے اپنی جانوں کو بہت ہی بری چیز کے لیے بیچ ڈالا، یہ کہ اللہ کی نازل کی ہوئی چیزوں کا اس ضد میں آکر انکار کرنے لگے کہ وہ اپنے فضل کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے کیوں نازل کر دیتا ہے، سو غضب پر غضب میں آ گئے۔

پس پہلا غضب مسیح علیہ السلام کی تکذیب کے سبب ہوا، اور دوسرا غضب محمد –صلی اللہ علیہ وسلم– کی تکذیب کی وجہ سے ہوا۔ نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کی تکذیب نہیں کی، اس لیے وہ یہودیوں پر غالب (منصور) رہے، جبکہ مسلمان یہودیوں اور نصاریٰ دونوں پر غالب ہیں۔ کیونکہ مسلمان اللہ کی تمام کتابوں اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے، اور انہوں نے اس کی کتابوں میں سے کسی چیز کی تکذیب نہیں کی اور نہ ہی اس کے رسولوں میں سے کسی کو جھٹلایا؛ بلکہ انہوں نے اسی کی پیروی کی جس کا اللہ نے انہیں حکم دیا، جہاں اس نے ارشاد فرمایا:

{قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ} [البقرة:136]

کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو ابراھیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم کسی ایک میں ان میں سے فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ} [البقرة:285]

رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا ہے اور مسلمانوں نے بھی مان لیا، سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے، (کہتے ہیں کہ) ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے، اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور مان لیا، اے ہمارے رب تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

چونکہ مسلمان ہی اللہ کے تمام رسولوں —— بشمول مسیح علیہ السلام اور دیگر انبیاء —— کے (حقیقی) پیروکار ہیں، اور اللہ تعالیٰ یہ وعدہ فرما چکا ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور ان کے متبعین کی نصرت فرمائے گا، اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ صحیح میں ارشاد فرمایا: "میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم اور غالب رہے گا؛ ان کی مخالفت کرنے والا یا انہیں بے یار و مددگار چھوڑنے والا انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ میری امت پر ان کے علاوہ کسی (بیرونی) دشمن کو اس طرح مسلط نہ کرے جو انہیں جڑ سے مٹا دے، تو اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمالی (حدیث کے آخر تک)۔

پس انہوں نے (اپنے موقف کے حق میں) جو دلیل پیش کی، وہ خود انہی کے خلاف حجت ہوئی، نہ کہ ان کے حق میں۔

فصل: روح القدس کے معنیٰ کا بیان اور نصاریٰ کے اس عقیدے کی تردید کہ وہ الٰہ (خدا) ہیں

رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: {وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ} [البقرة:87]

اور ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو نشانیاں دیں اور روح القدس سے اس کی تائید کی۔

پس یہ بر حق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے؛اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی روح القدس کے ذریعے تائید کا ذکر قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَكِنِ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ}[البقرة:253]

یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا،اور بعضوں کے درجے بلند کیے،اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو صریح معجزے دیے تھے،اور اسے روح القدس کے ساتھ قوت دی تھی،اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ جو ان پیغمبروں کے بعد آئے وہ آپس میں نہ لڑتے بعد اس کے کہ ان کے پاس صاف حکم پہنچ چکے تھے لیکن ان میں اختلاف پیدا ہو گیا پھر کوئی ان میں سے ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا،اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{يَاعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلى وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي}[المائدة:110]

جب اللہ کہے گا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! میرا احسان یاد کر جو تجھ پر اور تیری ماں پر ہوا ہے،جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی،تو لوگوں سے بات کرتا تھا گود میں اور ادھیڑ عمر میں،اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائی،اور جب تو مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے بناتا تھا پھر تو اس میں پھونک مارتا تھا تب وہ میرے حکم سے اڑنے والا ہو جاتا تھا،اور مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

{وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ}[النحل:101]{قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ}[النحل:102]

اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری بدلتے ہیں،اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے تو کہتے ہیں کہ تو بنا لاتا ہے، یہ بات نہیں لیکن اکثر ان میں سے نہیں سمجھتے۔ تو کہہ دے کہ اسے تیرے رب کی طرف سے پاک فرشتے نے سچائی کے ساتھ اتارا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ}[الشعراء:193]{عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ}[الشعراء:194]

اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا} [البقرة: 97]

کہہ دو جو کوئی جبرائیل کا دشمن ہو، سو اسی نے اتارا ہے وہ قرآن اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر، ان کی تصدیق کرتا ہے۔

پس وہ روح القدس جو اللہ کی طرف سے قرآن لے کر نازل ہوا، وہ الروح الامین ہے اور وہ جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

صحیح (بخاری و مسلم) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا: «(میری طرف سے (کفار کو) جواب دو، اے اللہ! اس کی روح القدس کے ذریعے تائید فرما»

صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا: «یقیناً روح القدس (جبرائیل علیہ السلام) مسلسل تمہاری تائید کرتے رہیں گے جب تک تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے (دشمنوں کو) جواب دیتے رہو گے»

صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: «میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا ان کی ہجو کرو (یا ان کا مقابلہ اپنے اشعار سے کرو) اور جبرائیل تمہارے ساتھ ہیں»

پس یہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مومنین میں سے ایک فرد ہیں، جب انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کی اور ان مشرکین کی ہجو بیان کی جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے روح القدس یعنی جبرائیل -علیہ السلام- کے ذریعے ان کی تائید فرمائی روئے زمین کے لوگ یہ جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے اس فرمان سے) ہرگز یہ مراد نہیں لے رہے تھے کہ لاہوت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ناسوتی (انسانی) وجود کے ساتھ متحد ہو گئی ہے پس یہ بات معلوم و معروف ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کا یہ خبر دینا کہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کی روح القدس کے ذریعے تائید فرمائی، اس امر کا قطعاً تقاضا نہیں کرتا کہ لاہوت (خالق) اور ناسوت (مخلوق) کے درمیان اتحاد یا حلول واقع ہو گیا ہے پس یہ معلوم ہوا کہ روح القدس کے ذریعے تائید کا معاملہ مسیح علیہ السلام کی خصوصیات میں سے نہیں ہے، اور اہل کتاب بھی اس کا اقرار کرتے ہیں؛ بلکہ دیگر انبیاء بھی روح القدس کے ذریعے تائید یافتہ تھے، جیسے کہ داؤد علیہ السلام اور دیگر انبیاء بلکہ خود نصاریٰ کہتے ہیں کہ حواریوں میں بھی روح القدس موجود تھے؛ اور یہ بات مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کے اتفاق سے ثابت ہے کہ روح القدس مسیح علیہ السلام کے علاوہ دیگر لوگوں میں بھی ہوتی ہے، بلکہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ بھی، جیسا کہ ان شاءاللہ آگے اس کی تفصیل آئے گی۔

اس مقام پر مقصودِ اصلی نصاریٰ کے اس جھوٹ کا بیان ہے جو انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر رکھا ہے؛اور یہ تائید(جس کا ذکر قرآن میں ہے)اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے:

{لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ} [المجادلة:22]

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ ایسی کوئی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور وہ ان لوگوں سے دوستی و محبت رکھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کے خاندان والے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے روح کے ذریعے ان کی تائید فرمائی ہے۔

پس اپنی طرف سے روح کے ذریعے یہ تائید ان تمام مومنین کے لیے عام ہے جو رسولوں کے دشمنوں سے محبت نہیں رکھتے خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں؛ بلکہ وہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو رسولوں پر ایمان لائے ہیں، چاہے وہ غیر ہی کیوں نہ ہوں، اور ان لوگوں سے بغض رکھتا ہے جو رسولوں پر ایمان نہیں لائے، چاہے وہ اس کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اور یہی ملتِ ابراہیم علیہ السلام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ} [الممتحنة:4]

بے شک تمہارے لیے ابراہیم میں اچھا نمونہ ہے اور ان لوگوں میں جو اس کے ہمراہ تھے، جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا بے شک ہم تم سے بیزار ہیں اور ان سے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم نے تمہارا انکار کر دیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور بیر ہمیشہ کے لیے ظاہر ہو گیا یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ} [الزخرف: 26] {إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ} [الزخرف:27] {وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ} [الزخرف:28]

اور جب ابراھیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ بے شک میں ان سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ سوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا سو بے شک وہی مجھے راہ دکھائے گا۔ اور یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گیا تاکہ وہ رجوع کریں۔

اور فرمایا:

{فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ}[التوبة:114]

پھر جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔

روح القدس کے ذریعے یہ تائید ان تمام لوگوں کے لیے عام ہے جو رسولوں کی نصرت وحمایت کرتے ہیں؛ یعنی ہر وہ شخص جس نے ان مشرکین اور اہل کتاب کے خلاف رسولوں کی مدد کی جو ان کی مخالفت کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے گزرا، نہ تو قرآن میں، نہ ہی انجیل میں اور نہ ہی انبیاء کی دیگر کتب میں سے کسی میں یہ بات موجود ہے کہ روح القدس جس کے ذریعے مسیح علیہ السلام کی تائید کی گئی، وہ اللہ کی کوئی ایسی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور وہ اس کی زندگی ہے؛ اور نہ ہی روح القدس کوئی ایسا رب ہے جو پیدا کرتا اور رزق دیتا ہے۔ پس روح القدس نہ تو اللہ ہے اور نہ ہی اللہ کی صفات میں سے کوئی صفت ہے۔ بلکہ انبیاء کے کلام میں کہیں بھی یہ بات نہیں ہے کہ اللہ کی ذات کے ساتھ قائم اس کی کسی صفت کو بیٹا یا روح القدس کا نام دیا گیا ہو۔

پس جب نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کے اس فرمان: لوگوں کو باپ، بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ (Baptize) دو کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ بیٹا سے مراد اللہ کی صفتِ علم ہے اور روح القدس سے اللہ کی صفت جو کہ حیات ہے (وہ روح القدس ہے)، تو یہ حضرت مسیح علیہ السلام پر صریح جھوٹ ہوگا؛ کیونکہ ان کے کلام میں یا دیگر انبیاء میں سے کسی کے کلام میں بھی یہ کہیں موجود نہیں کہ اللہ (کی ذات) یا اس کی صفات میں سے کسی شے کو بیٹا نام دیا گیا ہو، اور نہ ہی یہ کہ اس کی صفتِ حیات روح القدس ہے۔

اسی طرح نصاریٰ اپنی امانت (یعنی اپنے بنیادی عقیدے کی دستاویز/Nicene Creed) میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے مریم علیہا السلام اور روح القدس سے تجسد اختیار کیا (یعنی انسانی روپ دھارا) یہ بات اللہ تعالیٰ کی اس خبر کے عین مطابق ہے کہ اس نے اپنی روح کو بھیجا جو کہ جبرائیل علیہ السلام ہیں اور وہی روح القدس ہیں، پس انہوں نے مریم علیہا السلام میں پھونک ماری تو وہ مسیح علیہ السلام سے حاملہ ہو گئیں؛ چنانچہ مسیح علیہ السلام اپنی والدہ سے پیدا ہونے والے ایک متجسد مخلوق (انسانی وجود رکھنے والی مخلوق) تھے وہ متجسد ہوئے اسی روح سے؛ حالانکہ یہ روح اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت نہیں ہے، نہ اس کی حیات اور نہ ہی کوئی دوسری صفت، بلکہ یہ تو روح القدس جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے کلام میں اس روح کا ذکر کثرت سے آیا ہے، اور اس سے مراد یا تو فرشتہ جبرائیل علیہ السلام ہوتا ہے، اور یا پھر وہ ہدایت اور نصرت وتائید مراد ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کے دلوں میں ڈال دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ} [المجادلة:22]وقَال–تَعَالَى–:{وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا}[الشورى:52]

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے قرآن نازل کیا، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے اور لیکن ہم نے قرآن کو ایسا نور بنایا ہے کہ ہم اس کے ذریعہ سے اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے (ایک اور مقام پر) ارشاد فرمایا:

{يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ} [النحل:2]

وہ اپنے بندوں سے جس کے پاس چاہتا ہے فرشتوں کو وحی دے کر بھیج دیتا ہے یہ کہ خبر دار کر دو کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس مجھ سے ڈرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ} [غافر:15]

وہ عرش کا مالک ہے، اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے روح/وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ ملاقات (قیامت) کے دن سے ڈرائے۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرشتے (جبرائیل علیہ السلام) کو بھی روح کا نام دیا ہے اور اس (وحی وہدایت) کو بھی روح کا نام دیا ہے جسے فرشتہ لے کر نازل ہوتا ہے؛ اور یہ دونوں (فرشتہ اور وحی) ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں، اور مسیح علیہ السلام ان دونوں ہی کے ذریعے تائید یافتہ تھے۔

اسی وجہ سے کثیر مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں، بعض مفسرین نے فرمایا ہے: کہ اس سے مراد وحی ہے؛ اور یہ بالکل ناموس کے لفظ کی طرح ہے جس سے مراد خیر کے راز والا (فرشتہ) لیا جاتا ہے، جس طرح کہ جاسوس سے مراد شر کے راز والا لیا جاتا ہے۔ پس (اس اعتبار سے ناموس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہی ہیں (ناموس سے) وہ کتاب بھی مراد لی جاتی ہے جو اس (فرشتے) کے ذریعے نازل ہوئی، اور وہ احکام ونواہی اور شریعت بھی جو اس میں موجود ہے۔ اور جب ورقہ بن نوفل نے نبی ﷺ سے عرض کیا تھا: "یہ وہی ناموس (وحی لانے والا فرشتہ) ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔" پس ورقہ بن نوفل نے ناموس کی تفسیر ان دونوں مفاہیم (فرشتہ اور وحی) سے کی، اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔

فصل: سورہ حدید کی آیت سے رہبانیت کی مدح پر نصاریٰ کے استدلال کا رد

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا تعلق ہے:

{لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ} [الحديد:25] {وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ} [الحديد:26]

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازوئے (عدل) بھی بھیجی تا کہ لوگ انصاف کو قائم رکھیں، اور ہم نے لوہا بھی اتارا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں اور تا کہ اللہ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے، بے شک اللہ بڑا زور آور غالب ہے۔ اور ہم نے نوح اور ابراھیم کو بھیجا تھا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تھی، پس بعض تو ان میں راہِ راست پر رہے، اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں۔

پس یہ (کلامِ الٰہی) برحق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے؛ اور اس (آیت) میں نہ تو رہبانی کی کوئی تعریف و توصیف ہے اور نہ ہی ان لوگوں کی جنہوں نے مسیح علیہ السلام کے دین کو بدل ڈالا۔ بلکہ اس میں تو صرف ان لوگوں کی مدح ہے جنہوں نے (حقیقت میں) ان کی پیروی کی، اس بناپر کہ اللہ نے ان کے دلوں میں رحمت اور شفقت ڈال دی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

{وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً} [الحديد: 27] ثُمَّ قَالَ: {وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ} [الحديد: 27]

اور اس کے ماننے والوں کے دلوں میں ہم نے نرمی اور مہربانی رکھ دی۔ اور ترک دنیا جو انہوں نے خود ایجاد کی ہم نے وہ ان پر فرض نہیں کی تھی۔

یعنی انہوں نے (از خود) ایک ایسی رہبانیت ایجاد کر لی جو ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی؛ اور یہ وہ رہبانیت تھی جسے نہ تو اللہ نے مشروع قرار دیا تھا اور نہ ہی ان کے لیے اسے شریعت کا حصہ بنایا تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف منسوب کرنے کی نفی فرمائی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے اللہ تعالیٰ نے ان (رسومات) کی نفی فرمائی جو مشرکین نے (اپنی طرف سے) ایجاد کر لی تھیں، چنانچہ فرمایا:

{مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ} [المائدة: 103]

اللہ نے بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام مقرر نہیں کیے۔

یہ (شرعی) حیثیت جس کی بدعتوں سے نفی کی گئی ہے، وہی حیثیت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے (دین میں) مشروع کاموں کے لیے ثابت فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا} [المائدة: 48]

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور واضح راہ مقرر کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

{لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ} [الحج: 67]

ہم نے ہر قوم کے لیے ایک دستور مقرر کر دیا ہے جس پر وہ چلتے ہیں۔

پس رہبانیت ان کی اپنی ایجاد تھی جسے اللہ نے شریعت کا حصہ نہیں بنایا تھا؛اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''وَرَهْبَانِيَّةً''(اور رہبانیت) کے بارے میں اہل علم کے دو اقوال ہیں: ان میں سے پہلا قول یہ ہے: کہ یہ (لفظ رہبانیت) منصوب ہے، یعنی انہوں نے اسے خود ایجاد کیا؛ یا تو یہ ایک ایسے فعلِ مقدر (پوشیدہ فعل) کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر بعد والا جملہ کر رہا ہے، یا پھر یہ کہا جائے گا کہ اسی (موجودہ) فعل نے ضمیر اور ظاہر (اسم) دونوں میں عمل کیا ہے، جیسا کہ کوفیین کا قول ہے اور اسے ابن جریر، ثعلب اور دیگر ائمہ نے ان سے حکایت کیا ہے۔اور اس کی نظیر (مثال) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

{يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا} [الانسان:31]

جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لیے تو اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

{فَرِيقًا هَدَى وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ} [الاعراف:30]

ایک جماعت کو ہدایت دی اور ایک جماعت پر گمراہی ثابت ہو چکی۔

اس قول کی بناپر، رہبانیت کا عطف رافت (نرمی) اور رحمت (مہربانی) پر نہیں ہوگا (بلکہ یہ ایک جداگانہ اور خود ساختہ عمل قرار پائے گا)۔

دوسرا قول یہ ہے: کہ رہبانیت کا عطف انہی (رافت اور رحمت) پر ہے، تو (اس صورت میں مفہوم) یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رحمت، شفقت اور وہ ایجاد کردہ رہبانیت (پیدائشی طور پر) ڈال دی تھی۔ اور یہ جعلِ خلقی و کونی (تخلیقی و کائناتی فیصلہ) ہوگا؛ اور جعلِ کونی خیر اور شر دونوں کو شامل ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ} [القصص:41]

اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا وہ دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔

اس (دوسرے) قول کی بناپر بھی، رہبانیت کے دلوں میں ڈال دیے جانے سے اس کی کوئی تعریف ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ (ان دونوں نحوی) تقدیروں پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ قرآنِ کریم میں کہیں بھی رہبانیت (لذاتِ دنیا سے کنارہ کشی اور تجرد کی زندگی) کی تعریف نہیں کی گئی ہے۔

پھر فرمایا:

{إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ} [الحديد:27]

مگر انہوں نے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا۔

یعنی ان پر (کوئی چیز) فرض نہیں کی گئی تھی سوائے اللہ کی رضا جوئی کے؛ اور اللہ کی رضا کی طلب ان کاموں کو بجا لانے سے (حاصل) ہوتی ہے جن کا اس نے حکم دیا ہے، نہ کہ ان (رسومات) سے جنہیں خود ایجاد کر لیا جائے۔ اور اسے (نحوی اصطلاح میں) استثناء منقطع کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالی کے اس فرمان میں ہے:

{اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ}[النساء:157]

(اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں)اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالی کا یہ ارشاد:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ}[النساء:29]

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی خوشی سے تجارت ہو۔

اللہ تعالی کا یہ ارشاد:

{لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَى}[الدخان:56]

وہاں پہلی موت کے سوا اور موت کا مزہ نہ چکھیں گے۔

اللہ تعالی کا یہ ارشاد:

{فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ}[الانشقاق: 20]{وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ}[الانشقاق: 21]{بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ}[الانشقاق:22]{وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ}[الانشقاق:23]{فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ} [الانشقاق: 24]{إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ} [الانشقاق: 25]

پھر انہیں کیا ہو گیا کہ ایمان نہیں لاتے۔ اور جب ان پر قرآن پڑھا جائے تو سجدہ نہیں کرتے ۩۔ بلکہ جو لوگ منکر ہیں جھٹلاتے ہیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے وہ جو (دل میں) محفوظ رکھتے ہیں۔ پس انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے بے انتہا اجر ہے۔

اللہ تعالی کا یہ ارشاد:

{لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا} [الواقعہ: 25]{إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا} [الواقعة: 26]

وہ وہاں کوئی لغو اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے۔ مگر سلام سلام کہنا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

{وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً}[النساء:92]

اور مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ کسی مسلمان کو قتل کرے مگر غلطی سے۔

اس آیت (کی تفسیر) میں یہی اقوال میں سے صحیح ترین قول ہے، جیسا کہ اسے کسی دوسری جگہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کوئی کام اپنی رضا کی طلب کے لیے نہیں کرتا؛ اور نہ ہی (آیت کا) یہ مطلب ہے کہ انہوں نے اسے محض اللہ کی رضاجوئی کے لیے ایجاد کیا تھا، جیسا کہ بعض غلطی خوردہ لوگ ان دونوں (احتمالات) کا گمان کر لیتے ہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل کسی دوسری جگہ بیان کی جا چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کیا اور پھر اس کی ویسی رعایت نہ کی جیسی اس کے نباہنے کا حق تھا۔ اور اس میں ان کی کوئی تعریف نہیں ہے بلکہ یہ تو ان کی مذمت ہے؛ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ} [الحديد: 27]

تو ہم نے انہیں جو ان میں سے ایمان لائے ان کا اجر دے دیا۔

اور یہ (خوش نصیب) وہ لوگ ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں؛ اور اگر وہ لوگ بھی مراد لیے جائیں جو حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے پس مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے اس دین کی اتباع کی جس میں تبدیلی نہیں کی گئی تھی؛ ورنہ تو وہ سب کے سب یہی کہتے ہیں کہ وہ مسیح علیہ السلام پر ایمان رکھنے والے ہیں اور بہر صورت پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آیت میں صرف ان ہی لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جنہوں نے مسیح علیہ السلام کے اس دین کی اتباع کی جس میں تبدیلی نہیں کی گئی تھی، اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان نصاریٰ کی (ہرگز) تعریف نہیں فرمائی جنہوں نے مسیح علیہ السلام کے دین کو بدل ڈالا، اور نہ ہی ان لوگوں کی تعریف کی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

''{وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا} [الحديد: 27]

اور ترک دنیا جو انہوں نے خود ایجاد کی۔''

کا عطف رأفۃ (نرمی) اور رحمۃ (مہربانی) پر ہے، اور آیت کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے مسیح علیہ السلام کی پیروی کی، نرمی، مہربانی اور رہبانیت بھی پیدا کر دی تھی جسے انہوں نے خود ایجاد کیا تھا۔ اور ان قائلین نے اس جعل کو جعلِ شرعی (یعنی اللہ کی طرف سے پسندیدہ شریعت) قرار دے کر اس کی مدح کی ہے۔ (اس کے جواب میں) کہا جائے گا کہ یہ (توجیہ) کئی وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

ان (وجوہات) میں سے ایک یہ ہے: کہ رہبانیت ان تمام لوگوں میں موجود نہ تھی جنہوں نے مسیح علیہ السلام کی اتباع کی تھی؛ بلکہ وہ لوگ جو آپ کے صحابی تھے جیسے کہ حواریین، ان میں کوئی ایک بھی راہب نہ تھا۔ رہبانیت تو اس (عہد) کے بعد ایجاد کی گئی تھی، برخلاف رأفت (نرمی) اور رحمت (مہربانی) کے (جو کہ اتباعِ مسیح علیہ السلام کا لازمہ اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کی دائمی صفت تھی)۔ ان تمام لوگوں کے دلوں میں ڈال دی گئی تھی جنہوں نے مسیح علیہ السلام کی اتباع کی تھی۔

ان وجوہات میں سے ایک یہ بھی ہے: کہ اللہ تعالی نے یہ خبر دی ہے کہ رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کیا تھا، برخلاف رأفت اور رحمت کے (جو کہ اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ صفات تھیں)، کیونکہ (اگر وہ اللہ کی طرف سے ہوتی تو) وہ اسے خود ایجاد نہ کرتے؛ اور جب (یہ ثابت ہے کہ) انہوں نے اسے خود ایجاد کیا ہے، تو پھر یہ اللہ کی طرف سے ان کے لیے مشروع (شریعت کا حصہ) نہ تھی، پس اگر مراد جعلِ شرعی ودینی (یعنی اللہ کی پسندیدہ شریعت) ہو، تو رہبانیت اس میں داخل ہی نہیں ہے؛ اور اگر اس سے مراد جعلِ خُلقی وکونی (یعنی جبلی طور پر یا تقدیر کے تحت کسی صفت کا پیدا ہو جانا) ہو، تو پھر اس میں رہبانیت کی کوئی تعریف ومدح نہیں ہے۔

ان (وجوہات) میں سے ایک یہ بھی ہے: کہ رأفت اور رحمت کو تو اللہ نے (ان کے) دلوں میں پیدا فرمایا تھا، جبکہ رہبانیت کا تعلق صرف دلوں کے ساتھ نہیں ہے؛ بلکہ رہبانیت تو نکاح اور گوشت جیسی مباح چیزوں کو ترک کر دینے کا نام ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے بھی رہبانیت (اختیار کرنے) کا پختہ ارادہ کر لیا تھا، پس اللہ تعالی نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس سے روکتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ} [المائدة: 87]

اے ایمان والو! ان ستھری چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور صحیحین (بخاری ومسلم) میں یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک جماعت (کے چند افراد) نے (آپ کے زہد وعبادت کے بارے میں سن کر آپس میں) کہا؛ ان میں سے ایک نے کہا: جہاں تک میرا تعلق ہے، میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی ناغہ نہیں کروں گا؛ اور دوسرے نے کہا: جہاں تک میرا تعلق ہے، میں (رات بھر) قیام کروں گا اور سوؤں گا نہیں؛ اور ایک اور نے کہا: جہاں تک میرا تعلق ہے، میں کبھی عورتوں سے نکاح نہیں کروں گا؛ اور ایک دوسرے نے کہا: جہاں تک میرا تعلق ہے، میں کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان اقوال کی خبر پا کر) خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: «لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان میں سے کوئی ایسی اور ایسی باتیں کہتا ہے؟ لیکن (دیکھو!) میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، میں (رات کو عبادت کے لیے) کھڑا بھی ہوتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں اور گوشت بھی کھاتا ہوں؛ پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا (منہ موڑا)، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں»

« صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دھوپ میں کھڑے ہوئے دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یہ ابو اسرائیل ہیں، جنہوں نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ دھوپ میں کھڑے رہیں گے، سائے میں نہیں جائیں گے، (کسی سے) کلام نہیں کریں گے اور روزہ رکھیں گے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے حکم دو کہ وہ بیٹھ جائے، سائے میں چلا جائے، بات چیت کرے اور اپنا روزہ پورا کرے»

صحیح مسلم میں ثابت ہے: «نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ اپنے خطبے میں (اکثر) یہ فرمایا کرتے تھے: بہترین کلام اللہ کا کلام ہے، اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، اور بدترین امور (دین میں) پیدا کیے گئے نئے کام (بدعات) ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے»

اور سنن (کی کتب) میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرو، اسے مضبوطی سے تھام لو اور اسے اپنی داڑھوں سے پختگی کے ساتھ پکڑ لو۔ اور دین میں نئی ایجاد کردہ باتوں سے بچو، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے»

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ان نصوصِ صحیحہ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ رہبانیت ایک بدعت اور گمراہی ہے؛ اور جو چیز بدعت اور گمراہی ہو، وہ ہدایت نہیں ہو سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے جعل نہیں فرمایا (یعنی اسے پیدا نہیں کیا) اس معنی میں کہ اس نے اسے مشروع کیا ہو، بالکل اسی طرح جیسے اللہ نے ان چیزوں کو (شرعی طور پر) جعل نہیں کیا تھا جنہیں مشرکین نے اپنی طرف سے شریعت بنالیا تھا، جیسے: بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے: اگر یہ کہا جائے کہ ایک گروہ کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے: ہم نے ان پر یہ (رہبانیت) فرض نہیں کی تھی، مگر اللہ کی رضا تلاش کرنے کے لیے۔

ایک دوسرے گروہ نے یہ کہا ہے کہ: انہوں نے یہ کام نہیں کیا تھا یا انہوں نے اسے ایجاد نہیں کیا تھا مگر اللہ کی رضا کی طلب کے لیے۔

جواباً یہ کہا جائے گا کہ یہ دونوں اقوال غلط ہیں، اور ان میں سے پہلا قول تو اپنی غلطی میں زیادہ واضح ہے، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رہبانیت کو فرض نہیں کیا تھا، بلکہ سرے سے اسے مشروع ہی نہیں فرمایا تھا —— نہ واجب کے طور پر اور نہ ہی مستحب کے طور پر، لیکن ایک گروہ اس جانب گیا ہے کہ جب انہوں نے رہبانیت کو ایجاد کر لیا، تو اللہ نے ان پر اسے پورا کرنا لازم کر دیا تھا؛ حالانکہ آیت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس پر دلالت کرتی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا} [الحدید:27]

ہم نے وہ ان پر فرض نہیں کی تھی مگر انہوں نے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا پس اسے نباہ نہ سکے جیسے نباہنا چاہیے تھا۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس نے ان پر خود رہبانیت کو فرض کیا تھا، اور نہ ہی اسے مکمل کرنے یا اس کی رعایت (پاسداری) کرنے کا حکم دیا تھا؛ بلکہ اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے ایک بدعت ایجاد کی تھی، اور پھر اس (خود ساختہ) بدعت کا بھی وہ حق ادا نہ کر سکے جو اس کی رعایت کا حق تھا۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا} [الحدید:27]

پس اسے نباہ نہ سکے جیسے نباہنا چاہیے تھا۔

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر وہ اس (رہبانیت) کی رعایت کا حق (پوری طرح ادا کر دیتے، تو وہ قابل تعریف ٹھہرتے۔

اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ کلام میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو اس تعریف پر دلالت کرتی ہو؛ بلکہ یہ کلام تو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس رعایت کے نہ ہونے کی وجہ سے اس مذمت کے مستحق ٹھہرے جس کے وہ اس (رہبانیت) کے بغیر مستحق نہ ہوتے۔ پس اس شخص کی مذمت جس نے بدعت ایجاد کی اور پھر اس کی رعایت کا حق بھی ادا نہ کیا، اس شخص کی مذمت سے زیادہ بڑی (اور سخت) ہو گی جس نے اس کی رعایت کی؛ اگرچہ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی پسندیدہ نہیں ہے بلکہ دونوں ہی مذموم ہیں، جیسے کہ بنو تغلب کے نصاریٰ کی مثال ہے۔ ان جیسے دیگر لوگ جو نصرانیت میں داخل تو ہوئے مگر اس کے واجبات کو قائم نہ کیا، بلکہ اس میں سے صرف وہی کچھ لیا جو ان کی خواہشات کے موافق تھا۔ پس ان کا کفر اور ان کی مذمت (ان لوگوں کے مقابلے میں) زیادہ سخت ٹھہری جو شر میں ان سے کم تھے؛ اور (یہ اس لیے ہے کہ) آگ کے بھی نیچے کی طرف درکات (درجات) ہیں، جس طرح جنت کے (اوپر کی طرف) درجات ہیں۔

مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں پر کوئی چیز فرض فرماتا ہے، تو وہ اپنی رضا کی طلب کو فرض نہیں کرتا؛ بلکہ بندے جو کچھ بھی (نیک عمل) کرتے ہیں، وہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔

اسی طرح صرف رہبانیت کواس بات کے ساتھ خاص کرنا کہ اللہ نے اسے اپنی رضا کی طلب کے لیے فرض کیا تھا،ایک ایسی تخصیص ہے جس کی کوئی (ٹھوس) وجہ یادلیل موجود نہیں ہے، پس جو کچھ (اعمال وفرائض) اللہ نے ابتدا ہی سے فرض کیے تھے،ان کے بارے میں بھی یہ ذکر نہیں فرمایا کہ انہیں اپنی رضا کی طلب کے لیے فرض کیا ہے، تو پھر رہبانیت کے معاملے میں ایسا کیسے ہو سکتا ہے ؟

جہاں تک اس شخص کے قول کا تعلق ہے جس نے یہ کہا: انہوں نے یہ (رہبانیت) نہیں کی تھی مگر اللہ کی رضا کی طلب کے لیے، تو یہ مفہوم اگر (آیت کے) کلام سے ثابت مان بھی لیا جائے، تب بھی اس میں رہبانیت کی کوئی تعریف (مدح) نہیں ہے، کیونکہ جس شخص نے وہ کام کیا جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا تھا، بلکہ اس سے منع فرمایا تھا، تو محض اس کے مقصد کا حسن اسے فائدہ نہیں دے گا،اسے اس کی نیت پر تو ثواب مل سکتا ہے، لیکن اس کام پر کوئی ثواب نہیں ملے گا جس سے روک دیا گیا ہو،اور نہ ہی اس پر جو (شرعاً) نہ واجب ہو اور نہ مستحب؛ تو پھر (اس عمل کی مدح کیسے ممکن ہے) جبکہ کلامِ الٰہی بھی اس (مدح) پر دلالت نہیں کرتا؟ پس اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے:

{مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ} [الحديد:27]

ہم نے وہ ان پر فرض نہیں کی تھی مگر انہوں نے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا۔

اللہ تعالٰی نے یہ نہیں فرمایا کہ انہوں نے یہ نہیں کیا مگر اللہ کی رضا کی طلب کے لیے،اور نہ ہی یہ فرمایا کہ: نہ ہی یہ فرمایا کہ: انہوں نے اسے ایجاد نہیں کیا مگر اللہ کی رضا کی طلب کے لیے؛اور اگر (آیت میں) یہ مراد ہوتا کہ انہوں نے اسے نہیں کیا یا اسے ایجاد نہیں کیا مگر اللہ کی رضا کے لیے، تو (لفظ ابتغاء) مفعول (لہٗ) ہونے کی بناپر منسوب ہوتا اور (آیت میں) فعل کا کوئی ایسا لفظ پہلے نہیں گزرا جو اس (لفظ ابتغاء) میں عمل کر سکے،اور نہ ہی اللہ نے ان کے ایجاد کرنے کی نفی کی ہے، بلکہ اسے انہی کی طرف منسوب کر کے ثابت کیا ہے؛اور (آیت میں) محض کتابت کا لفظ پہلے گزرا ہے، پس یہ معلوم ہوا کہ وہی قول درست ہے جو ہم نے (پہلے) ذکر کیا ہے۔ یہ کہ یہ ایک استثنائے منقطع(Disconnected Exception) ہے؛ پس نحوی تقدیر یوں ہو گی: اور انہوں نے رہبانیت ایجاد کر لی تھی جسے ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا، لیکن ہم نے ان پر اللہ کی رضا کی طلب (اور اس کے احکامات کی پیروی) کو فرض کیا تھا کیونکہ اللہ تعالٰی کو راضی کرنا تو مخلوق پر ایک واجب (اور) لکھا ہوا (یعنی فرض کردہ) حکم ہے یہ ماموارت پر عمل کرنے اور محظورات کو ترک کرنے سے حاصل ہوتا ہے؛ نہ کہ ان کاموں کے کرنے سے جن کے کرنے کا حکم نہیں دیا گیا،اور نہ ہی ان چیزوں کو چھوڑنے سے جن کے چھوڑنے سے منع نہیں کیا گیا۔ جبکہ رہبانیت میں تو ان ہی کاموں کا کرنا پایا جاتا ہے جن کا (اللہ نے) حکم نہیں دیا،اور ان ہی چیزوں کا چھوڑنا پایا جاتا ہے جن کے (چھوڑنے) کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

فصل: ان نصاریٰ کا رد جو اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) ان کی تعریف فرمائی ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ (حق پر) قائم ہے

اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا تعلق ہے:

{مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ}[آل عمران:113]{يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ}[آل عمران:114]

اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور اچھی بات کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور وہی لوگ نیک بخت ہیں۔ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور اچھی بات کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور وہی لوگ نیک بخت ہیں۔

تو اس آیت میں نصاریٰ کی کوئی تخصیص نہیں ہے (یعنی یہ صرف ان کے لیے خاص نہیں ہے)، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بعد ذکر کی گئی ہے:

{كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ}[آل عمران:110]{لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْ رُونَ}[آل عمران:111]{ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذَلِكَ بِمَا عَ وْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ}[آل عمران:112]ثُمَّ قَالَ{لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ}[آل عمران:113]

تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لیے بھیجی گئی ہیں اچھے کاموں کا حکم کرتے رہو اور برے کاموں سے روکتے رہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو، اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، کچھ ان میں سے ایماندار ہیں اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں۔ وہ زبان سے ستانے کے سوا تمہارا اور کچھ بگاڑ نہ سکیں گے، اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر دیں گے، پھر مدد نہیں دیے جائیں گے۔ ان پر ذلت لازم کی گئی ہے جہاں وہ پائے جائیں گے مگر ساتھ اللہ کی پناہ (وجہ) کے اور لوگوں کی پناہ (وجہ) کے اور وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے اور ان پر پستی لازم کی گئی، یہ اس واسطے ہے کہ اللہ کی نشانیوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق

قتل کرتے تھے، یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے نکل جاتے تھے۔ وہ سب برابر نہیں، اہل کتاب میں سے ایک فرقہ سیدھی راہ پر ہے وہ رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔

ضروری ہے کہ یہ (آیت) یہودیوں کو بھی شامل ہو؛ پھر اس بات پر تو مسلمانوں اور نصاریٰ دونوں کا اتفاق ہے کہ یہودی، مسیح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرنے کے باوجود (اہلِ کتاب ہی کہلاتے ہیں)۔ (یعنی وہ یہودی جو اپنی روش پر قائم ہیں) ان میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہے، اور یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے یقینی طور پر معلوم ہے؛ اور اگر یہ آیت نصاریٰ کو شامل ہے، ان کا حکم بھی وہی ہوگا جو یہودیوں کا ہے؛ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صرف ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو اہل کتاب میں سے ایمان لے آئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ}[آل عمران:199]

اور اہل کتاب میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور جو چیز تمہاری طرف نازل کی گئی اور جو ان کی طرف نازل کی گئی اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں اللہ کی آیتوں پر تھوڑا مول نہیں لیتے، یہی ہیں جن کے لیے ان کے رب کے ہاں مزدوری ہے، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

بیشک اکثر علماء نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ سورہ آلِ عمران کی یہ دوسری آیت (بھی) نجاشی اور ان جیسے دیگر (اہلِ کتاب) کے حق میں نازل ہوئی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ لیکن ان کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنا (ظاہری حالات کی بنا پر) ممکن نہ تھا؛ اور نہ ہی (ان کے لیے) اسلام کے شعائر اور قوانین پر مکمل عمل کرنا ممکن تھا، کیونکہ ان کے ملک کے باشندے نصرانی تھے جو اسلام کے شعائر کو علانیہ طور پر ظاہر کرنے میں ان کی موافقت (حمایت) نہیں کرتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات پر ان کی (غائبانہ) نمازِ جنازہ اسی وجہ سے پڑھی تھی؛ کیونکہ وہاں (حبشہ میں) کوئی ایسا موجود نہ تھا جو ظاہر و باہر طریقے سے ایک بڑی جماعت کے ساتھ ان پر اس طرح نمازِ جنازہ پڑھتا جیسے مسلمان اپنے جنازوں پر پڑھتے ہیں۔

اسی وجہ سے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے باوجود نجاشی کو اہلِ کتاب میں شمار کرکے ان کی مدح دی گئی، کیونکہ ان کا مرتبہ اس شخص جیسا ہے جو بلادِ حرب (غیر مسلم دشمن ریاست) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ وہ نہ تو دارِ اسلام کی طرف ہجرت کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور نہ ہی اس کے لیے اسلام کے ظاہری شعائر اور قوانین پر عمل کرنا ممکن ہو؛ بلکہ وہ صرف ان ہی کاموں پر عمل کرتا ہے جن کی وہ استطاعت رکھتا ہے، اور جس عمل سے وہ عاجز ہو وہ اس سے ساقط ہو جاتا ہے (یعنی اس کی معافی ہو جاتی ہے)، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ}[النساء:92]

پھر اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم میں تھا جس سے تمہاری دشمنی ہے تو ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے۔

پس بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص ظاہر میں تو کفار میں سے (معلوم) ہوتا ہے مگر وہ باطن میں مومن ہوتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے مومنِ آلِ فرعون (فرعون کے خاندان کا وہ مردِ مومن) تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ}[غافر:28]{يَاقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَى وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ}[غافر:29]{وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَاقَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ}[غافر:30]{مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ}[غافر:31]{وَيَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ}[غافر:32]{يَوْمَ تُوَلُّونَ مُدْبِرِينَ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ}[غافر:33]{وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُرْتَابٌ}[غافر:34]{الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ}[غافر:35]{وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَاهَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ}[غافر:36]{أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى إِلَهِ مُوسَى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا وَكَذَلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءُ عَمَلِهِ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيلِ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ}[غافر:37]{وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَاقَوْمِ اتَّبِعُونِ أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ}[غافر:38]{يَاقَوْمِ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ}[غافر:39]{مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ}[غافر:40]{وَيَا قَوْمِ مَا لِي أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجَاةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ}[غافر:41]{تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَأُشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ}[غافر:42]{لَا جَرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ}[غافر:43]{فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ}[غافر:44]{فَوَقَاهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ}[غافر:45]{النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ}[غافر:46]

اور فرعون کی قوم میں سے ایک ایمان دار آدمی نے کہا جو اپنا ایمان چھپاتا تھا کہ کیا تم ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس وہ روشن دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے لایا ہے، اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اسی پر اس کے جھوٹ کا وبال ہے، اور اگر وہ سچا ہے تو تمہیں کچھ نہ کچھ وہ (عذاب) جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے پہنچے گا، اور اللہ اس کو راہ پر نہیں لاتا جو حد سے بڑھنے والا بڑا جھوٹا ہے۔ اے میری قوم آج تو تمہاری حکومت ہے تم ملک میں غالب ہو، ہماری کون مدد کرے گا اگر ہم پر اللہ کا عذاب آگیا، فرعون نے کہا میں تو تمہیں وہی سوجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی ہے اور میں تمہیں سیدھا ہی راستہ بتاتا ہوں۔ اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا کہ اے میری قوم مجھے تو تمہاری نسبت (پہلی) امتوں جیسے دن کا اندیشہ ہو رہا ہے۔ جیسا کہ قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان سے پچھلوں کا حال ہوا، اور اللہ تو بندوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اور اے میری قوم مجھے تم پر چیخ و پکار (قیامت) کے دن کا اندیشہ ہے۔ جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے اللہ سے تمہیں کوئی بچانے والا نہیں ہوگا، اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی راہ بتانے والا نہیں۔ اور تمہارے پاس یوسف بھی اس سے پہلے واضح دلیلیں لے کر آچکا پس تم ہمیشہ اس سے شک میں رہے جو وہ تمہارے پاس لایا، یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گیا تو تم نے کہا کہ اللہ اس کے بعد کوئی رسول ہرگز نہیں بھیجے گا، اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے اس کو جو حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا ہے۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں کسی دلیل کے سوا جو ان کے پاس پہنچی ہو جھگڑتے ہیں، اللہ اور ایمان والوں کے نزدیک (یہ) بڑی نازیبا بات ہے، اللہ ہر ایک متکبر سرکش کے دل پر اسی طرح مہر کر دیا کرتا ہے۔ اور فرعون نے کہا اے ہامان میرے لیے ایک محل بنا تاکہ میں راستوں پر پہنچوں۔ یعنی آسمان کے راستوں پر پھر موسٰی کے خدا کی طرف جھانک کر دیکھوں اور میں تو اسے جھوٹا خیال کرتا ہوں، اور اسی طرح فرعون کو اس کا برا عمل اچھا معلوم ہوا اور وہ راستہ سے روکا گیا تھا، اور فرعون کی ہر تدبیر غارت ہی گئی۔ اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا اے میری قوم تم میری پیروی کرو میں تمہیں نیکی کی راہ بتاؤں گا۔ اے میری قوم دنیا کی زندگی بس (چند روزہ) فائدے ہیں اور آخرت کا گھر ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ جس نے برا کام کیا تو اتنی ہی سزا پائے گا، اور جس نے نیک کام کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایماندار بھی ہو سو وہ جنت میں داخل ہوں گے جہاں انہیں بے حساب روزی ملے گی۔ اور اے میری قوم کیا بات ہے میں تو تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔ تم مجھے اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ کا منکر ہو جاؤں اور اس کے ساتھ اسے شریک کروں جسے میں جانتا بھی نہیں، اور میں تمہیں غالب بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ بے شک تم مجھے جس کی طرف بلاتے ہو وہ نہ دنیا میں بلانے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں اور بے شک ہمیں اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور بے شک حد سے بڑھنے والے ہی دوزخی ہیں۔ پھر تم میری بات کو یاد کرو گے، اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ پھر اللہ نے اسے تو ان کے فریبوں کی برائی سے بچایا، اور خود فرعونیوں پر

سخت عذاب آپڑا۔ وہ صبح اور شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں، اور جس دن قیامت قائم ہو گی (حکم ہو گا) فرعونیوں کو سخت عذاب میں لے جاؤ۔

پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ فرعون کے لوگوں کو بد ترین عذاب نے گھیر لیا، اور ساتھ ہی یہ خبر بھی دی کہ آلِ فرعون ہی میں سے ایک ایسا مردِ مومن بھی تھا جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا۔ اور یہ کہ اس (مردِ مومن) نے انہیں اس خطاب کے ساتھ مخاطب کیا جسے اللہ نے ذکر فرمایا ہے؛ پس وہ نسب، جنس اور ظاہر کے اعتبار سے تو آلِ فرعون میں سے ہی تھا، مگر وہ ان آلِ فرعون میں شامل نہیں ہے جو سخت ترین عذاب میں داخل کیے جائیں گے۔ اور اسی طرح فرعون کی بیوی (حضرت آسیہ علیہا السلام) بھی ان (عذاب پانے والے) آلِ فرعون میں سے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ} [التحریم: 11]

اور اللہ ایمان داروں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے، جب اس نے کہا کہ اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے۔

کسی شخص کی بیوی اس کی آل (اہل خانہ) میں شامل ہوتی ہے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

{إِلَّا آلَ لُوطٍ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ} [الحجر: 59] {إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا إِنَّهَا لَمِنَ الْغَابِرِينَ} [الحجر: 60]

مگر لوط کے گھر والے کہ ہم ان سب کو بچا لیں گے۔ مگر اس کی بیوی کو، ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہے۔

اسی طرح اہل کتاب میں بھی (ایسے افراد) موجود ہیں جو ظاہر میں تو انہی میں سے (معلوم) ہوتے ہیں، لیکن باطن میں وہ اللہ پر اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایسا شخص اپنی علمی اور عملی استطاعت کے مطابق عمل کرتا ہے، اور جس چیز (کے علم یا عمل) سے وہ عاجز ہو، وہ اس سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اور

{لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا} [البقرة: 286]

اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

اور وہ شخص (جو غیر مسلم معاشرے میں ہے) دارِ اسلام کی طرف ہجرت کرنے سے اسی طرح عاجز ہے جیسے نجاشی عاجز تھے۔

جس طرح وہ لوگ جو (علانیہ) اسلام کا اظہار کرتے ہیں، ان میں سے کچھ تو ظاہر و باطن میں (حقیقتاً) مسلمان ہیں، جبکہ ان ہی میں بعض ایسے بھی ہیں جو (صرف) ظاہر میں مسلمان ہیں مگر باطن میں منافق کافر ہیں؛ وہ باطنی طور پر یا تو یہودی ہیں، یا نصرانی، یا مشرک، یا پھر معطل (خالق کے منکر اور دہریے) ہیں۔

اسی طرح اہل کتاب اور مشرکین میں بھی ایسے افراد موجود ہیں جو ظاہر میں تو انہی میں سے (شمار ہوتے ہیں، مگر باطن میں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والے مومنین میں سے ہیں؛ وہ اپنے علم اور عمل میں سے جس قدر کی قدرت رکھتے ہیں اسے بجالاتے ہیں، اور جس سے وہ عجز رکھتے ہوں وہ ان (کی ذمہ داری) سے ساقط ہو جاتا ہے۔

حماد بن سلمہ کی روایت کردہ حدیث میں ثابت کے واسطے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: «جب نجاشی کا انتقال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کے لیے دعائے مغفرت کرو، تو لوگوں میں سے بعض نے (تعجب سے) کہا: آپ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم اس علج (یعنی غیر عرب کافر) کے لیے مغفرت کی دعا کریں جو حبشہ کی سرزمین میں مرا ہے؟ تو اس موقع پر (یہ آیت) نازل ہوئی:

{وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ}[آل عمران:199]

اور اہل کتاب میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور جو چیز تمہاری طرف نازل کی گئی اور جو ان کی طرف نازل کی گئی»

اسے ابن ابی حاتم اور دیگر محدثین نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے؛ نیز حماد بن سلمہ نے ثابت کے واسطے سے امام حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اپنے بھائی نجاشی کے لیے مغفرت کی دعا کرو»، پھر انہوں نے اسی کے مثل (واقعہ) ذکر کیا۔

اسی طرح مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابن عباس، حضرت انس اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ ان سب نے فرمایا: «یہ آیت حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے حق میں نازل ہوئی جن کا نام اصحمہ تھا، اور عربی میں اس کا معنی عطیہ (تحفہ) ہے۔ اور یہ (واقعہ یوں پیش آیا) کہ جب ان کا انتقال ہوا، تو جس دن ان کی وفات ہوئی اسی دن حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی موت کی خبر دے دی؛ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا: باہر نکل آؤ اور اپنے بھائی پر نمازِ جنازہ پڑھو جس کا انتقال تمہاری سرزمین کے علاوہ ہوا ہے؛ تو صحابہ نے عرض کیا: وہ کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نجاشی ہے؛ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع کی طرف تشریف لے گئے، اور بعض راویوں نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدینہ سے لے کر حبشہ کی سرزمین تک (درمیانی حجابات) اٹھادیے گئے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے جنازے کے تخت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی، چار تکبیریں کہیں، ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور اپنے صحابہ سے بھی فرمایا: ان کے لیے استغفار کرو؛ تو اس پر منافقین کہنے لگے: ذرا ان کو دیکھو! یہ ایک ایسے حبشی علج (غیر عرب نصرانی) پر نماز پڑھ رہے ہیں جسے انہوں نے کبھی دیکھا تک نہیں اور نہ ہی وہ ان کے دین پر تھا، تو اللہ تعالیٰ نے (ان کے جواب میں یہ آیت) نازل فرمائی:

{وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ}[آل عمران:199]

اور یقیناً اہل کتاب میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس (کتاب) پر بھی جو تمہاری طرف نازل کی گئی اور اس پر بھی جو ان کی طرف نازل کی گئی؛ وہ اللہ کے حضور عاجزی کرنے والے ہیں، اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت (دنیوی فائدہ) وصول نہیں کرتے؛ یہی وہ لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے؛ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے»

علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ آیت (سورہ آل عمران: 199) ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو مسیح علیہ السلام کے دین (یعنی اصل عیسائیت) پر قائم تھے، یہاں تک کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو وہ آپ پر ایمان لے آئے؛ جیسا کہ یہ قول (مشہور مفسر) عطا بن ابی رباح سے نقل کیا گیا ہے۔

اور علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ آیت تمام کے تمام اہل کتاب کے مومنین کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

اور پہلا قول ہی سب سے زیادہ جید ہے، کیونکہ وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اس نے اپنے ایمان کا اظہار کیا، درآنحالیکہ وہ دارِ اسلام کا باشندہ ہو اور ظاہر و باطن میں وہی عمل کرتا ہو جو مسلمان کرتے ہیں، تو ایسا شخص بالاتفاق مومنین میں سے ہے؛ چاہے وہ اس سے پہلے بتوں کی پوجا کرنے والا مشرک ہی کیوں نہ رہا ہو، تو پھر اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو پہلے ہی سے کتابی (اہلِ کتاب) تھا؟ اور یہ معاملہ حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما وغیرہ جیسی ہستیوں کی مانند ہے۔ ان جیسے جلیل القدر صحابہ کے بارے میں اب یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ اہلِ کتاب ہیں، جس طرح مہاجرین اور انصار کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ مشرکین یا بتوں کے پوجنے والے ہیں۔ اور نہ ہی کسی منافق یا کسی اور کو یہ موقع مل سکا کہ وہ ان میں سے کسی کے جنازے پر اعتراض کرے، بخلاف اس شخص کے جو ظاہر میں تو ان اہلِ کتاب یا کفار میں سے ہو لیکن باطن میں مومنین میں سے ہو۔ نصرانیوں کے ممالک میں اس قسم کی بہت سی مخلوق موجود ہیں جو اپنے ایمان کو چھپاتے ہیں؛ یا تو وہ اسے مکمل طور پر پوشیدہ رکھتے ہیں یا پھر عام لوگوں سے چھپاتے ہیں اور اپنے خاص لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرتے ہیں؛ اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آتا ہے:

{وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ}[آل عمران:199] الْآيَةَ

اور اہل کتاب میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔

چنانچہ یہ لوگ (جو اپنے ایمان کو چھپاتے ہیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا دعویٰ کسی مال و دولت کے حصول کی خاطر نہیں کرتے، جیسا کہ بہت سے یہودی علماء اور عیسائی درویش کرتے ہیں جو لوگوں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، پس وہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے باز رکھتے ہیں۔

رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ}[آل عمران:113]{يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ}[آل عمران:114]

وہ سب برابر نہیں، اہل کتاب میں سے ایک فرقہ سیدھی راہ پر ہے وہ رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور اچھی بات کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور وہی لوگ نیک بخت ہیں۔

پس یہ آیت یہودیوں پر نصرانیوں کے مقابلے میں زیادہ قوت کے ساتھ صادق آتی ہے؛ اور اسی کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

{وَمِنْ قَوْمِ مُوسَى أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ}[الاعراف:159]

اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک جماعت ہے جو حق کی راہ بتاتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں۔

یہ آیت ان لوگوں کے لیے ایک مدحِ مطلق (عام تعریف) ہے جنہوں نے تورات کو مضبوطی سے تھامے رکھا؛ اس میں ان لوگوں کے لیے کوئی تعریف نہیں ہے جنہوں نے مسیح علیہ السلام کی تکذیب کی، اور نہ ہی اس میں ان کے لیے کوئی ستائش ہے جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔

اس کلام کی تفسیر خود اس کا سیاقِ کلام یعنی اس کے آگے پیچھے کے الفاظ کر رہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ}[آل عمران:110]

تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لیے بھیجی گئی ہیں اچھے کاموں کا حکم کرتے رہو اور برے کاموں سے روکتے رہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ}[آل عمران:110]

اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، کچھ ان میں سے ایماندار ہیں اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان (اہل کتاب) کی دو قسمیں بنا دی ہیں: ایک قسم مومنین کی ہے، اور دوسری قسم فاسقوں کی ہے اور وہی ان میں اکثریت میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے: ان میں سے جو مومن ہیں، اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے مومن تھے، جیسا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آتا ہے:

{وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً}[الحديد:27]

اوراس کے ماننے والوں کے دلوں میں ہم نے نرمی اور مہربانی رکھ دی۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک: اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ مبارک ہے:

{وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ}[الحديد:26]

اور ہم نے نوح اور ابراھیم کو بھیجا تھا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تھی، پس بعض تو ان میں راہِ راست پر رہے، اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے بارے میں یہ فرمان ہے:

{وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَى إِسْحَاقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبِينٌ}[الصافات:113]

اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل کیں، اور ان کی اولاد میں سے کوئی نیک بھی ہیں اور کوئی اپنے آپ پر کھلم کھلا ظلم کرنے والے ہیں۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:

{وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ}[آل عمران:110]

اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں۔

فرمایا:

{لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْ رُونَ}[آل عمران:111]{ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذَلِكَ بِمَا عَ وْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ}[آل عمران:112]

وہ زبان سے ستانے کے سوا تمہارا اور کچھ بگاڑ نہ سکیں گے، اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر دیں گے، پھر مدد نہیں دیے جائیں گے۔ان پر ذلت لازم کی گئی ہے جہاں وہ پائے جائیں گے مگر ساتھ اللہ کی پناہ (وجہ) کے اور لوگوں کی پناہ (وجہ) کے اور وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے اور ان پر پستی لازم کی گئی، یہ اس واسطے ہے کہ اللہ کی نشانیوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے نکل جاتے تھے۔ان (یہودیوں) پر ذلت کا تھوپ دیا جانا جہاں کہیں بھی وہ پائے جائیں، اور ان کا اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹنا، اور اس کے ساتھ انبیاء کو ناحق قتل کرنے کا جو ذکر ہوا ہے، اور ان کی نافرمانی اور حد سے تجاوز کرنا؛ یہ وہ اوصاف ہیں جن کے ساتھ یہودی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی متصف (موصوف) ہو چکے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے:

{وَإِذْ قُلْتُمْ يَامُوسَى لَنْ نَصْبِرَ عَلَى طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَى بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ}[البقرة:61] پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ارشاد فرمایا:{إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ}[البقرة:62]

اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ایک ہی طرح کے کھانے پر ہر گز صبر نہ کریں گے سو ہمارے لیے اپنے رب سے دعا مانگ کہ وہ ہمارے لیے زمین کی پیداوار میں سے ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز پیدا کر دے، کہا کیا تم اس چیز کو لینا چاہتے ہو جو ادنیٰ ہے بدلہ اُس کے جو بہتر ہے، کسی شہر میں اُترو بے شک جو تم مانگتے ہو تمہیں ملے گا، اور ان پر ذلت اور محتاجی ڈال دی گئی اور انہوں نے غضب الہیٰ کمایا، یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس لیے کہ نافرمان تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔ جو کوئی مسلمان اور یہودی اور نصرانی اور صابئ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور اچھے کام بھی کرے تو ان کا اجر ان کے رب کے ہاں موجود ہے اور ان پر نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔

پس اس آیت نے ان لوگوں کو (اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ان کا احاطہ کر لیا) جو ان چاروں ملتوں (مذاہب) سے تعلق رکھتے تھے اور (دینِ حق کے) منسوخ ہونے سے پہلے، بغیر کسی تبدیلی کے، ان پر مضبوطی سے قائم رہے۔ اسی طرح سورہ آلِ عمران کی وہ آیت بھی ہے کہ جب اس میں اہل کتاب کے ان (برے) اوصاف کا ذکر کیا گیا جن سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ان کی اکثریت متصف تھی (یعنی کفر و نافرمانی)، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ}[آل عمران:113]{يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ}[آل عمران:114]

وہ سب برابر نہیں، اہل کتاب میں سے ایک فرقہ سیدھی راہ پر ہے وہ رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور اچھی بات کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور وہی لوگ نیک بخت ہیں۔

یہ آیت ان لوگوں پر صادق آتی ہے جو (شریعتِ محمدی کے ذریعے) منسوخ ہونے سے پہلے ان اوصاف کے حامل تھے، کیونکہ وہ اس دینِ حق پر کاربند تھے جو نہ تو تبدیل کیا گیا تھا اور نہ ہی منسوخ ہوا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ اعراف میں ارشاد فرمایا ہے:

{وَمِنْ قَوْمِ مُوسَى أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ} [الاعراف159]

اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک جماعت ہے جو حق کی راہ بتاتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا مِنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ} [الأعراف:168] {فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلُهُ يَأْخُذُوهُ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ وَالدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ} [الأعراف:169] {وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ} [الاعراف:170]

اور ہم نے انہیں ملک میں مختلف جماعتوں میں متفرق کر دیا، بعضے ان میں سے نیک ہیں اور بعضے اور طرح کے، اور ہم نے انہیں بھلائیوں اور برائیوں سے آزمایا تاکہ وہ لوٹ آئیں۔ پھر ان کے بعد ان کے ایسے جانشین ہوئے جو کتاب کے وارث بنے اس ادنیٰ زندگی کا مال و متاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں معاف کر دیا جائے گا، اور اگر ایسا ہی مال ان کے سامنے پھر آئے تو اسے لے لیتے ہیں، کیا ان سے کتاب میں عہد نہیں لے لیا گیا تھا کہ اللہ پر سچ کے سوا اور کچھ نہ کہیں اور انہوں نے پڑھا ہے جو اس میں ہے، اور آخرت کا گھر ڈرنے والوں کے لیے بہتر ہے، کیا تم سمجھتے نہیں۔ اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کریں گے۔

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ} [الاعراف:181]

اور ان لوگوں میں جنہیں ہم نے پیدا کیا ایک جماعت ہے جو سچی راہ بتاتی ہے اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کے بارے میں خبر ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اس وصف (ایمان و تقویٰ) سے متصف تھے؛ اور ان میں سے جس کسی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک کو پایا اور وہ آپ پر ایمان لے آیا، تو اس کے لیے اس کا اجر دوگنا ہے۔

فصل: ان کے اس دعوے کی تردید کہ اسلام ان کی عبادت گاہوں کی تعظیم کرتا ہے

نصرانیوں نے کہا: پھر ہم نے دیکھا کہ قرآن ہماری انجیل کی تعظیم کرتا ہے، ہماری خانقاہوں کو مقدم رکھتا ہے، ہمارے معبدوں کو شرف بخشتا ہے اور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ان میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اور یہ دعویٰ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مانند ان کے استدلال پر مبنی ہے:

{وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا} [الحج:40]

اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا تو تکیئے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں ڈھادی جاتیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس آیت میں خانقاہوں (صوامع) اور گرجوں (بیع) کا ذکر تو ہے، لیکن رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ :

{يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا} [الحج:40]

جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ ذکرِ الٰہی کی کثرت کا تذکرہ مساجد کے ذکر کے فوراً بعد کیا ہے، اور مساجد صرف مسلمانوں کے لیے ہیں؛ ان سے نصرانیوں کے گرجے (چرچ) مراد نہیں ہیں، کیونکہ ان (گرجوں) کے لیے تو بیع کا لفظ پہلے ہی آ چکا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: کہ ان میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، یا تو یہ صفت صرف مساجد کے ساتھ خاص ہے، تو ایسی صورت میں اس آیت میں اس بات کی کوئی خبر نہیں دی گئی کہ گرجوں (بیع) اور خانقاہوں (صوامع) میں بھی اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔ یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ کے نام کا ذکر ان تمام مقامات (خانقاہوں، گرجوں اور مساجد) میں مراد لیا جائے، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ خانقاہیں اور گرجے اللہ تعالیٰ کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کرنے سے پہلے ذکرِ الٰہی کے مقامات تھے۔ اس وقت ان مقامات میں وہ لوگ موجود تھے جو مسیح علیہ السلام کے اس دین کی پیروی کرتے تھے جو تبدیل نہیں ہوا تھا، اور وہاں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دینِ حق کے منسوخ ہونے اور کتابوں میں تبدیلی آ جانے کے بعد بھی ان میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، اور بے شک اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کا نام لیا جائے۔

امام ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کا نام لیا جائے، خواہ اس کے ساتھ شرک ہی کیوں نہ کیا جا رہا ہو۔ ان کی مراد یہ ہے کہ (وہ مشرک) جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتا ہے، اس معطل (دہریئے اور منکر) سے بہتر ہے جو کسی بھی حال میں اللہ کا نام نہیں لیتا۔

اہل کتاب مشرکین سے بہتر ہیں؛ اور ہم یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ جب فارس (ایران کے مجوسیوں) اور روم (کے نصرانیوں) کے درمیان جنگ ہوئی اور اہل فارس غالب آ گئے، تو یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو سخت ناگوار گزری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نصرانیوں پر اہل فارس (مجوسیوں) کے غلبہ و فتح کو ناپسند کیا اس لیے کہ نصرانی، مجوسیوں کے مقابلے میں اللہ کے دین سے زیادہ قریب تھے۔ اور رسول علیہم السلام اس مقصد کے لیے بھیجے گئے ہیں کہ وہ مفادات و مصالح کو حاصل کریں اور انہیں پایہ تکمیل تک پہنچائیں، اور مفاسد کو ختم کریں یا انہیں کم سے کم کر دیں، اور جہاں تک ممکن ہو، دو خیر میں سے بڑی بھلائی کو چھوٹی بھلائی

پر مقدم رکھیں دو برائیوں میں سے بڑی برائی کو چھوٹی برائی کے ذریعے دفع کرنا؛ چنانچہ نصرانیوں کی خانقاہوں اور ان کے گرجوں کا مسمار ہونا ایک فساد ہے، جب انہیں مجوسی اور مشرکین مسمار کریں۔ اور رہا معاملہ ان عبادت گاہوں کو مسلمانوں کے منہدم کرنے اور ان کی جگہ ایسی مساجد تعمیر کرنے کا جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جائے، تو یہ حقیقت میں خیر اور فلاح واصلاح ہے۔

یہ آیت مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دینے کے سیاق میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ}[الحج:39]

جن سے کافر لڑتے ہیں انہیں بھی لڑنے کی اجازت دی گئی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا، اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

اور یہ پہلی آیت ہے جو جہاد کے بارے میں نازل ہوئی، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ}[الحج:40]

وہ لوگ جنہیں ناحق ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے صرف یہ کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

پھر فرمایا:

{وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ}[الحج:40]

اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا۔

پس اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ذریعے کفار کے حملوں کو دفع فرماتا ہے، اور کبھی دو گروہوں میں سے بہتر گروہ کے ذریعے ان دونوں کے شر کو دور کرتا ہے؛ جیسے اس نے نصرانی رومیوں کے ذریعے مجوسیوں کے شر کو دفع کیا، پھر نصرانیوں کے غلبے کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت یعنی اہل ایمان کے ذریعے دفع فرمایا۔ اور یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے:

{وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ}[البقرة:251]

اور داؤد نے جالوت کو مار ڈالا، اور اللہ نے سلطنت اور حکمت داؤد کو دی اور جو چاہا اسے سکھایا، اور اگر اللہ کا بعض کو بعض کے ذریعے سے دفع کرا دینا نہ ہوتا تو زمین فساد سے پُر ہو جاتی، لیکن اللہ جہان والوں پر بہت مہربان ہے۔

اور جہاں تک آیت میں الفاظ کی ترتیب اور تقدیم کا تعلق ہے، تو وہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ارتقاء کے لیے ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ}[الاعراف:33]

کہہ دو میرے رب نے بے حیائی کی باتوں کو حرام کیا ہے خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ، اور ہر گناہ کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو بھی، اور یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، اور یہ کہ اللہ پر وہ باتیں کہو جو تم نہیں جانتے۔

اور اسی کا فرمان ہے:

{يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ} [عبس:34]

جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا} [الذاريات:1] {فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا} [الذاريات:2] {فَالْجَارِيَاتِ يُسْرًا} [الذاريات:3] {فَالْمُقَسِّمَاتِ أَمْرًا} [الذاريات:4]

قسم ہے ان ہواؤں کی جو (غبار وغیرہ) اڑانے والی ہیں۔ پھر ان بادلوں کی جو بوجھ (بارش کا) اٹھانے والے ہیں۔ پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلنے والی ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی جو حکم کے موافق چیزیں تقسیم کرنے والے ہیں۔

اس کے نظائر کلام عرب اور قرآن میں بکثرت موجود ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں:

{لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا} [الحج:40]

تو البتہ تکیئے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں ڈھادی جاتیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔

پس اللہ سبحانہ و تعالی نے یہ واضح فرمادیا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ایک گروہ کے ذریعے دوسرے ظالم گروہ کو دفع نہ کرتا، تو عبادت گاہیں مسمار کر دی جاتیں۔ اور ان کا مسمار ہونا اس وقت فساد ہے جب انہیں ایسا گروہ مسمار کرے جو ان کے بدلے ان سے بہتر چیز مسجد قائم نہ کرے؛ اور ان عبادت گاہوں میں سب سے ادنی درجے کی صوامع (راہبوں کی خانقاہیں) ہیں۔ کیونکہ صومعہ (خانقاہ) کسی ایک شخص یا ایک چھوٹی سی جماعت کے لیے ہوتا ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کا آغاز سب سے ادنی درجے کی عبادت گاہوں سے کیا اور اختتام سب سے اشرف و اعلیٰ عبادت گاہوں پر کیا، اور وہ مساجد ہیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان عبادت گاہوں کا حکم وہی ہے جو ان میں رہنے والوں کا ہے؛ اور ان میں رہنے والے اہلِ کتاب نسخ اور تبدیلی سے پہلے مومن اور مسلمان تھے، اور مومن مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو منہدم کرنا سراسر فساد ہے۔ اور شریعتِ عیسوی کے نسخ اور تبدیلی کے بعد بھی، اگر اہل کتاب پر وہ لوگ غالب آ جائیں جو ان سے بھی زیادہ برے ہیں، جیسے مجوس اور مشرکین، اور وہ ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کریں تو یہ فساد ہی کہلائے گا۔ لیکن اگر انہیں وہ لوگ منہدم کریں جو ان سے بہتر ہیں، جیسے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جب مسلمان ان کے بدلے ایسی مساجد قائم کر دیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے، اور وہاں اللہ کی تمام کتابوں اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان کا ذکر کیا جائے، تو یہ عمل اصلاح ہے، نہ کہ فساد۔

اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کفار کی عبادت گاہوں کی جگہوں کو مساجد بنالیا جائے؛ جیسا کہ اہل طائف قبیلہ ثقیف کا ایک بت خانہ تھا جس میں وہ لات کی پوجا کرتے تھے، وہی لات جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى} [النجم:19]

پھر کیا تم نے لات اور عزیٰ کو بھی دیکھا ہے۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس بت خانے کو منہدم کر دیا جائے اور اس کی جگہ وہ مسجد تعمیر کی جائے جس میں صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے، کیونکہ بلاشبہ مساجد زمین پر اللہ کے گھر ہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ} [الاعراف:29]

کہہ دو میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے، اور ہر نماز کے وقت اپنے منہ سیدھے کرو اور اس کے خالص فرمانبردار ہو کر اسے پکارو، جس طرح تمہیں پہلے پیدا کیا ہے اسی طرح دوبارہ پیدا ہو گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا} [الجن:18]

اور بے شک مسجدیں اللہ کے لیے ہیں پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ} [التوبة:17]

مشرکین کا یہ کام نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد کو آباد کریں، جبکہ وہ خود اپنے کفر کی گواہی دے رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے۔ اس آیت سے لے کر اللہ کے اس فرمان {المھتدین} تک۔

اور اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

{اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ} [النور:35]

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایسی ہے۔ اس آیت سے لے کر اللہ کے اس فرمان {بِغَيْرِ حِسَابٍ} تک؛

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کا ذکر فرما لیا، تو اس کے بعد اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفار کا ذکر فرمایا؛ چنانچہ ان کفار میں سے جہلِ مرکب اور جہلِ بسیط والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ}[النور:39] {أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ}[النور:40]

اور جو کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے جنگل میں چمکتی ہوئی ریت ہو جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے اسے کچھ بھی نہیں پاتا اور اللہ ہی کو اپنے پاس پاتا ہے پھر اللہ نے اس کا حساب پورا کر دیا، اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ یا جیسے گہرے دریا میں اندھیرے ہوں اس پر ایک لہر چڑھ آتی ہے اس پر ایک اور لہر ہے اس کے اوپر بادل ہے، اوپر تلے بہت سے اندھیرے ہیں، جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے کچھ بھی دیکھ نہ سکے، اور جسے اللہ ہی نے نور نہ دیا ہو اس کے لیے کہیں نور نہیں ہے۔

پس یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ (شریعت ووحی) لے کر آئے ہیں، اس میں نصرانیوں کے لیے اپنے باطل دعووں کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہے؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لائے ہیں، وہ خود ان کے خلاف متعدد پہلوؤں سے ایک مضبوط حجت ہے۔

فصل: ان کے اس دعوے کی تردید کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد بھی اہلِ کتاب کے لیے اپنے دین پر قائم رہنا واجب ہے

نصرانی کہتے ہیں کہ: اس سابقہ دلیل اور اس کے علاوہ دیگر وجوہات نے ہم پر یہ واجب کر دیا ہے کہ ہم اپنے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھیں، اور جو شریعت ہمارے پاس ہے اسے ضائع نہ کریں، اور نہ ہی اپنے مذہب کو چھوڑیں، اور ہم اللہ کے کلمہ اور اس کی روح مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں۔ جنہیں انہوں نے ہماری طرف بھیجا تھا۔ کے علاوہ کسی اور کی پیروی نہ کریں۔

جواب یہ ہے کہ بلا شبہ انہوں نے دو ایسی دلیلوں سے احتجاج کیا ہے جو بالکل باطل ہیں:

پہلی باطل دلیل یہ ہے: کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان اہلِ کتاب کی طرف مبعوث نہیں کیے گئے بلکہ صرف عربوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ اس بات سے استدلال کرنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے جانے والے عظیم ترین جھوٹ اور بہتان میں سے ایک ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میں اہل کتاب کی طرف نہیں بھیجا گیا، اور نہ ہی کبھی یہ فرمایا کہ میں صرف عربوں کی طرف بھیجا گیا ہوں؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نصوصِ متواترہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال مبارک یہ واضح کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہل زمین۔ خواہ وہ اُمی (عرب) ہوں یا اہل کتاب۔ سب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

دوسری باطل دلیل ان کا یہ قول ہے کہ: بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نصرانیت کے عقائد میں تبدیلی اور شریعت کے منسوخ ہونے کے بعد بھی اس دین کی تعریف کی ہے؛ اور یہ دعویٰ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے جانے والے جھوٹ میں پہلی دلیل سے بھی بڑھ کر ہے۔ بھلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعریف کیسے کر سکتے ہیں؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کتاب قرآن میں متعدد مقامات پر ان کی تکفیر کی ہے (یعنی انہیں کافر قرار دیا ہے)، ان کے خلاف جہاد اور قتال کا حکم دیا ہے، اور جو لوگ ان کے خلاف جہاد سے پیچھے رہ جائیں ان کی انتہائی سخت مذمت فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو نفاق اور کفر سے موصوف کرتے ہیں جو نصرانیوں کے خلاف قتال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کرتا، اور یہ ذکر فرماتے ہیں کہ ایسا شخص جہنم میں جائے گا۔ اور یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے خبر دیتے ہوئے اور اپنے رب کی رسالت کی تبلیغ کرتے ہوئے ذکر فرماتے ہیں۔ یہ کلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف محض اس لیے منسوب کیا جاتا ہے کہ آپ نے اسے پہنچایا اور ادا کیا، نہ کہ اس لیے کہ آپ نے اسے خود گھڑا یا اپنی طرف سے اس کی ابتدا کی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ} [الحاقة:40] {وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ} [الحاقة:41] {وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ} [الحاقة:42] {تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ} [الحاقة:43] {وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ} [الحاقة:44] {لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ} [الحاقة:45] {ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ} [الحاقة:46] {فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ} [الحاقة:47] {وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ} [الحاقة:48] {وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ} [الحاقة:49] {وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ} [الحاقة:50] {وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ} [الحاقة:51] {فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ} [الحاقة:52]

کہ بے شک یہ (قرآن) رسول کریم کی زبان سے نکلا ہے۔ اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں، تم بہت ہی کم یقین کرتے ہو۔ اور نہ ہی کسی جادوگر کا قول ہے، تم بہت ہی کم غور کرتے ہو۔ وہ پروردگار عالم کا نازل کیا ہوا ہے۔ اور اگر وہ کوئی بناوٹی بات ہمارے ذمہ لگاتا۔ تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر ہم اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ اور بے شک وہ تو پرہیزگاروں کے لیے ایک نصیحت ہے۔ اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ بعض تم میں سے جھٹلانے والے ہیں۔ اور بے شک وہ کفار پر باعث حسرت ہے۔ اور بے شک وہ یقین کرنے کے قابل ہے۔ پس اپنے رب کے نام کی تسبیح کر جو بڑا عظمت والا ہے۔

بہر حال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مسیح علیہ السلام، ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام اور ان لوگوں کی تعریف کرنا جنہوں نے آپ علیہ السلام کی پیروی کی اور وہ اس دین پر قائم رہے جس میں تبدیلی نہیں کی گئی تھی تو یہ (تعریف) حق ہے؛ لیکن یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے واجب ہونے کے منافی نہیں ہے۔ یہ اتباع اس شخص پر واجب ہے جس کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیے گئے؛ چنانچہ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ شریعتِ مسیح علیہ السلام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی، تب

بھی (یہ حقیقت بر قرار رہتی کہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیروی کرنے والے ہر شخص کی تعریف کی ہوتی، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ فرمایا ہوتا کہ اللہ نے مجھے تمہاری طرف (رسول بنا کر) بھیجا ہے، تو اس میں کوئی تضاد نہ ہوتا۔ اور اسی طرح جب وہ شخص کافر قرار پایا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہیں کی، تو یہ تکفیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعریف کے منافی نہیں ہے جو آپ نے ان کے بارے میں ان کے جھٹلانے سے پہلے کی تھی۔

تو پھر ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف ان لوگوں کی تعریف کی ہے جنہوں نے اس دین کی پیروی کی جس میں تبدیلی نہیں کی گئی تھی۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے دینِ مسیح کو بدل ڈالا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ان کی مدح نہیں کی بلکہ ان کی مذمت فرمائی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ} [المائدة:14]

اور جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں ان سے بھی ہم نے عہد لیا تھا پھر وہ اس نصیحت سے نفع اٹھانا بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی، پھر ہم نے ان کے درمیان ایک دوسرے کی دشمنی اور بغض قیامت تک کے لیے ڈال دیا، اور اللہ انہیں جتلائے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

ہم یہ بات پہلے ہی دلائل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ نصرانیوں نے بھی اسی طرح کفر کیا جس طرح یہودیوں نے کفر کیا تھا: ان نصرانیوں نے پہلی کتاب انجیل میں موجود احکامات کو بدل کر کفر کیا، اور دوسری کتاب قرآنِ کریم کی تکذیب کر کے دوبارہ کفر کیا۔

بہر حال وہ شخص جس نے پہلی کتاب میں تبدیلی نہیں کی تھی، یا وہ شخص جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک کو پالیا: پس جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا، تو یہی لوگ حقیقی مؤمن ہیں۔ اور اس بات کو واضح کرنے والی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ: مسیح علیہ السلام کا تورات کی تعظیم کرنا، اس کی اتباع کرنا اور اس کے احکامات پر عمل کرنا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کی جانے والی تعظیم سے بھی بڑھ کر تھا۔ مسیح علیہ السلام کا تورات کی تعظیم کرنا انجیل کی تعظیم سے بھی بڑھ کر تھا، لیکن اس کے باوجود یہ بات یہودیوں سے مسیح علیہ السلام کی اتباع کے وجوب کو ساقط کرنے والی نہیں تھی۔ تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انجیل کی تعظیم کرنا نصرانیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے وجوب کو کیسے ساقط کر سکتا ہے؟

فصل: نصرانیوں کے اس دعوے کا رد کہ اسلام نے حواریوں کی تعظیم کی ہے

ان نصرانیوں کا یہ قول کہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ حواری جنہیں آپ نے ہماری طرف بھیجا، انہوں نے ہمیں ہماری ہی زبان میں (انجامِ بد سے) ڈرایا، اور ہمارے لیے ہمارے دین کو (صحیح سلامت) تسلیم کیا؛ یہ وہی لوگ ہیں جن کی اس کتاب قرآن میں عظمت بیان کی گئی ہے، جیسا کہ سورہ حدید میں اللہ کا ارشاد ہے:

{لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ}[الحديد:25]

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجااور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازوئے (عدل) بھی بھیجی تاکہ لوگ انصاف کو قائم رکھیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایاہے:

{فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ}[البقرة: 213]

پھر اللہ نے انبیاء خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بھیجے،اور ان کے ساتھ سچی کتاب نازل کی تاکہ لوگوں میں اس بات میں فیصلہ کرے جس میں اختلاف کرتے تھے۔

نصرانیوں کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی ان آیات میں اپنے ان انبیاءاور رسولوں کو مراد لیاہے جو بشارت دینے والے تھے؛ اور اس سے ان کا اشارہ ان حواریوں کی طرف ہے جو دنیا کے سات اقالیم (خطوں) میں پھیل گئے تھے اور انہوں نے اس ایک کتاب کی بشارت دی جو کہ انجیلِ طاہر (پاکیزہ انجیل) ہے۔ کیونکہ اگر اس آیت سے مراد صرف حضرت ابراہیم، داؤد، موسیٰ اور محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین ہوتے، تو اللہ تعالیٰ (کچھ اس طرح) ارشاد فرماتا: اگر اللہ کی مراد حضرت ابراہیم، داؤد، موسیٰ اور محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین ہوتے، تو اللہ تعالیٰ الکتب جمع کا صیغہ یعنی بہت سی کتابیں فرماتا؛ کیونکہ ان میں سے ہر ایک نبی اپنی مخصوص کتاب لے کر آیا تھا جو دوسرے کی کتاب سے جدا تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تو صرف الکتاب الواحد (واحد کا صیغہ یعنی ایک ہی کتاب) کا ذکر فرمایا ہے؛ کیونکہ حواریوں کے سواایسی کوئی جماعت نہیں آئی جو کسی ایک کتاب کی بشارت دینے والی ہو، وہی ہیں جو انجیلِ طاہر لے کر آئے اور وہ (بشارت) اس کتاب میں بھی وارد ہوئی ہے؛

{وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَى قَالَ يَاقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ} [يس:20]

اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتاہوا آیا، کہااے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو۔

یعنی حواریوں کے بارے میں لفظ رسول نہیں کہا گیا بلکہ مرسلین (بھیجے ہوئے لوگ) کہا گیاہے؛ اور اس کا جواب کئی وجوہ سے دیا جاسکتا ہے:

ان میں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ: جو کچھ ذکر کیا گیاہے کوئی ایسی بات موجود نہیں جو اس رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کو واجب کرے جو تمہاری اور تمام جہانوں کی طرف بھیجے گئے ہیں، اور نہ ہی کوئی ایسی دلیل ہے جو تمہیں ایک ایسے دین سے وابستہ رہنے پر مجبور کرے جو تبدیل اور منسوخ ہو چکاہے۔ بالکل اسی طرح جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام، تورات اور متبعینِ موسیٰ کی عظمت وشان میں

کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو یہودیوں کے لیے اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا جواز بنے جو ان کی طرف مبعوث ہوئے، اور نہ ہی ان کے لیے کسی ایسے دین پر جمے رہنے کی کوئی وجہ ہے جو بدل دیا گیا اور منسوخ کر دیا گیا۔

دوسری وجہ: ان کا یہ قول کہ ہم مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے سوا کسی کی پیروی نہیں کرتے ایک باطل قول ہے؛ کیونکہ وہ دو وجوہات کی بنا پر نہ تو مسیح علیہ السلام کے متبع ہیں اور نہ ہی ان کے حواریوں کے:

ان میں سے پہلی وجہ یہ ہے: کہ ان کا دین تبدیل شدہ ہے، اس کی تمام تر تعلیمات مسیح علیہ السلام اور حواریوں سے منقول نہیں ہیں؛ بلکہ ان کے اکثر قوانین یا ان کا ایک بڑا حصہ ایسا ہے جو سرے سے مسیح علیہ السلام اور حواریوں کی طرف سے ہے ہی نہیں۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے نبیِ آخر الزماں حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ}[الصف:6]

اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! بے شک میں اللہ کا تمہاری طرف رسول ہوں (اور) تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہو گا۔

پس جب انہوں نے حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کی تو وہ مسیح علیہ السلام کی تکذیب کرنے والے قرار پائے۔ حالانکہ ان کے پاس مسیح علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی جانب سے حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ بشارات موجود ہیں جن کی تفصیل دوسری جگہ دی گئی ہے، جیسا کہ ان شاءاللہ آگے آئے گا۔

یہاں مقصودِ اصلی صرف یہ ہے کہ ان اہلِ کتاب کے اس استدلال کا ابطال کیا جائے جو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات سے اپنے حق میں کرتے ہیں، اور یہ واضح کیا جائے کہ وہ تعلیمات ان کے خلاف حجت اور دلیل ہیں نہ کہ ان کے حق میں، جیسا کہ انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان تعلیمات کے بعض حصوں میں ان کے موقف کے لیے کوئی دلیل موجود ہے۔

تیسری وجہ: ان کا حواریوں کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ وہی وہ رسول ہیں جن کی اس کتاب (قرآن مجید) میں تعظیم و توقیر کی گئی ہے ایک باطل قول ہے؛ انہوں نے اس کے ذریعے قرآن کی ویسی ہی غلط اور باطل تفسیر کی ہے جیسی انہوں نے آیت **{الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ}** (جن پر تو نے انعام کیا) کی تفسیر نصاریٰ سے کر کے کی تھی۔ ان نصاریٰ کا لفظِ **بِإِذْنِي** (میرے حکم سے) کی یہ تفسیر کرنا کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس میں پھونک مارتے ہیں تو وہ اس لاہوت کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے جو کہ کلمۃ اللہ ہے اور ناسوت

کے ساتھ متحد ہو چکا ہے؛اور ان کی اسی طرح کی دیگر تفاسیر بھی باطل ہیں۔ان کا آیت {الم ذَلِكَ الْكِتَابُ} کی تفسیر انجیل سے کرنا، اوران کی یہ تفسیر بھی:

{الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ} [البقرة: 3] {وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ} [البقرة: 4]

جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں خرچ کرتے ہیں۔اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ پر،اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا،اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں۔ان سے مراد نصاریٰ ہیں۔

ان کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی یہ تفسیر کرنا:

{وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ} [العنكبوت: 46]

اور اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر ایسے طریقے سے جو عمدہ ہو۔ان سے مراد نصاریٰ ہیں۔

{إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا} [العنكبوت: 46]

مگر جو ان میں بے انصاف ہیں۔ان سے مراد یہود ہیں۔

اسی طرح کی دیگر مثالیں جن میں انہوں نے قرآن مجید کی من مانی اور باطل تفسیر کی ہے: بالکل اسی طرح جس طرح وہ تورات، انجیل اور زبور کی ایسی تفاسیر بیان کرتے ہیں جو تحریفِ **كلم عن مواضعه** (الفاظ کو ان کے اصل سیاق وسباق اور معانی سے پھیر دینے) کے قبیل سے ہیں۔یہ تفاسیر اللہ کی آیات میں الحاد اور اس کے انبیاء علیہم السلام پر ایسے جھوٹ باندھنے کے مترادف ہیں، جن کا انبیاء پر بہتان ہونا ہر اس شخص پر ظاہر ہو جاتا ہے جو ان میں غور وفکر کرے۔اور اس موقف کا بطلان کئی وجوہ سے واضح ہے۔

ان میں سے پہلی وجہ یہ ہے: کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ} [الحديد: 25]

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازوئے (عدل) بھی بھیجی تاکہ لوگ انصاف کو قائم رکھیں، اور ہم نے لوہا بھی اتارا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں اور تاکہ اللہ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے، بے شک اللہ بڑا زور آور غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا} [الحديد: 25]

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا۔

یہ ایک اسمِ جمع ہے جو مضاف ہونے کی وجہ سے ان تمام رسولوں کو شامل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ اس حکم کے سب سے زیادہ مستحق وہ رسول ہیں جن کے نام اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ ذکر فرمائے ہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا – وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا – رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا}[النساء:163–165]

ہم نے تیری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے وحی بھیجی نوح پر اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد آئے، اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر، اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔ اور (ہم نے بھیجے) ایسے رسول جن کا حال اس سے پہلے ہم تمہیں سنا چکے ہیں اور ایسے رسول جن کے متعلق ہم نے تمہیں نہیں بتایا، اور اللہ نے موسیٰ سے خاص طور پر کلام فرمایا۔ (ہم نے بھیجے) پیغمبر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ ان لوگوں کا اللہ پر پیغمبروں کے بعد الزام نہ رہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے سورہ شعراء میں ارشاد فرمایا:

{كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ – إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ – إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ – فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ – وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ – فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ}[الشعراء:105–110]

نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان کے بھائی نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں۔ میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا، میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔ سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ – إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ – إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ – وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ}[الشعراء:123–127]

قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کہ تم کیوں نہیں ڈرتے۔ البتہ میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا، میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:{كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ – إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ – إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ – فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ – وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ}[الشعراء:141–145]

قوم ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔جب ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں۔میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا،میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ – إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ – إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ – وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ}[الشعراء:160–164]

لوط کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔جب انہیں ان کے بھائی لوط نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں۔میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا،میری مزدوری تو بس اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{كَذَّبَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ – إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ – إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ – فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ – وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ}[الشعراء:176–180]

بن والوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔جب ان سے شعیب نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں۔میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا،میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولًا – فَعَصَى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا}[المزمل:15–16]

ہم نے تمہاری طرف تم پر گواہی دینے والا ایک رسول بھیجا ہے کہ جس طرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔پھر فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے سخت پکڑ سے پکڑ لیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ}[غافر:5]

ان سے پہلے قوم نوح اور ان کے بعد اور فرقے بھی جھٹلا چکے ہیں، اور ہر ایک امت نے اپنے رسول کو پکڑنے کا ارادہ کیا، اور غلط باتوں کے ساتھ بحث کرتے رہے تاکہ اس سے دین حق کو مٹادیں، پھر ہم نے انھیں پکڑ لیا پھر کیسی سزا ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ} [المؤمنون:23]

اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کے پاس بھیجا پھر اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا قصہ ذکر فرمایا، پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا:

{ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ} [المؤمنون:31]

پھر ہم نے ان کے بعد ایک دوسرا دور پیدا کیا۔ پھر ان میں بھی انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تمہارے لیے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کا قصہ مکمل فرمایا، تو ارشاد فرمایا:

{ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ – مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ – ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَى كُلَّ مَا جَاءَ أُمَّةً رَسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ فَبُعْدًا لِقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ – ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَى وَأَخَاهُ هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِينٍ – إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ} [المؤمنون:42-46]

پھر ہم نے ان کے بعد اور بہت سے دور پیدا کیے۔ کوئی جماعت نہ اپنے وقت سے آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۔ پھر ہم اپنے رسول لگاتار بھیجتے رہے، جب کوئی رسول اپنی قوم کے پاس آیا وہ اسے جھٹلاتی ہی رہی، پھر ہم بھی ایک کے بعد دوسری کو ہلاک کرتے گئے اور ہم نے ان کو افسانہ بنا دیا، پھر ان لوگوں پر پھٹکار ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں اور کھلی سند دے کر بھیجا۔ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس، پھر انہوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو تَتْرَیٰ یعنی پے در پے بھیجنے کا ذکر فرمایا، اس کے بعد موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی بعثت کا تذکرہ کیا، حالانکہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی بعثت حضرت مسیح علیہ السلام سے ایک طویل مدت پہلے ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ} [النحل:36]

اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں یہ پیغام دے کر رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو، پھر ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوئی، پھر ملک میں پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔

پس یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے اس امر کی خبر ہے کہ اس نے ہر امت میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہیں صرف ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے مسیح پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو کے بارے میں ارشاد فرمایا:

{مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ} [المائدة: 75]

مریم کا بیٹا مسیح تو صرف ایک پیغمبر ہی ہے، اس سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں، اور اس کی ماں سچی ہے۔

. . . پس اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ مسیح علیہ السلام انہی رسولوں میں سے ایک رسول ہیں

{قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ} [المائدة: 75]

اس سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں۔

مسیح علیہ السلام سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ ہر امت میں ایک رسول مبعوث فرما چکا تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ: «انبیاء علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ ہے اور ان میں سے رسل تین سو تیرہ ہیں»۔ بعض اہلِ علم اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں اور بعض اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ ہے، اگر اس کی صحت معلوم نہ بھی ہو تب بھی یہ ممکن ہے کہ ان کی تعداد اسی قدر ہو یا اس سے بھی زیادہ ہو؛ جس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی تعداد اس سے کم ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اس نے ہر امت میں ایک رسول مبعوث فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

{إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ} [فاطر: 24]

بے شک ہم نے آپ کو سچا دین دے کر خوشخبری اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور کوئی امت نہیں گزری مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزر چکا ہے۔

یہ روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «تم ستر امتوں کی گنتی پوری کرتے ہو، اور تم ان سب میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز اور افضل ہو» اور یہ ایک حدیثِ جید ہے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے سورہ زمر میں ارشاد فرمایا ہے:

{وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا بَلَى وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ} [الزمر:71]

اور جو کافر ہیں دوزخ کی طرف گروہ گروہ ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور ان سے اس کے داروغہ کہیں گے کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور آج کے دن کے پیش آنے سے تمہیں ڈراتے تھے، کہیں گے ہاں لیکن عذاب کا حکم (علم ازلی میں) منکروں پر ہو چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ تبارک (سورہ ملک) میں ارشاد فرمایا:

{وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ – إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ – تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ – قَالُوا بَلَى قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ} [الملك:6–9]

اور جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا ہے ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ جب اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کے شور کی آواز سنیں گے اور وہ جوش مارتی ہو گی۔ ایسا معلوم ہو گا کہ جوش کی وجہ سے ابھی پھٹ پڑے گی، جب اس میں ایک گروہ ڈالا جائے گا تو ان سے دوزخ کے داروغہ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے ہاں بے شک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا پر ہم نے جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا، تم خود بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی خبر ہے کہ جہنم کی آگ میں جو بھی گروہ ڈالا جائے گا، یقیناً ان کے پاس ایک ڈرانے والا رسول آ چکا ہو گا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا} [الإسراء:15]

اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ} [النساء:165]

(ہم نے بھیجے) پیغمبر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ ان لوگوں کا اللہ پر پیغمبروں کے بعد الزام نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

{يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَى أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ}[ا نعام:130]

اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں میرے احکام سناتے تھے اور وہ تمہیں ڈراتے تھے اس دن کی ملاقات سے، کہیں گے ہم اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہیں، اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ دیا ہے اور اپنے اوپر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔

پس یقیناًاللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام سے پہلے تمام امتوں کی طرف کثیر تعداد میں رسول مبعوث فرمائے تھے، تو پھر یہ دعویٰ کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے مراد (فلاں بات) ہے کہ:

{لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ}[الحديد:25]

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا۔ (کہ اس سے مراد) محض وہ حواری ہیں جنہیں مسیح علیہ السلام نے بھیجا تھا، حالانکہ حواری تو مسیح علیہ السلام کے ایسے ہی بھیجے ہوئے (قاصد) ہیں جیسے حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے قاصد تھے۔

جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد بنا کر بھیجا، اس کی ان تمام امور میں اطاعت لوگوں پر واجب ہے جو وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پہنچاتا ہے؛ جیسا کہ صحیحین (بخاری ومسلم) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ‹‹جس نے میری اطاعت کی، اس نے یقیناًاللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی اطاعت کی، اس نے میری ہی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے یقیناًاللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری ہی نافرمانی کی››

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح فرما دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ امیر کی اطاعت صرف ان معروف (بھلائی کے) امور میں واجب ہے جن کا حکم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہو، نہ کہ ہر اس بات میں جس کا وہ حکم دے۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ‹‹کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور ایک شخص کو ان پر امیر مقرر کیا، اور انہیں (لشکر والوں کو) یہ حکم دیا کہ وہ اپنے امیر کی بات سنیں اور اطاعت کریں۔ پھر ان لوگوں نے اسے (امیر کو) غصہ دلا دیا، تو اس نے کہا: میرے لیے لکڑیاں جمع کرو، تو انہوں نے لکڑیاں جمع کر دیں۔ پھر اس نے کہا: آگ جلاؤ، تو انہوں نے آگ جلا دی۔ پھر اس نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں میری بات سننے اور اطاعت کرنے کا حکم نہیں دیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں (ضرور دیا تھا)۔ اس نے کہا: تو اب اس آگ میں داخل ہو جاؤ! یہ سن کر وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کہنے لگے: ہم نے تو آگ ہی سے بچنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لی ہے۔ پس وہ اسی تذبذب کی حالت میں

رہے یہاں تک کہ اس امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر جب وہ لوگ واپس لوٹے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر کبھی اس سے نہ نکل پاتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی نافرمانی میں کسی کی کوئی اطاعت نہیں، اطاعت تو صرف معروف (بھلائی کے کاموں) میں ہے» صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مسلمان شخص پر اپنے امیر کی بات سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے، خواہ وہ بات اسے پسند ہو یا ناپسند، سوائے اس کے کہ اسے کسی گناہ کا حکم دیا جائے۔ پس اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے، تو پھر نہ سننا ہے اور نہ ہی اطاعت کرنا ہے»۔

صحیح مسلم میں حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: «حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: اگر تم پر کسی ایسے سیاہ فام غلام کو بھی حاکم مقرر کر دیا جائے جو اللہ کی کتاب کے مطابق تمہاری قیادت کرے، تو اس کی بات سنو اور (دل و جان سے) اطاعت کرو»

صحیحین (بخاری و مسلم) میں انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «جو موجود ہے وہ اسے اس تک پہنچا دے جو غائب ہے، کیونکہ بسا اوقات جسے بات پہنچائی جائے وہ سننے والے (براہِ راست مخاطب) سے زیادہ اسے محفوظ رکھنے والا اور یاد رکھنے والا ہوتا ہے»

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «میری طرف سے (لوگوں کو اللہ کے احکام) پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت ہو، اور بنی اسرائیل سے (روایات) بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانا آگ (جہنم) میں بنا لے»

سنن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «اللہ اس شخص کو تروتازہ (اور شاد و آباد) رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی، پھر اسے اس تک پہنچا دیا جس نے اسے نہیں سنا تھا۔ کیونکہ بسا اوقات فقہ (علمِ دین) کی سمجھ بوجھ رکھنے والا خود فقیہ نہیں ہوتا، اور بسا اوقات وہ علم کی بات ایسے شخص تک پہنچا دیتا ہے جو اس سے بھی زیادہ فقیہ (صاحبِ فہم) ہوتا ہے»

پس مسیح علیہ السلام کے ارشادات کی تبلیغ و اشاعت میں حواریوں کی حیثیت بعینہٖ وہی ہے جو دیگر تمام انبیاء کے اصحاب کی اپنے انبیاء کے پیغامات پہنچانے میں رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا} [النساء: 59]

اے ایمان والو! اللہ کی فرمانبرداری کرواور رسول کی فرمانبرداری کرواور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں، پھر اگر آپس میں کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لاؤ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو، یہی بات اچھی ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے۔

اُولوالامر سے مراد علماء اور حکام ہیں؛ پس جب وہ ایسے کام کا حکم دیں جس کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، تو ان کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔ اور اگر لوگ کسی معاملے میں نزاع (اختلاف) کریں، تو اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانا واجب ہے۔ (اور وہ معاملہ) اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کے سوا کسی اور کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

{كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ} [البقرة: 213]

سب لوگ ایک دین پر تھے، پھر اللہ نے انبیاء خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بھیجے، اور ان کے ساتھ سچی کتاب نازل کی تاکہ لوگوں میں اس بات میں فیصلہ کرے جس میں اختلاف کرتے تھے، اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر انہیں لوگوں نے جنھیں وہ (کتاب) دی گئی تھی اس کے بعد کہ ان کے پاس روشن دلیلیں آچکی تھیں آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر اللہ نے اپنے حکم سے ہدایت کی ان کو جو ایمان والے ہیں اس حق بات کی جس میں وہ اختلاف کر رہے تھے، اور اللہ جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔

یہاں الکتاب اسمِ جنس ہے، جس سے مراد اللہ کی نازل کردہ ہر کتاب ہے، اس سے کوئی ایک معین کتاب مراد نہیں ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ} [البقرة: 177]

یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو بلکہ نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر۔

اس سے (اللہ کی) مراد کسی ایک معین کتاب پر ایمان لانا نہیں ہے، بلکہ یہ حکم تورات، انجیل، قرآن اور اللہ کی نازل کردہ ہر کتاب پر ایمان لانے کو شامل ہے؛ جیسا کہ سورۂ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{فَلِذَلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ} [الشورى: 15]

توآپ اسی دین کی طرف بلایئے، اور قائم رہیے جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور ان کی خواہشوں پر نہ چلیے، اور کہہ دو کہ میں اس پر یقین لایا ہوں جو اللہ نے کتاب نازل کی ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔

پس اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ کی نازل کردہ ہر کتاب پر ایمان لائیں اور ان لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کریں جن تک اللہ کا پیغام پہنچا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ} [الانعام: 19]

تاکہ تمہیں اس کے ذریعہ سے ڈراؤں اور اس کو بھی جس تک یہ قرآن پہنچے۔

پس ہر وہ شخص جس تک قرآن پہنچ گیا، وہ اس کا مخاطب ہے اور قرآن کا خطاب اسے شامل ہے۔ اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «میری طرف سے (لوگوں کو اللہ کے احکام) پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت ہو»

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ} [البقرة: 285]

رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا ہے اور مسلمانوں نے بھی مان لیا، سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے۔

دوسری قرأت میں (لفظ کتابہ صیغۂ واحد کے ساتھ) **وَكِتَابِهِ وَرُسُلِهِ** آیا ہے، اور یہ دونوں قرأتیں ایک دوسرے کے موافق (اور ہم معنی) ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً} [البقرة: 213]

سب لوگ ایک دین پر تھے۔

یعنی پھر وہ اس کے بعد اختلاف میں پڑ گئے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری سورۃ میں ارشاد فرمایا: اور تمام لوگ ایک ہی امت (دینِ واحد پر) تھے، پھر وہ مختلف ہو گئے۔ پس جب بنی آدم نے اختلاف کیا، تو اللہ نے انبیاء کو مژدہ سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب نازل فرمائی۔

یہ حکم اللہ کی نازل کردہ ہر اس کتاب کو شامل ہے تاکہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے اور اس کی کتاب لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے؛ پس لوگوں کے درمیان حقیقی حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کا حکم اس کی نازل کردہ کتابوں میں موجود ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی معاملے میں نزاع کریں تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹائیں۔

اللہ کی طرف معاملہ لوٹانے سے مراد اس کی کتاب کی طرف لوٹانا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی کتاب اور اپنے رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو اس کی کتاب اور اس کے رسول سے فیصلہ طلب نہیں کرتا؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا – وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا – فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا – أُولَئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا – وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا – فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا}[النساء:60–65]

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اس چیز پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں جو تجھ پر نازل کی گئی ہے اور اس چیز پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی، وہ چاہتے ہیں کہ اپنا فیصلہ شیطان سے کرائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اسے نہ مانیں، اور شیطان تو چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور جا ڈالے۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ جو چیز اللہ نے نازل کی ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ تب تو منافقوں کو دیکھے گا کہ تجھ سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ پھر کیسے (معذرت خواہ) ہوتے ہیں جب ان کے اپنے ہاتھوں سے لائی ہوئی مصیبت ان پر آتی ہے پھر تیرے پاس آکر خدا کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہمیں تو سوائے بھلائی اور باہمی موافقت کے اور کوئی غرض نہ تھی۔ یہ وہ لوگ ہیں اللہ جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے، پس تو انہیں نظرانداز کر اور انہیں نصیحت کر اور ان سے ایسی بات کہو جو ان کے دلوں میں اتر جائے۔ اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے، اور جب انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا تو تیرے پاس آتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کی معافی کی درخواست کرتا تو یقیناً یہ اللہ کو بخشنے والا رحم کرنے والا پاتے۔ سو تیرے رب کی قسم ہے یہ کبھی مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں پھر تیرے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور خوشی سے قبول کریں۔

پس یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ رسل جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں فرمایا ہے:

{لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ} [الحديد: 25]

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا۔

یہ حکم ان تمام رسولوں کو شامل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، اوران میں سب سے زیادہ اس کے حق دار وہ رسل ہیں جن کے بارے میں اللہ نے قرآن میں خبر دی ہے کہ اس نے انہیں اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے۔ پس اس سے ان مخالفین کے اس قول کا باطل ہونا ظاہر ہو گیا کہ اس سے مراد حواریون ہیں۔

تیسری وجہ: وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ} [الحديد: 25]

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازوئے (عدل) بھی بھیجی تاکہ لوگ انصاف کو قائم رکھیں، اور ہم نے لوہا بھی اتارا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں اور تاکہ اللہ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے، بے شک اللہ بڑا زور آور غالب ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ اس نے لوہا بھی نازل کیا ہے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ کون لوہے (یعنی تلوار واسلحہ) کے ذریعے اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ نصاریٰ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حواریوں اور عیسائیوں کو لوہے (تلوار واسلحہ) کے ساتھ کسی سے قتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

چوتھی وجہ: کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ارشاد فرمایا:

{وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً} [الحديد: 26]

اور ہم نے نوح اور ابراھیم کو بھیجا تھا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تھی، پس بعض تو ان میں راہِ راست پر رہے، اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں۔ پھر اس کے بعد ہم نے اپنے اور رسول بھیجے اور عیسٰی ابن مریم کو بعد میں بھیجا اور اسے ہم نے انجیل دی، اور اس کے ماننے والوں کے دلوں میں ہم نے نرمی اور مہربانی رکھ دی۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ (بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا)

کے بعد حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی رسالت کی خبر دینا ذکرِ خاص بعد العام عام کے ذکر کے بعد خاص کا ذکر کرنے کے قبیل سے ہے، تاکہ ان احکامات کو بیان کیا جائے جو ان خاص انبیاء کے ساتھ مخصوص تھے، جن کی وجہ سے وہ ان دیگر انبیاء سے ممتاز

ہوئے جو عام کے حکم میں داخل تھے۔ جیسے سلطان لشکر کو جہاد کا حکم دے اور پھر فلاں اور فلاں شخص کو یہ اور یہ کام کرنے کا حکم دے؛ اور اس کی مثال یہ ہے کہ کہا جائے: اس نے اپنے قاصد فلاں کی طرف بھیجے اور ان کی طرف فلاں خاص شخص کو بھیجا اور اسے یہ یہ حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ} [الحديد: 26]

اور ہم نے نوح اور ابراھیم کو بھیجا تھا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تھی۔

پس حضرت نوح علیہ السلام اُن تمام انسانوں کے دوسرے باپ ہیں جو طوفانِ نوح کے بعد پیدا ہوئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کو غرق کر دیا تھا سوائے کشتی والوں کے، اور حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں فرمایا: اور ہم نے ان ہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ طے فرمادیا کہ ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء ان ہی کی ذریت میں سے ہوں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا:

{وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ} [العنكبوت: 27]

اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیا اور اس کی نسل میں نبوت اور کتاب مقرر کر دی اور ہم نے اسے اس کا بدلہ دنیا میں دیا، اور وہ آخرت میں بھی البتہ نیکوں میں سے ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی رسالت کا ذکر کرنے کے بعد، اور یہ بیان فرمانے کے بعد کہ اس نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھا، یہ ارشاد فرمایا:

{ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ} [الحديد: 27]

پھر اس کے بعد ہم نے اپنے اور رسول بھیجے اور عیسیٰ ابن مریم کو بعد میں بھیجا اور اسے ہم نے انجیل دی۔

پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے نوح وابراہیم علیہما السلام کے نقشِ قدم پر اپنے دیگر رسولوں کو بھیجا، اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور انہیں انجیل عطا کی۔ اور یہ مسیح علیہ السلام سے پہلے کے رسول تھے اور ان میں آخری مسیح علیہ السلام ہیں۔ اور اللہ نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس نے مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے کسی کو رسول بنا کر بھیجا بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اس نے ان لوگوں کے دلوں میں شفقت اور رحمت پیدا کر دی جنہوں نے مسیح علیہ السلام کی پیروی کی؛ پس یہ کہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجنے سے اللہ کی مراد یہی لوگ (اتباعِ مسیح) ہیں؟ اور یہ دعویٰ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ جن کے ساتھ اللہ نے کتاب اور میزان نازل فرمائی وہ ان رسولوں کے بجائے —— جن کا تذکرہ ہوا اور جنہیں مسیح علیہ السلام سے پہلے مبعوث کیا گیا تھا —— صرف حواری تھے؟

پانچویں وجہ: کہ قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ حواری اللہ کے رسول تھے؛ بلکہ قرآن میں کہیں اس بات کی تصریح بھی نہیں کی گئی کہ اللہ نے انہیں مبعوث فرمایا تھا،البتہ سورہ یٰسین میں ارشاد فرمایا:

{وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ – إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُمْ مُرْسَلُونَ – قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ – قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ – وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ – قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ – قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ أَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ – وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَى قَالَ يَاقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ – اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ – وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ – أَأَتَّخِذُ مِنْ دُونِهِ آلِهَةً إِنْ يُرِدْنِ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُونِ – إِنِّي إِذًا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ – إِنِّي آمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ – قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَالَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ – بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ – وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ – إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ – يَاحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ} [يس:13–30]

اور ان سے بستی والوں کا حال مثال کے طور پر بیان کر جب کہ ان کے پاس رسول آئے۔ جب ہم نے ان کے پاس دو کو بھیجا انھوں نے ان کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے سے مدد کی پھر انہوں نے کہا ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔انہوں نے کہا کہ تم اور کچھ نہیں مگر ہماری طرح انسان ہو، اور رحمان نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم بس جھوٹ ہی بول رہے ہو۔انہوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے ہیں۔اور ہمارے ذمے کھلم کھلا پہنچادینا ہی ہے۔انہوں نے کہا کہ ہم نے تو تمہیں منحوس سمجھا ہے، اگر تم باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور تمہیں ہمارے ہاتھ سے ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔انہوں نے کہا تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے، کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے (تو اسے نحوست سمجھتے ہو)، بلکہ تم حد سے بڑھنے والے ہو۔اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، کہا اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو۔ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پانے والے ہیں۔اور میرے لیے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔کیا میں اس کے سوا دوسروں کو معبود بناؤں کہ اگر رحمان مجھے تکلیف دینے کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش کچھ بھی میرے کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں۔بے شک تب میں صریح گمراہی میں ہوں گا۔بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لایا پس میری بات سنو۔کہا گیا جنت میں داخل ہو جا،اس نے کہا اے کاش! میری قوم بھی جان لیتی۔کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت

والوں میں کر دیا۔اور ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد کوئی فوج آسمان سے نہ اتاری اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔ صرف ایک ہی چیخ تھی کہ جس سے وہ بجھ کر رہ گئے۔اے افسوس بندوں پر،ان کے پاس ایسا کوئی رسول نہیں آیا جس سے انہوں نے ہنسی نہ کی ہو۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس میں نہ تو اس بات کا کوئی ذکر ہے کہ یہ مبعوث کیے گئے قاصد حواریوں میں سے تھے،اور نہ ہی اس بات کا تذکرہ ہے کہ جن کی طرف یہ بھیجے گئے تھے وہ ان پر ایمان لائے تھے اس کلامِ الٰہی میں یہ ذکر ہے کہ وہ قوم جس کی طرف یہ تینوں بھیجے گئے تھے،اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک سخت چنگھاڑ نازل فرمائی تو وہ یکایک بجھ کر مردہ ہو کر رہ گئے۔

مفسرین کی ایک جماعت نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ (قاصد) حواریوں میں سے تھے اور وہ بستی انطاکیہ تھی کہ اس شخص کا نام حبیب نجار تھا، پھر ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے انہیں اپنی زندگی میں بھیجا تھا، لیکن نصاریٰ کے ہاں معروف بات یہ ہے کہ انطاکیہ کے لوگ حواریوں پر ایمان لے آئے تھے اور انہوں نے ان کی پیروی کی تھی،اللہ تعالیٰ نے انطاکیہ والوں کو ہلاک نہیں کیا تھا۔

قرآنِ مجید صاف طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی قوم کو ہلاک کر دیا تھا جو ان رسولوں پر ایمان لایا تھا۔

مزید یہ کہ نصاریٰ یہ کہتے ہیں: وہ قاصد مسیح علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد اہل انطاکیہ کے پاس آئے تھے،اور یہ کہ جو آئے تھے وہ صرف دو افراد تھے جن کا کوئی تیسرا (ساتھی) نہ تھا؛ کہا گیا ہے کہ ان میں سے ایک شمعون صفا (پیٹر) تھے اور دوسرے بولس (پال) تھے۔ نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ اہل انطاکیہ ان پر ایمان لے آئے تھے،اور وہ نہ تو حبیب نجار کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی شہر کے پرلے کنارے سے کسی مردِ مومن کے آنے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ بلکہ نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ شمعون اور بولس نے اللہ سے دعا کی تھی یہاں تک کہ اس نے بادشاہ کے بیٹے کو زندہ کر دیا؛ چنانچہ نصاریٰ کے ہاں منقولہ بات یہی ہے کہ قرآن میں مذکور یہ قاصد حواریوں میں سے نہ تھے،اور علماء مسلمین و مفسرین کے نزدیک یہی قول زیادہ صحیح ہے انہوں نے ذکر کیا ہے کہ سورہ یٰسین میں قرآن کے اندر جن قاصدوں کا تذکرہ ہے وہ حواریوں میں سے نہیں تھے، بلکہ وہ مسیح علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں؛ اور انہوں نے ان کے ایسے نام بتائے ہیں جو حواریوں کے ناموں کے علاوہ ہیں، جیسا کہ محمد بن اسحاق نے ذکر کرتے ہوئے کہا: سلمہ بن الفضل بیان کرتے ہیں کہ صاحبِ یٰسین (حبیب نجار) کا قصہ ان روایات میں سے ہے جو مجھے محمد بن اسحاق نے حضرت ابن عباس، کعب احبار اور وہب بن منبہ سے بیان کیں کہ: وہ شخص اہل انطاکیہ میں سے تھا اور اس کا نام حبیب تھا، وہ ریشم کا کام (بنائی) کرتا تھا اور ایک بیمار شخص تھا جسے جذام (کوڑھ) کے مرض نے گھیر رکھا تھا،اور اس کا گھر شہر کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے پاس تھا وہ ریشم کی تجارت کرتا تھا اور ایک ایسا صاحبِ ایمان شخص تھا جو صدقہ و خیرات بہت کرتا تھا۔ روایات کے مطابق وہ شام ہوتے ہی اپنی دن بھر کی کمائی جمع کرتا، پھر اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیتا؛ آدھے سے اپنے اہل و عیال کو کھانا کھلاتا اور آدھا صدقہ کر دیتا تھا۔ جس شہر یعنی انطاکیہ میں وہ رہتا تھا، وہاں فراعنہ میں سے ایک فرعون (جابر بادشاہ) حکمران تھا جسے انطخس بن انطنخس کہا جاتا تھا؛ وہ بتوں کو پوجتا تھا اور سخت مشرک تھا۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اپنے پیغامبر بھیجے جو کہ تین تھے: صادق، صدوق اور شلوم۔ اللہ نے ان میں سے پہلے دو کو اس بادشاہ اور شہر والوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا، پھر اللہ نے تیسرے (پیغامبر) کے ذریعے انہیں قوت بخشی ربیع بن انس نے ابو العالیہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں روایت کیا ہے کہ:

{وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ – إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ} [یس:13-14]

اور ان سے بستی والوں کا حال مثال کے طور پر بیان کر جب کہ ان کے پاس رسول آئے۔ جب ہم نے ان کے پاس دو کو بھیجا انھوں نے ان کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے سے مدد کی۔

تاکہ ان کے خلاف حجت مزید پختہ ہو جائے؛ چنانچہ وہ قاصد اس بستی والوں کے پاس آئے اور انہیں اللہ کی وحدانیت اور اس کی تنہا عبادت کی طرف بلایا جس کا کوئی شریک نہیں، مگر انہوں نے ان کو جھٹلا دیا۔ پھر وہ قاصد بستی کے ایک کنارے پر اپنی کھیتی میں موجود ایک شخص کے پاس آئے، تو اس شخص نے ان سے سوال کیا: تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ ہمیں اس بستی والوں کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ ہم انہیں خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلائیں جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس شخص نے ان سے کہا: کیا تم اس تبلیغ پر کوئی اجرت مانگتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں، یہ سن کر اس شخص نے جو کچھ اس کے ہاتھ میں تھا اسے ڈال دیا، پھر وہ اہل شہر کے پاس آیا۔

{قَالَ يَاقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ} [یس:20]

اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو۔ ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پانے والے ہیں۔

یہی قول درست ہے کہ یہ مرسلین مسیح علیہ السلام سے پہلے اللہ کے رسول تھے، اور یہ کہ وہ انطاکیہ کی طرف بھیجے گئے تھے اور حبیب نجار ان پر ایمان لائے تھے۔ پس وہ مسیح علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں اور شہر والوں نے ان رسولوں کی تصدیق نہیں کی تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خبر دی ہے؛ پھر اس ہلاکت کے بعد انطاکیہ دوبارہ آباد ہوا اور اس کے رہنے والے مشرک ہی تھے، یہاں تک کہ ان کے پاس وہ حواری آئے جو آئے، پس انطاکیہ والے ان کے ہاتھوں عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور دینِ مسیح علیہ السلام میں داخل ہو گئے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ انطاکیہ ان بڑے شہروں میں سے پہلا شہر ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے، اور یہ واقعہ ان کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد کا ہے۔ لیکن مفسرین میں سے جن لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ قرآن میں مذکور یہ قاصد عیسیٰ علیہ السلام کے رسول تھے اور وہ حواریوں میں سے تھے، تو یہ گمان کئی وجوہات کی بنا پر غلط ہے: ان وجوہات میں سے ایک یہ ہے: کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ مجید میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا جن کے پاس وہ رسول آئے تھے، جبکہ اہل انطاکیہ کے

پاس جب وہ لوگ آئے جنہوں نے انہیں دینِ مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) کی طرف دعوت دی، تو وہ ایمان لے آئے تھے اور انہیں ہلاک نہیں کیا گیا تھا۔

ان وجوہات میں سے ایک یہ بھی ہے: کہ قرآن میں ذکر کردہ رسول تین ہیں اور ان کے پاس شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا تھا، جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے جو لوگ آئے تھے وہ دو تھے اور ان کے پاس کوئی شخص دوڑتا ہوا نہیں آیا تھا، نہ حبیب نجار اور نہ ہی کوئی دوسرا۔

ان (وجوہات) میں سے ایک یہ بھی ہے: کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں براہِ راست رسول بنا کر نہیں بھیجا تھا، اور یہ ایک واضح فرق ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے کہ اس نے اہل مدین کو ظُلّہ (سائبان والے دن کے عذاب) سے ہلاک کر دیا تھا جب ان کے پاس شعیب علیہ السلام آئے تھے، اور قرآن ہی میں یہ بھی ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام وہاں تشریف لائے اور وہاں کے ایک شخص کی صاحبزادی سے نکاح کیا، تو بعض لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ وہ (صاحبزادی کے والد) شعیب علیہ السلام نبی ہی تھے۔ یہ گمان علمائے مسلمین، مثلاً ابن عباس، حسن بصری اور ابن جریج وغیرہ کے نزدیک غلط ہے؛ ان سب نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ جس شخص کے موسیٰ علیہ السلام داماد بنے تھے وہ شعیب علیہ السلام نبی نہیں تھے۔ ان کے شعیب علیہ السلام ہونے کی حکایت ایسے لوگوں سے مروی ہے جو علما میں معروف نہیں ہیں، اور یہ بات صحابہ کرام اور تابعین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہے؛ جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے مقام پر بیان کر دی ہے۔

اہل کتاب بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ جن کے موسیٰ علیہ السلام داماد بنے تھے وہ شعیب علیہ السلام نہیں تھے، بلکہ اہل مدین میں سے ایک شخص تھا؛ اور ان میں سے بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ وہ مدین نہیں ہے جس کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا تھا، واللہ اعلم۔

اسی طرح مفسرین نے ان مرسلین (بھیجے گئے قاصدوں) کے بارے میں دو قول ذکر کیے ہیں کہ آیا انہیں اللہ تعالیٰ نے (براہِ راست) بھیجا تھا یا انہیں مسیح علیہ السلام نے بھیجا تھا۔

ان دو اقوال میں سے ایک یہ ہے: کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے انہیں بطورِ رسول بھیجا تھا۔

ابو الفرج ابن جوزی نے کہا کہ یہی قرآن کا ظاہر ہے، اور یہی قول ابن عباس، کعب اور وہب بن منبہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: اور مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرمایا:

{إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً} [يس:29]

وہ تو بس ایک ہی سخت چنگھاڑ (چیخ) تھی۔

جبرائیل علیہ السلام نے شہر کے دروازے کے دونوں بازوؤں (چوکھٹوں) کو پکڑ لیا اوران پر ایک ہی سخت چیخ ماری، پس وہ یکا یک مر گئے اوران کی کوئی آہٹ سنائی نہ دیتی تھی، جیسے آگ بجھنے کے بعد (خاموش ہو جاتی ہے)۔اور یہی اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

{فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ} [یس:29]

پس وہ ناگاہ بجھ کر رہ گئے۔

یعنی وہ ایسے ساکت وخاموش ہو گئے جیسے بجھی ہوئی راکھ ہوتی ہے۔

لوگوں کے نزدیک یہ بات معلوم ومعروف ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد اہل انطاکیہ پر ایسا کوئی عذاب نہیں آیا، بلکہ وہ ان کا دین تبدیل ہونے سے پہلے ہی ایمان لے آئے تھے،اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر کاربند مسلمان اوران پر ایمان رکھنے والے رہے، یہاں تک کہ ان کا دین بدل دیا گیا۔اس کے بعد دین کی تبدیلی ہوئی؛اوراس بات کو واضح کرنے والی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اہل علم کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ تورات کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے حق کو جھٹلانے والی امتوں کو آسمانی عذاب کے ذریعے ہلاک نہیں کیا جو ان سب کو عام یعنی مکمل طور پر نیست ونابود کردے؛ جس طرح اس نے قومِ نوح، عاد، ثمود، قومِ لوط، فرعون اوران کے علاوہ دیگر قوموں کو ہلاک کیا؛ بلکہ تورات کے نزول کے بعد اس نے مومنین کو کفار کے ساتھ جہاد کا حکم دے دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک سے جابر و سرکش قوموں جبارین کے ساتھ قتال کا حکم دیا تھا،اس بستی کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذاب کے ذریعے ہلاک کر دیا تھا، پس یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ سورہ یٰسین میں ذکر کردہ یہ رسول موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوئے تھے،اوراس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کسی ایسے رسول کا ذکر نہیں فرمایا جسے اس کے سوا کسی اور نے بھیجا ہو، بلکہ اس نے صرف انہی رسولوں کا ذکر کیا ہے جنہیں خود اس نے مبعوث فرمایا تھا،مزید براں ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ} [یس:14]

جب ہم نے ان کے پاس دو کو بھیجا انھوں نے ان کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے سے مدد کی۔

پس اللہ تعالیٰ نے خود خبر دی ہے کہ یقیناً اسی نے انہیں رسول بنا کر بھیجا تھا؛ جس طرح اس نے خبر دی کہ بے شک اسی نے نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اوران کے علاوہ دیگر رسولوں کو بھیجا تھا،اور آیت کے الفاظ میں ہے:

{قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَٰنُ مِنْ شَيْءٍ} [یس:15]

انہوں نے کہا کہ تم اور کچھ نہیں مگر ہماری طرح انسان ہو۔

اسی کی مثال قرآن میں مشرکین کا اس شخص کو مخاطب کرنا ہے جس نے کہا: کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہی اسے بھیجا ہے اور اسی نے اس پر وحی نازل فرمائی ہے؛ (یہ خطاب) اس شخص کے لیے نہیں ہے جو کسی رسول کی طرف سے قاصد بن کر آیا ہو، یقیناً اس کلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{يَاحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ}[يس:30]

اے افسوس بندوں پر، ان کے پاس ایسا کوئی رسول نہیں آیا جس سے انہوں نے ہنسی نہ کی ہو۔

یہ کلام محض انہی رسولوں کے بارے میں ہے جو ان کے پاس اللہ کی طرف سے آئے تھے، نہ کہ ان کے بارے میں جو اللہ کے رسولوں کی طرف سے قاصد بن کر آئے تھے۔ یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان لوگوں کے لیے بطورِ مثال بیان فرمایا ہے جن کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا؛ وہ انہیں خبر دار کرتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ان سے بھی ویسا ہی انتقام نہ لے لے؛ جس طرح اس نے ان بستی والوں سے انتقام لیا؛ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مثال انہی جیسے رسولوں کی بیان کی جاتی ہے جو براہِ راست اللہ کے بھیجے ہوئے ہوں، نہ کہ ان کی جن کے ساتھی قاصد ان سے افضل ہوں۔ چنانچہ علمائے مسلمین کے اتفاق سے ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم حواریوں سے افضل ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کے بعد کوئی رسول مبعوث نہیں فرمایا بلکہ اس زمانے کو 'فترت' (رسولوں کی آمد کا وقفہ) کا زمانہ قرار دیا ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

{يَاأَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ}[المائدة:19]

اے اہل کتاب! تحقیق تمہارے پاس ہمارا پیغمبر آیا جو تمہیں صاف صاف بتلاتا ہے ایسے وقت میں جب کہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا۔

اسی طرح، اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے:

{إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُمْ مُرْسَلُونَ قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا}[يس:14]

جب ہم نے ان کے پاس دو کو بھیجا انھوں نے ان کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے سے مدد کی پھر انہوں نے کہا ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم اور کچھ نہیں مگر ہماری طرح انسان ہو۔

اگر وہ کسی رسول کے بھیجے ہوئے قاصد ہوتے تو تکذیب اسی کی ہوتی جس نے انہیں بھیجا تھا، اور ان کے اس قول میں یہ بات نہ ہوتی کہ: تم تو محض ہماری طرح کے انسان ہی ہو؛ (مخالفین کا یہ قول ان کے لیے) کوئی شبہ پیدا کرنے کا باعث نہ ہوتا، کیونکہ کوئی بھی اس بات کا انکار نہیں کرتا کہ اللہ کے رسولوں کے قاصد بھی انسان ہو سکتے ہیں، بلکہ انہوں نے تو اس بات کا انکار کیا تھا کہ اللہ کا براہِ راست رسول بشر انسان ہو۔ یہ بھی مدِ نظر رہے کہ اگر وہ دونوں کسی رسول کے بھیجے ہوئے قاصد ہوتے اور ان کی تکذیب کی جاتی، تو انہی کے لیے یہ کہنا ممکن ہوتا کہ: پس تم خود اس کی طرف قاصد بھیج دو جس نے ہمیں بھیجا ہے یا اس کے ساتھیوں کی طرف قاصد بھیج کر تحقیق

کر لو؛ کیونکہ وہ اہلِ شہر اس رسول کی طرف سے ہماری پیغام رسانی کی سچائی کو جان لیتے، بخلاف اس صورت کے جب وہ دونوں اللہ کے براہِ راست رسول ہوں؛ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی دلیل ہے کہ :

{إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ} [یس: 14]

جب ہم نے انہی کی طرف دو رسولوں کو بھیجا۔

جس طرح ان لوگوں کے بارے میں جنہیں محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہو، یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، چنانچہ نہ تو دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ انہیں اللہ نے بھیجا ہے، اور نہ ہی یہ بات مغیرہ بن شعبہ اور عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہما اور انہی جیسے دیگر افراد کے لیے کہی جائے گی جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد بنا کر بھیجا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم — نے زمین کے بادشاہوں کی طرف اپنے قاصد روانہ کیے؛ جیسا کہ دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کو قیصر کی طرف، عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کی طرف اور حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو مقوقس کی طرف بھیجا؛ جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

یہ بات معلوم و معروف ہے کہ ان قاصدین کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ اللہ نے انہیں بھیجا ہے، اور نہ ہی مسلمانوں کے نزدیک ان کا نام اللہ کے رسول رکھا جاتا ہے۔ نیز مسلمانوں کے اتفاقِ رائے سے یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہیں کہ :

{لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ } [الحدید: 25]

بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیاں دے کر بھیجا۔

پس جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے قاصدوں پر انہی کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید میں اللہ کے رسول کے اسمِ گرامی کا اطلاق نہیں ہوتا، تو یہ کہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ : یہ نام اللہ کے رسول ان کے علاوہ کسی دوسرے رسول کے بھیجے ہوئے قاصدوں پر صادق آتا ہے؛ حالانکہ یہاں مقصود قرآن کے معانی کی وضاحت اور وہ حقیقت بیان کرنا ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد سے مراد لی ہے :

{إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ} [یس: 13]

جب اس بستی میں رسول آئے؛ جب ہم نے انہی کی طرف دو رسولوں کو بھیجا۔

آیا اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہ ہستیاں ہیں جنہیں براہِ راست اللہ نے بھیجا ہو، یا وہ جنہیں اللہ کے رسول نے بھیجا ہو؟ جبکہ یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصدین اس طرح کے اطلاق (یعنی اللہ کے رسول

کہلانے) میں داخل نہیں ہیں، تو پھر جو شخص یہ کہے: کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے وہ لوگ مراد لیے ہیں جنہیں کسی دوسرے رسول نے بھیجا تھا، تو یقیناً اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا، خواہ جان بوجھ کر ایسا کیا ہو یا غلطی سے۔

فصل: سورہ بقرہ کی آیت {فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ} کی تفسیر میں ان (اہلِ باطل) کے قول کے فساد کا بیان

جو کچھ ہم نے (پہلے) ذکر کیا ہے، اس سے ان کے اس قول کا فساد (باطل ہونا) واضح ہو چکا ہے جو انہوں نے سورہ بقرہ کی آیت کی تفسیر میں کہا ہے؛ چنانچہ انہوں نے کہا، اور ان کا یہ قول سورہ بقرہ کی اس آیت کے بارے میں ہے:

{فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ} [البقرة: 213]

اور ان کے ساتھ سچی کتاب نازل کی تاکہ لوگوں میں اس بات میں فیصلہ کرے جس میں اختلاف کرتے تھے۔

انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے میری مراد اس کے بشارت دینے والے انبیاء اور اس کے رسول ہیں، اور اس سے ان کا رخ ان حواریین کی طرف ہے جنہوں نے دنیا کے ساتوں اقالیم کا چکر لگایا اور اس کتاب کی بشارت دی جو کہ انجیلِ طاہر ہے؛ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی مراد ابراہیم، موسیٰ، داؤد اور محمد (صلوات اللہ علیہم اجمعین) ہوتے تو وہ یوں فرماتا: اور ان کے ساتھ کتابیں (نازل کیں)؛ اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک پیغمبر ایک ایسی کتاب لایا تھا جو دوسرے کے پاس نہ تھی، جبکہ آیت میں صرف ایک ہی کتاب الکتاب کا ذکر فرمایا گیا ہے؛ کیونکہ حواریین کے سوا — جنہیں انجیلِ طاہر عطا کی گئی تھی — ایسی کوئی جماعت نہیں ہے جو ایک ہی کتاب کی بشارت دینے والی بنا کر بھیجی گئی ہو۔

پس ان سے کہا جائے گا کہ: (تمہاری اس بات کے جواب میں) وہ دلائل پہلے گزر چکے ہیں جو اس تفسیر کے فاسد (اور باطل) ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

اسی طرح، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

{كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً} [البقرة: 213]

لوگ ایک ہی امت تھے۔

یعنی پھر انہوں نے اختلاف کیا

{فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ} [البقرة: 213]

پھر اللہ نے انبیاء خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بھیجے۔

حواریین انبیاء میں سے نہیں ہیں، اگرچہ مسیح علیہ السلام نے انہیں تبلیغ کے لیے بھیجا تھا؛ اوران کے بھیجنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نبی ہوں، جیسا کہ ان قاصدین کا حال ہے جنہیں موسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے علاوہ دیگر انبیاء نے بھیجا تھا۔ اسی وجہ سے عام نصاریٰ انہیں رسل (قاصد) تو کہتے ہیں مگر انہیں انبیاء کا نام نہیں دیتے۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ نے (اسی آیت میں) یہ بھی فرمایا ہے کہ:

{وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ}

اور ان کے ساتھ کتاب نازل فرمائی۔

حواریین وہ نہیں ہیں جن کے ساتھ کتاب نازل ہوئی ہو، بلکہ کتاب تو صرف مسیح علیہ السلام کے ساتھ نازل ہوئی تھی، لیکن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تو جنسِ کتاب (یعنی کتاب کا کلّی تصور یا وحی الٰہی) نازل کی گئی تھی؛ کیونکہ لفظِ الکتاب اسمِ جنس ہے، چنانچہ اس میں وہ تمام کتابیں داخل ہیں جو نازل کی گئی ہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:

{وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ} [البقرة:177]

بلکہ نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

{كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ} [البقرة:285]

سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے۔

دوسری قرأت میں بھی یہی ہے (وَكِتَابِهِ وَرُسُلِهِ) اسی طرح مریم علیہا السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

{وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ} [التحريم:12]

اور اس نے اپنے رب کی باتوں کو اور اس کی کتابوں کو سچ جانا۔

اور دوسری قرأت میں (وَكِتَابِهِ) ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا ہے:

{كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ} [البقرة:213]

سب لوگ ایک دین پر تھے، پھر اللہ نے انبیاء خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بھیجے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ یونس میں ارشاد فرمایا ہے:

{وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا} [يونس:19]

اور وہ لوگ ایک ہی امت تھے پھر جدا جدا ہو گئے۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب بنی آدم نے اختلاف کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، ان کا یہ اختلاف مسیح علیہ السلام سے پہلے، بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے، بلکہ خلیل ابراہیم علیہ السلام سے پہلے، یہاں تک کہ نوح علیہ السلام سے بھی پہلے رونما ہوا تھا؛ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں گزریں اور وہ سب کے سب اسلام پر تھے، پھر ان میں شرک اور اختلاف پیدا ہو گیا، اور یہ اختلاف دو صورتوں میں ظاہر ہوا: کبھی تو وہ اس طرح اختلاف کرتے کہ ان میں سے بعض ایمان لاتے اور بعض کفر اختیار کرتے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَكِنِ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ} [البقرة: 253]

اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ جو ان پیغمبروں کے بعد آئے وہ آپس میں نہ لڑتے بعد اس کے کہ ان کے پاس صاف حکم پہنچ چکے تھے لیکن ان میں اختلاف پیدا ہو گیا پھر کوئی ان میں سے ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ} [الحج: 19]

یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں۔

یعنی اہل ایمان اور اہل کفر مراد ہیں، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اختلاف کرنے والے تمام کے تمام باطل پر ہوتے ہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ} [البقرة: 176]

اور بے شک جنہوں نے کتاب میں اختلاف کیا البتہ ضد میں بہت دور جا پڑے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

{وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ} [هود: 118]

اور ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے مگر جس پر تیرے رب نے رحم کیا۔

اور مزید یہ کہ، انجیل میں لوگوں کے مابین ان کے اختلافات کا فیصلہ کرنے کے لیے احکامات اور قوانین موجود نہیں ہیں، بلکہ اس کا بیشتر حصہ مواعظ، وصیتوں اور مسیح علیہ السلام کے احوال واخبار پر مشتمل ہے؛ بخلاف تورات اور قرآن کے۔ کیونکہ ان دونوں کتابوں یعنی تورات اور قرآن میں لوگوں کے باہمی اختلافات کا فیصلہ کرنے کے حوالے سے ایسے احکامات موجود ہیں جو انجیل میں نہیں ہیں۔

اسی طرح، مزید برآں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ} [البقرة: 213]

جس میں اختلاف کرتے تھے، اور اس میں اختلاف نہیں کیا مگر انہیں لوگوں نے جنھیں وہ (کتاب) دی گئی تھی اس کے بعد کہ ان کے پاس روشن دلیلیں آچکی تھیں آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر اللہ نے اپنے حکم سے ہدایت کی ان کو جو ایمان والے ہیں اس حق بات کی جس میں وہ اختلاف کر رہے تھے۔

یہ آیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائی جو ایمان لائے، جبکہ اہل کتاب نے علم آجانے کے بعد محض آپس کی ضد اور سرکشی کی بنا پر حق کے معاملے میں اختلاف کیا تھا۔ اور یہ ان اہل کتاب کی مذمت ہے جنہوں نے کتاب دیے جانے کے باوجود اس میں اختلاف پیدا کیا۔

نصاریٰ اس مذمت میں بطورِ خاص داخل ہیں؛ اور اگر یہاں لفظِ کتاب سے مراد صرف انجیل ہوتی تو پھر غیروں کے بجائے صرف وہی اس مذمت کے مستحق ٹھہرتے، حالانکہ حقیقت ایسی نہیں ہے، بلکہ یہودی اور ان کے علاوہ دیگر گروہ جنہوں نے حق میں اختلاف کیا، وہ بھی اسی طرح مذموم ہیں۔ اور درحقیقت تعریف اور مدح کے مستحق تو وہ اہلِ ایمان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اِذن سے اس حق کی طرف ہدایت عطا فرمائی جس میں ان اہلِ کتاب نے اختلاف کیا تھا۔ یہ حکم یقینی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو شامل ہے، اور ممکن ہے کہ ان تمام مومنین کو بھی شامل ہو جو سابقہ امتوں میں سے گزرے ہیں، جیسے وہ لوگ جو موسیٰ علیہ السلام، مسیح علیہ السلام اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دین پر قائم تھے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ} [البقرة: 62]

جو کوئی مسلمان اور یہودی اور نصرانی اور صابئی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور اچھے کام بھی کرے تو ان کا اجر ان کے رب کے ہاں موجود ہے اور ان پر نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔

بہر حال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا معاملہ تو وہ سب سے نمایاں ہے، پس بے شک اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو اپنے اِذن سے اس حق کی طرف ہدایت دی جس میں ان سے پہلی امتوں نے اختلاف کیا تھا، اور یہ بات بالکل واضح ہے؛ کیونکہ یہ امت باطل کے دو کناروں کے درمیان حق اور عدلِ وسط (میانہ روی) پر قائم ہے۔ یہ بات مسلمانوں کے اس حق کی پیروی کرنے میں بالکل ظاہر ہے جس میں یہود و نصاریٰ نے اختلاف کیا تھا؛ خواہ وہ اختلاف توحید، انبیاء علیہم السلام، اخبار (گزشتہ واقعات کی خبروں)، قانون سازی، نسخِ احکام، حلال و حرام اور انبیاء کی تصدیق و تکذیب وغیرہ کے معاملات میں ہو۔

رہا توحید کا معاملہ، تو یہودیوں نے خالق کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا اور ربِ قدیر سبحانہ و تعالیٰ کو ایسی نقائص والی صفات کے ساتھ متصف کیا جو صرف مخلوق کے ساتھ خاص ہیں، چنانچہ انہوں نے کہا کہ: اللہ فقیر ہے، بخیل ہے، اور (نعوذ باللہ) وہ تھک جاتا ہے؛ اور اس کے علاوہ (دیگر کفریہ باتیں کیں)۔

اور نصاریٰ نے مخلوق کو خالق کی صفات سے متصف کر دیا، یعنی وہ صفاتِ کمال جو صرف خالق کے ساتھ خاص ہیں؛ چنانچہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ آسمانوں اور زمین کے خالق ہیں، قدیم و ازلی ہیں، غیب کا مکمل علم رکھنے والے (علام الغیوب) ہیں، ہر چیز پر قادر ہیں اور:

{اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ} [التوبة: 31] الْآيَةَ

انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا ہے۔

رہے مسلمان، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس حق کی طرف ہدایت عطا فرمائی جس میں ان اہلِ کتاب نے اختلاف کیا تھا؛ پس نہ تو انہوں نے خالق کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا اور نہ ہی مخلوق کو خالق کے مانند ٹھہرایا، بلکہ انہوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے ان تمام صفاتِ کمال کو ثابت مانا جن کا وہ مستحق ہے اور اسے تمام نقائص و عیوب سے پاک و منزہ قرار دیا انہوں نے یہ اقرار کیا کہ وہ احد ہے، کوئی بھی چیز اس کی مثل نہیں ہے، اور صفاتِ کمال میں سے کسی بھی صفت میں کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے؛ چنانچہ انہوں نے یہودیوں کے برعکس اللہ تعالیٰ کو تمام نقائص سے پاک مانا، اور نصاریٰ کے برخلاف اسے مخلوق کی مماثلت (اور ہمسری) سے بلند و برتر تسلیم کیا۔

رہے انبیاء علیہم السلام، تو یہودیوں نے ان میں سے بعض کو قتل کیا اور بعض کی تکذیب کی؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ} [البقرة: 87]

کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم لایا جسے تمہارے دل نہیں چاہتے تھے تو تم اکڑ بیٹھے، پھر ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کیا۔

نصاریٰ نے انبیاء کے معاملے میں ان کے ساتھ اور ان کے علاوہ دیگر ہستیوں کے ساتھ شرک کیا؛ چنانچہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کی عبادت کی، بلکہ اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا، اور حواریوں کو اللہ کی طرف سے مستقل رسول اور شارع کا درجہ دے دیا اور انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ انسان اپنی اطاعت و بندگی کے ذریعے انبیاء علیہم السلام کے مرتبے کو پہنچ جاتا ہے؛ نیز انہوں نے انبیاء اور صالحین کے مجسمے اور تصویریں بنائیں اور ان کی وفات کے بعد انہیں پکارنے اور ان سے شفاعت طلب کرنے لگے اور جب ان میں کوئی صالح آدمی فوت ہو جاتا، تو وہ اس کی قبر پر مسجد (عبادت گاہ) تعمیر کر لیتے اور اس میں ان کی تصویریں اور مجسمے بنا دیتے۔

صحیحین (بخاری و مسلم) میں مروی ہے کہ «نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشہ کی سرزمین کے ایک گرجے کا ذکر کیا گیا، اور اس کی خوبصورتی اور اس میں موجود تصاویر کا تذکرہ ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی

نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر عبادت گاہ (مسجد) تعمیر کر لیتے اور اس میں یہ تصویریں بنا دیتے۔ یہ لوگ روزِ قیامت اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہوں گے»

رہے مسلمان، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے اِذن سے اس حق کی طرف ہدایت دی جس میں دوسرے گروہوں نے اختلاف کیا تھا۔ چنانچہ وہ اللہ کے تمام انبیاء پر ایمان لائے اور انہوں نے ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی ایمان لانے میں تفریق نہیں کی؛ اور نہ ہی انہوں نے انبیاء کے حق میں نصاریٰ کی طرح غلو کیا اور نہ ہی یہودیوں کی طرح ان کی شان میں گستاخی اور کمی کے مرتکب ہوئے اسی طرح یہودیوں نے ان لوگوں کو قتل کیا جو انہیں انصاف کا حکم دیتے تھے، اور نصاریٰ ایسے لوگوں کی اطاعت کرتے ہیں جو انہیں شرک کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ یقیناً شرک ایک بہت بڑا ظلم ہے نصاریٰ ایسے لوگوں کی اطاعت کرتے ہیں جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے ہیں، جبکہ مسلمان صرف ان کی اطاعت کرتے ہیں جو انہیں اللہ کی فرمانبرداری کا حکم دیتے ہیں، اور وہ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہیں کرتے جو انہیں اللہ کی نافرمانی کا حکم دے۔ نصاریٰ میں اللہ کے ساتھ شرک پایا جاتا ہے جبکہ یہودیوں میں اللہ کی عبادت سے تکبر پایا جاتا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

{اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ} [التوبة: 31]

انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا ہے اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی، حالانکہ انہیں حکم یہی ہوا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔

(اسی طرح) اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

{أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ} [البقرة: 87]

کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم لایا جسے تمہارے دل نہیں چاہتے تھے تو تم اکڑ بیٹھے، پھر ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کیا۔

اور اسلام یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ اکیلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے، پس وہ اسی اکیلے کی ان احکامات کے مطابق عبادت کرے جن کا اس نے حکم دیا ہے۔ چنانچہ جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور کے سامنے بھی سرِ تسلیم خم کیا (یعنی کسی اور کی بھی ایسی ہی اطاعت و عبادت کی)، تو وہ مشرک ٹھہرا؛ اور اللہ تعالیٰ اس بات کو ہرگز معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور جو شخص اللہ کے حضور سرِ تسلیم خم نہ کرے، بلکہ اس کی عبادت سے تکبر برتے، تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں کہا گیا:

{ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ} [غافر: 60]

مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں عنقریب وہ ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے۔

اسی وجہ سے تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیں اللہ ہی کے فرماں بردار (مسلم) تھے، وہ صرف اسی اکیلے کی ان احکامات کے مطابق عبادت کرتے تھے جن کا اس نے انہیں حکم دیا تھا، اگرچہ ان کی شریعتیں (حالات کے مطابق) مختلف تھیں۔ چنانچہ مسیح علیہ السلام ہمیشہ سے ہی مسلمان (یعنی اللہ کے فرماں بردار) رہے، جب وہ تورات کی شریعت کی پیروی کرتے تھے اور اس وقت بھی جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تورات کے کچھ احکامات کو منسوخ فرمادیا تھا۔

اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمیشہ سے مسلمان (یعنی اللہ کے فرماں بردار) رہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز ادا فرماتے تھے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز ادا فرمائی، اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا، تو وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے پابند ٹھہرائے گئے، اور حقیقت میں اللہ کی عبادت کا مطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی تھا۔ پس جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کی، وہ اللہ کا عبادت گزار نہیں تھا، لہذا وہ مسلمان بھی نہیں تھا۔

اور جہاں تک تشریع (قانون سازی) کا تعلق ہے، تو یہودیوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بات کا حکم دے دیا، اس کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ اسے منسوخ کردے (یعنی ان کے نزدیک نسخ الٰہی محال ہے)۔

اور نصاریٰ نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بات کا حکم دیا ہو، اس کے اکابرین (بڑے پادریوں) کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے منسوخ کردیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اس حق کی طرف ہدایت دی جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا، تو انہوں نے کہا: بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی شریعت میں سے جس چیز کو چاہے منسوخ کردے، یہ یہودیوں کے عقیدے کے برعکس ہے۔ اور کسی مخلوق کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ خالق کی شریعت میں سے کسی چیز کو تبدیل کرے، یہ نصاریٰ کے طرزِ عمل کے برعکس ہے۔

جہاں تک حلال و حرام اور طہارت و نجاست کا معاملہ ہے، تو یہودیوں پر بطورِ سزا بہت سی پاکیزہ چیزیں حرام کردی گئی تھیں اور ان پر نجاستوں کی صفائی کے معاملے میں بہت سختی کی گئی تھی۔ یہاں تک کہ انہیں حائضہ عورت کے ساتھ کھانا کھانے اور ایامِ مخصوصہ میں اس کے ساتھ ایک گھر میں بیٹھنے سے بھی روک دیا گیا تھا، اور کپڑے یا بدن سے نجاست دور کرنے میں سخت پابندیاں تھیں نیز ان پر اوجھڑی کی چربی، گردوں کی چربی اور ہر ناخن والا جانور حرام کردیے گئے تھے، اور ان کے علاوہ بھی دیگر سختیاں ان پر کی گئی تھیں۔

مسیح علیہ السلام نے ان یہودیوں کے لیے ان میں سے کچھ چیزوں کو حلال کر دیا جو ان پر حرام کر دی گئی تھیں، تو نصاریٰ نے ان کا مقابلہ اس طرح کیا کہ انہوں نے کہا: کوئی بھی چیز حرام نہیں ہے، نہ خنزیر اور نہ ہی اس کے علاوہ کچھ اور، بلکہ (ان کے نزدیک) کوئی چیز نجس بھی نہیں ہے نہ پیشاب اور نہ ہی کوئی اور چیز اور ان کا گمان یہ ہے کہ ان کے بعض اکابرین نے (خواب یا کشف میں) ایک چادر دیکھی جس میں جانوروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اور ان سے کہا گیا: جو جی چاہے وہ کھاؤ اور جسے ناپسند کرو اسے چھوڑ دو؛ اور یہ کہ ان کے لیے تمام جانور مباح کر دیے گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے محض اسی بنیاد پر تورات کی شریعت کو منسوخ کر دیا، چنانچہ ان کے نزدیک حلال وہی ہے جس کی ان کے جی نے خواہش کی، اور حرام وہ ہے جسے ان کے نفس نے ناپسند کیا پس اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اس حق کی طرف ہدایت دی جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا، چنانچہ اللہ نے ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کر دیا اور گندی و ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہرایا۔ اور ان سے وہ بوجھ اور وہ طوق اتار دیے جو بنی اسرائیل پر مسلط تھے، یہ یہودیوں کے طرزِ عمل کے برعکس ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں طہارت کا حکم دیا، یعنی حدث (بے وضو ہونے) اور خبث (ظاہری نجاست) سے پاکی حاصل کرنا، جو کہ نصاریٰ کے عقیدے اور طرزِ عمل کے بالکل برعکس ہے۔ مسیح علیہ السلام کو یہودیوں نے (نعوذ باللہ) ولد الزنا، جھوٹا اور جادو گر قرار دیا، نصاریٰ نے انہیں مسیح علیہ السلام کو خود اللہ، زمین و آسمان کا خالق قرار دے دیا؛ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ایمان والوں کو اس حق کی طرف ہدایت عطا فرمائی جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا۔ پس اہلِ ایمان نے گواہی دی کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں، یہ نصاریٰ کے عقیدے کے برعکس ہے؛ اور یہ کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور دنیا و آخرت میں ذی عزت (وجیہ) اور مقربینِ بارگاہِ الٰہی میں سے ہیں، یہ یہودیوں کے نظریے کے برعکس ہے۔ اور جہاں تک تصدیق اور تکذیب کا معاملہ ہے، پس یہودیوں کا شیوہ حق کو جھٹلانا ہے، جبکہ نصاریٰ کا شیوہ باطل کی تصدیق کرنا ہے۔ چنانچہ یہودیوں نے ان انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا جنہیں انہوں نے جھٹلانا چاہا، حالانکہ وہ انبیاء حق لے کر آئے تھے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ} [البقرة: 87]

کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم لایا جسے تمہارے دل نہیں چاہتے تھے تو تم اکڑ بیٹھے، پھر ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کیا۔

اور نصاریٰ عقل اور شریعت کے لحاظ سے ناممکن (اور باطل) باتوں کی تصدیق کر دیتے ہیں؛ جیسا کہ انہوں نے تثلیث (تین خداؤں کا عقیدہ)، اتحاد (خدا اور انسان کے ایک ہونے کا عقیدہ) اور اس طرح کی دیگر محال (ناممکن) باتوں کی تصدیق کر لی۔

فصل:ان کے اس قول کا رد کہ قرآن ان کے حق میں گواہی دیتا ہے کہ وہ اللہ کے انصار ہیں

پھر انہوں نے قرآن کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ ان کے حق میں گواہی دیتا ہے کہ وہ اللہ کے انصار ہیں، چنانچہ قرآن فرماتا ہے، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے فرمایا: اللہ کی راہ میں میرا مدد گار (انصار) کون ہے؟ قرآن کہتا ہے:

{الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَآمَنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ} [الصف:14]

حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مدد گار ہیں، پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہو گیا، پھر ہم نے ایمان داروں کو ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا پھر تو وہی غالب ہو کر رہے۔

پس کہا جائے گا: یہ بات حق ہے کہ حواری مومن اور مسلمان تھے اور وہ اللہ کے انصار (مدد گار) بھی تھے؛ لیکن اس آیت میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ وہ اللہ کے رسول تھے، اور نہ ہی اس میں یہ دلیل ہے کہ تم لوگ آج جس دین پر قائم ہو وہ سب کا سب ان حواریوں سے لیا گیا ہے اور نہ ہی اس آیت میں یہ بات ہے کہ حواریوں میں سے کوئی ایک فرد بھی غلطی سے معصوم ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مومنین کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کے انصار بن جائیں؛ جیسا کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے اس قول کے ذریعے اس کا مطالبہ کیا تھا:

{مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ} [الصف:14]

اللہ کی راہ میں میرا مدد گار (انصار) کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کے رہنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اپنے اس قول کے ذریعے 'اللہ کے انصار' کے طور پر موصوف کیا ہے:

{وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ} [التوبة:100]

اور جو لوگ قدیم میں پہلے ہجرت کرنے والوں اور مدد دینے والوں میں سے ہیں اور وہ لوگ جو نیکی میں ان کی پیروی کرنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔

مہاجرین درجے میں انصار سے افضل ہیں، حالانکہ وہ بھی اللہ کے انصار (مدد گاروں) میں سے ہی ہیں جنہوں نے اللہ کے دین کی نصرت کی؛ جس طرح انصار نے اللہ کے دین کی نصرت کی اسی طرح مہاجرین نے بھی کی، لیکن چونکہ مہاجرین کے لیے ایک ایسا نام

مہاجر پہلے سے موجود تھا جو ان کے ساتھ خاص تھا اور وہ دونوں ناموں میں سے زیادہ فضیلت والا ہے، اس لیے انصار کا نام اہلِ مدینہ کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا۔ مسلمانوں کے نزدیک مہاجرین اور انصار صحابہ کرام، موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں اور عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں سے کہیں زیادہ افضل ہیں۔

اس کے باوجود، مسلمانوں کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے نہ تو کوئی نبی ہے اور نہ ہی اللہ کا رسول، البتہ ان میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے قاصد اور نمائندے (رسل) موجود تھے۔

فصل: ان کے اس دعوے کا رد کہ اسلام ان کی انجیل کی تعظیم کرتا ہے جو ان کے پاس موجود ہے

فَصْلٌ

نصاریٰ نے کہا: اور جہاں تک ہمارے پاس موجود انجیل اور (دیگر مقدس) کتابوں کی تعظیم کا تعلق ہے، تو قرآن کہتا ہے:

{وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ} [المائدة: 48]

ہم نے تجھ پر سچی کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔

اور قرآن نے سورہ آلِ عمران میں فرمایا:

{الم – اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ – نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ – مِنْ قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ} [آل عمران: 1–4]

ال مٓ۔ اللہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، نظامِ کائنات کا سنبھالنے والا ہے۔ اُس نے تجھ پر یہ سچی کتاب نازل فرمائی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اُسی نے اس کتاب سے پہلے تورات اور انجیل نازل فرمائی۔ وہ کتابیں لوگوں کے لیے راہ نما ہیں۔

قرآن نے سورہ البقرہ میں فرمایا:

{الم – ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ – الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ – وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ – أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ} [البقرة: 1–5]

ال مٓ۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی بھی شک نہیں، پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔ جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں خرچ کرتے ہیں۔ اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ پر، اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا، اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں۔ وہی لوگ اپنے رب کے راستہ پر ہیں، اور وہی نجات پانے والے ہیں۔

پس کتاب سے میری مراد انجیل ہے، اور وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں سے مراد ہم نصاریٰ ہیں جو مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے بغیر ان کو دیکھے، پھر اس نے اپنی بات کو اس قول کے ساتھ جاری رکھا:

{وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ} [البقرة:4]

اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ پر، اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا۔

پس ان سے میری مراد وہ مسلمان ہیں جو اس وحی پر ایمان لائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور جو ان سے پہلے نازل ہوا؛ اور قرآن نے سورہ المائدہ میں فرمایا:

{وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ - وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ} [المائدة:46-47]

اور ڈرنے والوں کے لیے نصیحت تھی۔ اور چاہیے کہ انجیل والے اس کے موافق حکم کریں جو اللہ نے اس میں اتارا ہے، اور جو شخص اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو پھر وہی لوگ نافرمان ہیں۔

اس قرآن نے سورہ آلِ عمران میں فرمایا:

{فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ} [آل عمران:184]

پھر اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تجھ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے جو نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لائے۔

پس کتابِ منیر (روشن کتاب) سے میری مراد پھر وہی انجیلِ مقدس ہے (جس کا ذکر ہوا)۔ اور قرآن نے مزید فرمایا:

{فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ} [يونس:94]

سو اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے تیری طرف اتاری تو ان سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں، بے شک تیرے پاس تیرے رب سے حق بات آئی ہے سو شک کرنے والوں میں ہرگز نہ ہو۔

پس اس (استدلال) سے ہماری بات ثابت ہو گئی، اور ہماری اس انجیل اور ان کتابوں سے جو ہمارے ہاتھوں میں ہیں تحریف، تبدیلی اور تغیر کے تمام الزامات کی نفی ہو گئی، کیونکہ اس قرآن نے ان کی تصدیق کر دی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے: اس بات کو جان لینے کے بعد کہ سورہ المائدہ کی پہلی آیت کے الفاظ یہ ہیں:

{وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ} [المائدة:48]

ہم نے تجھ پر سچی کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کے مضامین پر نگہبانی کرنے والی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ : جہاں تک خاتم الرسل، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، اللہ تعالی کی طرف سے ان سے پہلے نازل کردہ کتب اور ان سے پہلے تشریف لانے والے انبیاء کی تصدیق کرنے کا تعلق ہے تو یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے بطریقِ ضرورت (بدیہی طور پر) معلوم ہے، اور اسے ایسی واضح شہرت اور تواتر حاصل ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مخلوق کی طرف بعثت کو حاصل ہے، اور یہ ایمان کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

{قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ – فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ}[البقرة:136–137]

کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو ابراھیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم کسی ایک میں ان میں سے فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ پس اگر وہ بھی ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پا گئے، اور اگر وہ نہ مانیں تو وہی ضد میں پڑے ہوئے ہیں، سو تمہیں ان سے اللہ کافی ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

{قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ – وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ}[آل عمران:84–85]

کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ ابراھیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور سب نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ملا، ہم ان میں سے کسی کو جدا نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

اور فرمایا:

{لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ

وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ} [البقرة:177]

یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو بلکہ نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر، اور اس کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں مال دے، اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے، اور جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں جب وہ عہد کر لیں، اور تنگدستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ - لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ} [البقرة:285-286]

رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا ہے اور مسلمانوں نے بھی مان لیا، سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے، (کہتے ہیں کہ) ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے، اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور مان لیا، اے ہمارے رب تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ کسی کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتا، نیکی کا فائدہ بھی اسی کو ہوگا اور برائی کی زد بھی اسی پر پڑے گی، اے رب ہمارے! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہمیں نہ پکڑ، اے رب ہمارے! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا، اے رب ہمارے! اور ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوا جس کی ہمیں طاقت نہیں، اور ہمیں معاف کر دے، اور ہمیں بخش دے، اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا کارساز ہے، کافروں کے مقابلہ میں تو ہماری مدد کر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تورات اور انجیل کی تصدیق کرنا قرآن مجید کے کئی مقامات پر مذکور ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ} [المائدة:48]

ہم نے تجھ پر سچی کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کے مضامین پر نگہبانی کرنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ} [الزمر:23]

اللہ ہی نے بہترین کلام نازل کیا ہے یعنی کتاب باہم ملتی جلتی ہے (اس کی آیات) دہرائی جاتی ہیں۔

اور فرمایا:

{نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ} [یوسف: 3]

ہم تیرے پاس بہت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں اس واسطے کہ ہم نے تیری طرف یہ قرآن بھیجا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ اس نے اس قرآن کو اپنے سے پہلے کی آسمانی کتابوں پر مہیمن بنا کر نازل کیا ہے۔ اور مہیمن سے مراد وہ گواہ، امانت دار اور حاکم ہے جو ان کتابوں میں موجود حق کی گواہی دیتا ہے اور ان میں کی گئی تحریف کی نفی کرتا ہے یہ قرآن ان کتابوں کے ان احکام کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کرتا ہے جنہیں اللہ نے برقرار رکھا، اور ان میں سے انہیں منسوخ کرتا ہے جنہیں اللہ نے منسوخ فرمادیا؛ اور یہ قرآن اس معاملے میں ان کتابوں پر امین و نگران ہے۔ نیز اللہ نے خبر دی ہے کہ یہ قرآن بہترین کلام اور بہترین قصص پر مشتمل ہے اور اس میں یہ بات شامل ہے کہ جو کوئی بھی منسوخی سے قبل تورات کے احکام میں سے کسی چیز کو بدلے بغیر اس پر کاربند تھا، تو وہ اہل ایمان اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہے، اور اسی طرح وہ شخص بھی جو منسوخی سے قبل انجیل کے احکام میں کسی قسم کی تبدیلی کیے بغیر اس پر مضبوطی سے کاربند رہا تو وہ اہل ایمان اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہے؛ لیکن اس بیان میں ان لوگوں کے لیے کوئی مدح و ستائش نہیں ہے جو کسی بدلے ہوئے تحریف شدہ دین پر قائم ہوں، چہ جائیکہ ان لوگوں کی تعریف کی جائے جو ایسے دین سے وابستہ ہوں جو منسوخ ہو چکا ہے اور اس نبی پر ایمان نہ لایا جسے اللہ نے اس کی طرف رسول بنا کر بھیجا، اور نہ ہی ان کتابوں پر ایمان لایا جو اس پر نازل کیں؛ بلکہ قرآن نے کئی مقامات پر یہود و نصاریٰ کے اس کفر کو واضح کیا ہے جو انہوں نے پہلی کتاب کو تبدیل کر کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لا کر کیا ہے۔

رہا ان کا اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تاویل کرنا:

{ذَلِكَ الْكِتَابُ} [البقرة: 2]

یہ وہ کتاب ہے۔

کہ وہ انجیل ہے اور

{الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ} [البقرة: 3]

جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں خرچ کرتے ہیں۔

ان کا یہ گمان کرنا کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں، تو یہ کلام کو اس کے اصل مقام سے پھیرنے (تحریفِ لفظی و معنوی) اور کلام اللہ کو بدلنے کے مترادف ہے؛ جیسا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں بھی کیا ہے:

{وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا} [آل عمران: 85]

اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے۔

(جیسا کہ انہوں نے)اللہ تعالیٰ کے اس قول:بِإِذْنِي(میرے حکم سے)کے بارے میں یہ کہا کہ اس سے مراد لاہوت (شانِ الوہیت)ہے،اور جیسے اس قول میں:

{اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ}[الفاتحة:6]

ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

اس کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے،انہوں نے قرآن کی ایسی تاویلات کی ہیں جو اللہ کی مراد اور منشا کے خلاف ہیں؛اور یہی وہ بات ہے جو اس حقیقت کی تائید کرتی ہے کہ انہوں نے تورات اور انجیل کے ساتھ بھی ایسا ہی تحریف والا معاملہ کیا تھا۔پس جب قرآن جس کی تفسیر اور اس کے عام و خاص معانی کی مراد پوری طرح پہچانی جا چکی ہے،اور یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر تواتر کے ساتھ نقل ہوا ہے کہ اس کے معنی کا علمِ یقینی اور اضطراری(بدیہی)طور پر ادراک ہو چکا ہے اس کے باوجود اگر یہ لوگ اس کے معنی بدل دیتے ہیں اور کلام کو اس کے اصل مقامات سے پھیر دیتے ہیں،تو پھر یہ تورات اور انجیل کے ساتھ کیا کچھ نہ کرتے ہوں گے،جب کہ ان کتب کے الفاظ اور معنی اس طرح تواتر کے ساتھ نقل بھی نہیں ہوئے؛جس طرح قرآن کے الفاظ اور معنی نقل ہوئے ہیں،اور مزید یہ کہ ان کتابوں کے پیروکاروں میں کوئی ایسا نہیں ہے جو ان کے الفاظ اور معانی کا اس طرح دفاع کرتا ہو،جس طرح مسلمان قرآن کے الفاظ اور معانی کا دفاع کرتے ہیں۔

ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس قول نے دھوکے میں ڈال دیا:

{ذَلِكَ الْكِتَابُ}[البقرة:2]

یہ وہ کتاب ہے۔

پس انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ چونکہ لفظِ ذٰلِکَ(اس)کے ذریعے غائب کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے،اس لیے یہاں بھی اس کے ذریعے انجیل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

پس ان سے کہا جائے گا:اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تو بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ اس کا یہ ارشاد ہے:

{ذَلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ}[آل عمران:58]

یہ آیتیں ہم تمہیں پڑھ کر سناتے ہیں اور نصیحت حکمت والی۔

اس کے ذریعے اشارہ اس کلام کی طرف ہے جسے اس نے اس آیت سے پہلے تلاوت فرمایا تھا،اور اسی طرح اس کے اس قول:

{وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ}[الممتحنة:10]

اور جو تم نے ان عورتوں پر خرچ کیا تھا مانگ لو اور جو انہوں نے خرچ کیا کہ وہ مانگ لیں، اللہ کا یہی حکم ہے، جو تمہارے لیے صادر فرمایا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول:

{فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ذَلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ} [الطلاق:2]

پس جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں دستور سے رکھ لو یا انہیں دستور سے چھوڑ دو اور دو معتبر آدمی اپنے میں سے گواہ کر لو اور اللہ کے لیے گواہی پوری دو، یہ نصیحت کی باتیں انہیں سمجھائی جاتی ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا وہ قول ہے جو اس نے یوسف صدیق علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

{ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ} [یوسف:102]

(اے محمد) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تیرے ہاں بھیجتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

{ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ} [آل عمران:44]

یہ غیب کی خبریں ہیں ہم بذریعہ وحی تمہیں اطلاع دیتے ہیں، اور تو ان کے پاس نہیں تھا جب اپنا قلم ڈالنے لگے تھے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے تذکرے کے وقت فرمایا جن میں وہ نوح علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتا ہے:

{تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ} [هود:49]

(اے محمد) یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں۔

اور فرمایا:

{الر – تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ – إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ} [یوسف:1– 2]

ال ر، یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں تمہارے سمجھنے کے لیے نازل کیا۔

مؤنث کے لیے تِلْکَ (وہ) کا لفظ اسی طرح ہے جیسے مذکر کے لیے ذٰلِکَ (وہ) کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کلمات سے قرآن ہی کی طرف اشارہ فرمایا ہے؛ اور اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

{الر – تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُبِينٍ} [الحجر:1]

ال ر، یہ آیتیں کتاب کی ہیں اور قرآن واضح کی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

{طس – تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ}[النمل:1]

ط سٓ، یہ آیتیں قرآن کی اور کتاب روشن کی ہیں۔

اور اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

{طسم – تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ}[القصص:1–2]

ط س مٓ۔ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔

اور اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے:

{حم – عسق – كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ}[الشوری:1–3]

ح م۔ ع س ق۔ اسی طرح سے اللہ زبردست حکمت والا آپ کی طرف وحی کرتا ہے اور ان کی طرف بھی (کرتا تھا) جو آپ سے پہلے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا}[الشوری:7]

اور اسی طرح ہم نے آپ پر عربی زبان میں قرآن نازل کیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{المر – تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ}[الرعد:1] الْآيَةَ

ال م ر، یہ کتاب کی آیتیں ہیں، اور جو کچھ تجھ پر تیرے رب سے اترا سو حق ہے۔

اس طرح کی مثالیں قرآن کریم میں کثرت سے موجود ہیں؛ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ قول نازل فرمایا:

{ذَلِكَ الْكِتَابُ – تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ}[یونس:1–2]

اسی طرح کی دیگر مثالوں میں جس کتاب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ بالکل اسی لمحے نازل نہیں ہوئی تھی، بلکہ وہ تو اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی، چنانچہ وہ اس غائب کی مانند ہو گئی جس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ جس طرح کسی غائب چیز کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی موجودگی کے اعتبار سے اس کی طرف اس طرح اشارہ کیا جاتا ہے جیسے کسی حاضر چیز کی طرف اشارہ کیا جاتا ہو؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَهَذَا ذِكْرٌ مُبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ}[الانبیاء:50]

اور یہ ایک مبارک نصیحت ہے جسے ہم نازل کیا ہے۔

اسی وجہ سے سلفِ صالحین میں سے کئی ایک نے کہا ہے کہ ذٰلِکَ الْکِتَابُ سے مراد هٰذَا الْكِتَابُ (یہ کتاب) ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہی کتاب قرآن ہے، اگرچہ (عربی زبان میں) اشارہ کبھی غائب کے لیے ہوتا ہے اور کبھی حاضر کے لیے؛ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{هُدًى لِلْمُتَّقِينَ – الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ} [البقرة:2–3]

پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔ جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے بارے میں یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ وہ نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ روزِ آخرت پر، اور یہ کہ وہ کافر وظالم ہیں؛ تو پھر وہ انہیں ان متقین میں کیسے شمار کر سکتا ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ} [التوبة:29]

ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اسے حرام جانتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور سچا دین قبول نہیں کرتے ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ عاجز ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

اور تقویٰ کا پہلا درجہ شرک سے بچنا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کو اپنے اس قول میں مشرک قرار دیا ہے:

{اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ} [التوبة:31]

انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا ہے اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی، حالانکہ انہیں حکم یہی ہوا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

{فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ – أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا لَكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ} [مریم:37–38]

پھر جماعتیں آپس میں مختلف ہو گئیں، سو کافروں کے لیے ایک بڑے دن کے آنے سے خرابی ہے۔ کیا خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے، جس دن ہمارے پاس آئیں گے، لیکن ظالم آج صریح گمراہی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ} [المائدة:72]

البتہ تحقیق وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ وہی مریم کا بیٹا مسیح ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ} [المائدة: 73]

بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ دوستی اور موالات سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ} [المائدة: 51]

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے تو وہ انہیں سے ہے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ ہی متقین کا کارساز ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

{ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ – إِنَّهُمْ لَنْ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ} [الجاثية: 18-19]

پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک طریقہ پر مقرر کر دیا پس آپ اسی کی پیروی کیجیے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجیے جو علم نہیں رکھتے۔ کیوں کہ وہ اللہ کے سامنے آپ کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے، اور بے شک ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور اللہ ہی پرہیزگاروں کا دوست ہے۔

پس اگر وہ متقین میں سے ہوتے چہ جائیکہ وہ متقین ہی قرار پاتے تو اللہ تعالیٰ ان کا ولی (کارساز) ہوتا اور اہلِ ایمان پر ان سے دوستی کرنا واجب ہوتی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو ان سے موالات (دوستی) کرنے سے منع فرمادیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان سے دوستی کرنے والے کو ظالم قرار دیا، اور مومنوں کو ایک دوسرے کا ولی (مددگار) بنایا اور کافروں کو ایک دوسرے کا ولی ٹھہرایا؛ اور اسی لیے جب اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے درمیان موالات (دوستی کا رشتہ) منقطع کر دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ صحیح میں ارشاد فرمایا: «نہ مسلمان کافر کا وارث ہوگا اور نہ کافر مسلمان کا وارث بنے گا»

مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہودی اور نصرانی کسی مسلمان کے وارث نہیں ہو سکتے، خواہ وہ (مرنے والے کا) بیٹا ہو یا باپ؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان موالات (وراثت و دوستی کا تعلق) منقطع کر دیا ہے، اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ} [المجادلة:22]

تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں، وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں، جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثبت کر دیا ہے، اور ان (کے دلوں) کو اپنی طرف سے ایک روح (رحمت یا روح القدس) کے ذریعے سے قوت بخشی ہے، وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے تلے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ وہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں، خبر دار رہو، اللہ کی جماعت کے لوگ ہی کامیابی پانے والے ہیں۔

اور مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ} [البقرة:3]

جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

یہ وہی نماز ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں دیا ہے:

{أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا} [الاسراء:78]

آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز پڑھا کرو اور صبح کی نماز بھی، بے شک صبح کی نماز میں مجمع ہوتا ہے۔

یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: «اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر کوئی نماز قبول نہیں فرماتا» اور نصاریٰ بغیر طہارت کے نماز پڑھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «سورہ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی» نصاریٰ اپنی نمازوں میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے۔ نیز وہ نماز جسے اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا اور جس کی تعریف فرمائی ہے، وہ کعبہ کی طرف رخ کرنے، اور ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں سمیت دیگر ارکان پر مشتمل ہے؛ جبکہ نصاریٰ ان میں سے کچھ بھی نہیں کرتے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اقامتِ نماز پر سراہے، حالانکہ وہ اس نماز کو قائم ہی نہیں کرتے جس کی اقامت کا اس نے حکم دیا ہے؟

پھر اگر کوئی یہودی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے مراد یہ ہے:

{ذَلِكَ الْكِتَابُ} [البقرة:2]

یہ وہ کتاب ہے۔

تورات ہے اور متقین سے مراد یہودی ہیں، تو باطل ہونے کے باوجود یہ بات اس شخص کے قول سے زیادہ قریبِ قیاس ہوتی جو یہ کہتا ہے کہ کتاب سے مراد انجیل ہے۔ کیونکہ اس کتاب کے لقب کی حقدار انجیل کے مقابلے میں تورات زیادہ ہے؛ اس لیے کہ وہی اصل ہے، اور اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر تورات کو قرآن کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{أَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً} [هود:17]

بھلا (برابری ہوسکتی ہے) وہ شخص جو اپنے رب کے صاف راستہ پر ہو اور اس کے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک گواہ بھی ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب گواہ تھی جو امام اور رحمت تھی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ} [الاحقاف:10]

کہہ دو بتاؤ تو سہی اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ ایک ایسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان بھی لے آیا اور تم اکڑے ہی رہے، بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

جب جنات نے قرآن سنا تو انہوں نے کہا:

{قَالُوا يَاقَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ} [الاحقاف:30]

کہنے لگے اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے، ان کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہو چکیں، حق کی طرف اور سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

جب نجاشی نے قرآن سنا تو کہا: بے شک یہ کلام اور وہ کتاب جو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے، ایک ہی چراغ کے نور سے نکل رہے ہیں؛ اور اسی طرح ورقہ بن نوفل نے بھی (یہی) کہا: یہ وہی ناموس (وحی لانے والا فرشتہ) ہے جو موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے کہا:

{لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَى أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا} [القصص:48]

کیوں نہیں دیا گیا جیسا موسیٰ کو دیا گیا تھا، کیا انہوں نے اس چیز کا انکار نہیں کیا تھا جو موسیٰ کو اس سے پہلے دی گئی تھی، کہنے لگے دونوں جادوگر آپس میں موافق ہیں۔

یعنی: تورات اور قرآن۔ اور انہوں نے کہا کہ یہ دونوں موسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جادوگر ہیں جنہوں نے ایک دوسرے کی پشت پناہی کی ہے، اور کہنے لگے کہ ہم ان سب کا انکار کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَى مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ} [القصص:49]

کہہ دو پس اللہ کے ہاں سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان دونوں سے ہدایت میں بڑھ کر ہو کہ میں اس پر چلوں اگر تم سچے ہو۔

پس اس ارشادِ باری تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اللہ کی جانب سے ایسی کوئی کتاب نہیں آئی جو تورات اور قرآن سے بڑھ کر ہدایت دینے والی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ – وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ} [الانعام:91–92]

اور انہوں نے اللہ کو صحیح طور پر نہیں پہچانا جب انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں اتاری، ان سے کہو کہ وہ کتاب کس نے اتاری تھی جو موسیٰ لے کر آئے تھے وہ جو لوگوں کے واسطے روشنی اور ہدایت تھی، جسے تم نے ورق ورق کر کے رکھا جو تم دکھاتے ہو اور (اس کی) بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو، اور تمہیں وہ چیزیں سکھائیں جنہیں تم اور تمہارے باپ دادا نہیں جانتے تھے، تو کہہ دو کہ اللہ ہی نے اتاری تھی، پھر انہیں چھوڑ دو کہ اپنی بحث میں کھیلتے رہیں۔ اور یہ کتاب جسے ہم نے اتارا ہے برکت والی ہے ان (کتابوں) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں اور تاکہ تو ڈرائے مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو، اور جو لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لاتے ہیں، اور وہی اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

اور رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ} [البقرة:4]

اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ پر، اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا۔

پس یہ ان لوگوں کے لیے دوسری صفت ہے جو غیب پر اجمالی طور پر ایمان لاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت اس ایمانِ مفصل کے ساتھ بیان فرمائی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا۔ اور واؤ کے ذریعے عطف کبھی تو ذوات

(افراد یااشیاء) کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے ہوتاہے اور کبھی صفات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى – الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى – وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى – وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى – فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَى} [الاعلی:1–5]

اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کر جو سب سے اعلیٰ ہے۔ وہ جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا۔ اور جس نے (ہر چیز کا) تخمینہ ٹھہرایا پھر راہ دکھائی۔ اور وہ جس نے چارہ نکالا۔ پھر اس کو خشک سیاہ چورا (کچرا) کر دیا۔

وہی ذات جس نے پیدا کیا، پھر اسے درست اور متوازن بنایا، وہی ہے جس نے تقدیر بنائی، پھر راہ دکھائی، اور وہی ہے جس نے چارہ نکالا؛ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ – الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ – وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا كَذَلِكَ تُخْرَجُونَ – وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ} [الزخرف:9–12]

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور کہیں گے کہ انہیں اس بڑے زبردست جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔ وہ جس نے زمین کو تمہارا بچھونا بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ۔ اور وہ جس نے آسمان سے اندازے کے ساتھ پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے مردہ بستی کو زندہ کیا، تم بھی اس طرح (قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔ اور وہ جس نے ہر قسم کے جوڑے بنائے اور تمہارے لیے وہ کشتیاں اور چارپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

اسی کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

{قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ – الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ – وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ – وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ – وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ – إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ – فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ – وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ – وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ – أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ – الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ} [المؤمنون:1–11]

بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں۔ اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یالونڈیوں پر اس لیے کہ ان میں کوئی الزام نہیں۔ پس جو شخص اس کے علاوہ طلب گار ہو تو وہی حد سے نکلنے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدہ کا لحاظ رکھنے والے

ہیں۔اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔وہی وارث ہیں۔جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے،وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔

پس یہ ایک ہی گروہ ہے جس کی ان صفات کو اللہ تعالیٰ نے حرفِ واؤ کے ذریعے بیان فرمایا ہے،اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

{إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا – إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا – وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا – إِلَّا الْمُصَلِّينَ – الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ – وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ – لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ – وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ – وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ – إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ – وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ – إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ – فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ – وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ – وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ – وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ – أُولَئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُكْرَمُونَ} [المعارج:19–35]

بے شک انسان کم ہمت پیدا ہوا ہے۔جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو چلا اٹھتا ہے۔اور جب اسے مال ملتا ہے تو بڑا بخیل ہے۔مگر وہ نمازی۔جو اپنی نماز پر ہمیشہ سے قائم ہیں۔اور وہ جن کے مالوں میں حصہ معین ہے۔سائل اور غیر سائل کے لیے۔اور وہ جو قیامت کے دن کا یقین رکھتے ہیں۔اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔بے شک ان کے رب کے عذاب کا خطرہ لگا ہوا ہے۔اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔مگر اپنی بیویوں یا اپنی لونڈیوں سے، سو بے شک (اس میں) انہیں کوئی ملامت نہیں۔پس جو کوئی اس کے سوا چاہے سو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔اور وہ جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں۔اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں۔اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔وہی لوگ باغوں میں عزت سے رہیں گے۔

اس سے قبل مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ: غیب پر ایمان لانا ان اہل ایمان کی صفت ہے جو اہل کتاب میں سے نہیں ہیں، جیسے کہ مشرکینِ عرب،اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا،ان لوگوں کی صفت ہے جو اہل کتاب میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

اس قول کی بنیاد پر یہ لوگ ان لوگوں کے علاوہ ہیں، لیکن یہ قول ضعیف ہے؛ کیونکہ غیر اہل کتاب میں سے جو مومنین ہیں،ان کے لیے بھی یہ ناگزیر ہے کہ وہ اس کلام پر ایمان لائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا تھا۔اور اہل کتاب کے مومن کے لیے بھی یہ ناگزیر ہے کہ وہ غیب پر ایمان لائے۔پس ان دونوں میں سے ہر ایک ایمان ہر فرد پر واجب ہے،اور

کوئی بھی شخص اپنے رب کی جانب سے ہدایت اور فلاح پانے والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں یہ اجمالی ایمان اور وہ تفصیلی ایمان دونوں موجود نہ ہوں۔

رہا نصاریٰ کا یہ قول کہ ہم وہ لوگ ہیں جو سیدنا مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے حالانکہ ہم نے انہیں دیکھا نہیں، تو اسی طرح یہودی بھی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے جبکہ انہوں نے انہیں نہیں دیکھا تھا، اور مسلمان بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے حالانکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں؛ بلکہ مسلمان تو موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور تمام دیگر انبیاء پر بھی ایمان لائے ہیں باوجود اس کے کہ انہوں نے انہیں دیکھا نہیں، بخلاف ان یہودیوں اور عیسائیوں کے جنہوں نے بعض انبیاء کو مانا اور بعض کا انکار کر دیا۔ پھر (یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ) غیب سے مراد نبی علیہ السلام کی جسمانی صورت نہیں ہے، کیونکہ نبی کی جسمانی صورت غیب میں سے نہیں ہے، بلاشبہ لوگ اسے دیکھ لیتے ہیں اور اس کے محض مشاہدے میں ایسی کوئی چیز نہیں جو ایمان یا کفر کو واجب کرتی ہو، بلکہ غیب سے مراد وہ حقائق ہیں جو مخلوق کے مشاہدے سے پوشیدہ ہوں، اور یہ وہی غیبی امور ہیں جن کی خبر انبیاء علیہم السلام نے دی ہے؛ چنانچہ اس میں اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ، اس کی کتب اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا شامل ہے، اور رسولوں پر ایمان لانے سے مراد یہ ایمان ہے کہ وہ بلاشبہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں، برابر ہے کہ ان رسولوں کے ابدان کا مشاہدہ کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو؛ کیونکہ بسا اوقات وہ شخص بھی انہیں دیکھ لیتا ہے جو ان کی رسالت پر ایمان نہیں لاتا، اور کبھی وہ شخص ان کی رسالت پر ایمان لے آتا ہے جس نے انہیں دیکھا ہی نہیں ہوتا۔

مقصود ان کی رسالت پر ایمان لانا ہے نہ کہ محض ان کے نقوش و صورت پر، یہاں تک کہ کوئی کہنے والا یہ کہے کہ ہم ایسے نبی پر ایمان لائے جسے ہم نے دیکھا نہیں۔ اور بسا اوقات وہ شخص جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائلِ نبوت اور علاماتِ رسالت سے اس شخص کی نسبت کہیں زیادہ واقف ہوتا ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ کیا ہوتا ہے۔

فصل

رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان جو سورہ مائدہ میں ہے:

{وَقَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ – وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ}[المائدة:46-47]

اور ہم نے ان کے پیچھے انہیں کے قدموں پر مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا جو اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا تھا، اور ہم نے اسے انجیل دی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا تھا اور وہ راہ بتانے والی تھی اور

ڈرنے والوں کے لیے نصیحت تھی۔اور چاہیے کہ انجیل والے اس کے موافق حکم کریں جو اللہ نے اس میں اتارا ہے،اور جو شخص اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو پھر وہی لوگ نافرمان ہیں۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسیح علیہ السلام اور انجیل کی تعریف ہے،اور نصاریٰ کو یہ حکم ہے کہ وہ اس کتاب کے مطابق فیصلہ کریں جو اس میں نازل کیا گیا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کی اس سے بھی بڑھ کر تعریف فرمائی ہے جس قدر اس نے مسیح علیہ السلام اور انجیل کی تعظیم بیان کی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ} [المائدة: 41]

اے رسول! ان کا غم نہ کر جو دوڑ کر کفر میں گرتے ہیں وہ لوگ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں حالانکہ ان کے دل مومن نہیں ہیں،اور وہ جو یہودی ہیں، جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں وہ دوسری جماعت کے جاسوس ہیں جو تجھ تک نہیں آئی۔

یعنی: وہ جھوٹ بولنے والے (یا جھوٹ کو بہت زیادہ سننے والے)ہیں،اور ان دوسرے لوگوں کی تصدیق کرنے والے،ان کی پکار پر لبیک کہنے والے اور ان کے فرمانبردار ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آئے؛ پس وہ جھوٹ کی تصدیق کرنے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والوں کے مطیع ہیں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں۔

پس جھوٹ کی تصدیق کرنا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے کی اطاعت کرنا، یہ دونوں باتیں عظیم ترین گناہوں میں سے ہیں۔

لفظِ سمیع (سننے والے) سے کبھی آواز کا محسوس کرنا مراد ہوتا ہے، کبھی معنی کا سمجھنا مراد ہوتا ہے اور کبھی اسے قبول کرنا مراد لیا جاتا ہے؛ چنانچہ کہا جاتا ہے: فلاں نے اس بات کو سن لیا جو فلاں کہہ رہا ہے، یعنی وہ اس کی تصدیق کرتا ہے یا اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے بات کو قبول کر لیتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کا فرمان: **سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ** (وہ جھوٹ کے بڑے سننے والے ہیں)،اس سے مراد اس (جھوٹ) کی تصدیق کرنے والے ہیں؛ ورنہ محض جھوٹے کی آواز کو سن لینا یا اس کے کلام کو سمجھ لینا علی الاطلاق (بطورِ مطلق) مذموم نہیں ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ وہ دوسرے لوگوں کے لیے بہت زیادہ سننے والے (جاسوس) ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آئے؛ یعنی وہ ان کی پکار پر لبیک کہنے والے اور ان کے فرمانبردار ہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: منافقین کے حق میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اور تم میں ان کے لیے بہت سننے والے (جاسوس) موجود ہیں، یعنی ان کی پکار پر لبیک کہنے والے اور ان کے فرمانبردار؛ اور جس نے یہ کہا: کہ اس سے مراد جاسوس ہے، تو وہ ایسا ہی غلطی پر ہے جیسی غلطی اس شخص کی ہے جس نے یہ کہا کہ: کہ **سَمَّاعُونَ لَهُمْ** سے مراد جاسوس ہیں؛ کیونکہ جاسوس تو محض ایک قوم کی خبر اس شخص تک پہنچاتا ہے جو اس خبر سے واقف نہیں ہوتا،اور یہ بات

معلوم و معروف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ ذکر فرماتے، جس کا حکم دیتے اور جو عمل فرماتے تھے، اسے مدینہ کا ہر شخص —— خواہ وہ مومن ہو یا منافق —— دیکھتا اور سنتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے یا کرتے تھے اسے مدینہ کے یہودیوں سے پوشیدہ رکھیں؛ برخلاف ان یہودیوں کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے، جبکہ وہ جھوٹ کی تصدیق کرنے والے اور دوسرے باہر کے یہودیوں کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آئے؛ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے منع فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو منافق گروہوں کے وہ لوگ غمزدہ کریں جو کفر میں دوڑے چلے جا رہے ہیں، جنہوں نے زبان سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا اظہار کیا ان کے دل ایمان نہیں لائے، اور اسی طرح اہل کتاب میں سے وہ لوگ جو یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں، حالانکہ ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی کریں۔ بلکہ (ان کا حال یہ ہے کہ) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خواہشات کے مطابق فیصلہ فرمائیں تو اسے قبول کر لیتے ہیں، اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خلاف فیصلہ فرمائیں تو اسے قبول نہیں کرتے؛ اس بنا پر کہ وہ ان دوسرے لوگوں کے تابعِ فرمان ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آئے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ}[المائدة: 41]

جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں وہ دوسری جماعت کے جاسوس ہیں۔

یعنی وہ دوسرے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آئے؛ وہ (یعنی ان کی باتیں سننے والے اور ان کے فرمانبردار) کہتے ہیں:

{إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ}[المائدة: 41]

تمہیں یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر یہ نہ ملے تو بچتے رہنا، اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے پھر تو اللہ کے ہاں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا، یہ وہی لوگ ہیں جن کے دل پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ نہیں کیا، ان کے لیے دنیا میں ذلت ہے، اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

فیصلہ (عدل و انصاف) صدق اور عدل کا محتاج ہوتا ہے؛ پس یہ ناگزیر ہے کہ گواہ سچا ہو اور حاکم عادل ہو۔ اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ یہ گواہوں میں سے جھوٹوں کی تصدیق کرتے ہیں اور رسولوں کی مخالفت کرنے والے ان سرداروں کے حکم کی پیروی کرتے ہیں جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے بغیر فیصلے کرتے ہیں۔ اور جب ان کا مقصد سچائی اور عدل کی پیروی کرنا ہے ہی نہیں، تو پھر آپ صلی اللہ

علیہ وسلم پر ان کے درمیان فیصلہ کرنا لازم نہیں ہے؛ بلکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں اور اگر چاہیں تو فیصلہ نہ فرمائیں۔

لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرمائیں، تو صرف اسی قانون کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل کیا ہے، کیونکہ وہی عینِ عدل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ} [المائدة: 42]

جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرنے والے ہیں اور بہت حرام کھانے والے ہیں، سو اگر وہ تیرے پاس آئیں تو ان میں فیصلہ کر دے یا ان سے منہ پھیر لے، اور اگر تو ان سے منہ پھیر لے گا تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے، اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان میں انصاف سے فیصلہ کر، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ – إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ – وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ} [المائدة: 43–45]

اور وہ تجھے کس طرح منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے بعد ہٹ جاتے ہیں، اور یہ مومن نہیں ہیں۔ ہم نے تورات نازل کی کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس پر اللہ کے فرمانبردار پیغمبر یہود کو حکم کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء بھی اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ ٹھہرائے گئے تھے اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے، سو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے میں تھوڑا مول مت لو، اور جو کوئی اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔ اور ہم نے ان پر اس کتاب میں لکھا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر ہے، پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا، اور جو کوئی اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تورات کی ثناو توصیف ہے اور اس حقیقت کی خبر دینا ہے کہ اس میں اللہ کا حکم موجود ہے، اور یہ کہ بیشک اسی نے تورات نازل فرمائی جبکہ اس میں

{هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا} [المائدة: 44]

ہدایت اور روشنی ہے، اس پر اللہ کے فرمانبردار پیغمبر یہود کو حکم کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے تورات کے ذکر کے فوراً بعد ارشاد فرمایا:

{وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ} [المائدة: 44]

اور جو کوئی اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

یہ بیان اس سے بھی عظیم تر ہے جو اللہ تعالیٰ نے انجیل کے بارے میں ذکر فرمایا ہے، کیونکہ انجیل کے متعلق تو صرف یہ فرمایا کہ :

{وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ} [المائدة: 46]

اور ہم نے اسے انجیل دی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔

اور انجیل کے بارے میں فرمایا:

{وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ} [المائدة: 47]

اور چاہیے کہ انجیل والے اس کے موافق حکم کریں جو اللہ نے اس میں اتارا ہے، اور جو شخص اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو پھر وہی لوگ نافرمان ہیں۔

اس انجیل کے بارے میں فرمایا:

{وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ} [المائدة: 47]

اور چاہیے کہ انجیل والے اس کے موافق حکم کریں جو اللہ نے اس میں اتارا ہے، اور جو شخص اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو پھر وہی لوگ نافرمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تورات کے متعلق فرمایا:

{يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا} [المائدة: 44]

اس پر اللہ کے فرمانبردار پیغمبر یہود کو حکم کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے تورات کے تذکرے کے بعد ارشاد فرمایا:

{وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ} [المائدة: 44]

اور جو کوئی اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان دونوں کتابوں کے نازل کیے جانے کی خبر دینے کے ساتھ ساتھ، تورات کی صفات کو اس سے کہیں زیادہ عظمت کے ساتھ بیان فرمایا ہے جس طرح اس نے انجیل کی صفات بیان فرمائی ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا} [المائدة: 44]

ہم نے تورات نازل کی کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس پر اللہ کے فرمانبردار پیغمبر یہود کو حکم کرتے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کی اس مدح وتوصیف کا ذکر ان یہودیوں کی تعریف کا موجب نہیں بنتا جنہوں نے مسیح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی، اور نہ ہی اس میں یہودیوں کے اس موجودہ دین کی کوئی ثنا ہے جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے اتفاق کے مطابق بدلا ہوا اور منسوخ شدہ ہے، تو اسی طرح مسیح علیہ السلام اور انجیل کی جو تعریف اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہے، اس میں ان عیسائیوں کی کوئی مدح وستائش نہیں ہے جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی، تورات وانجیل کے احکام کو بدل ڈالا اور اس دین کی پیروی کی جو تبدیل شدہ اور منسوخ ہے، اور یہودی اس بات پر مسلمانوں کے موافق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس ذکر میں عیسائیوں کی کوئی مدح نہیں ہے، اور عیسائی اس بات پر مسلمانوں سے اتفاق کرتے ہیں کہ اس تذکرے میں دین کے منسوخ اور تبدیل ہو جانے کے بعد یہودیوں کی کوئی تعریف نہیں ہے۔ پس اس سے تمام مذاہب کے ماننے والوں کا اس بات پر اتفاق معلوم ہو گیا کہ: مسلمان، یہودی اور عیسائی اس بات پر متفق ہیں کہ قرآنِ کریم میں تورات وانجیل اور حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہما السلام کا جو ذکر خیر ہوا ہے، اس میں ان اہل کتاب کی کوئی تعریف وتوصیف نہیں ہے جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی، اور نہ ہی اہلِ کتاب کے اس بدلے ہوئے دین کی کوئی تعریف ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تھا؛ پس ان ارشادات میں اس شخص کے لیے کوئی مدح وستائش نہیں ہے جو کسی تبدیل شدہ یا منسوخ دین پر کاربند ہو، تو پھر اس شخص کا بطلان تو بدرجہ اولیٰ ظاہر ہے جو ایک ایسے دین سے وابستہ ہو جو بیک وقت تبدیل شدہ بھی ہے اور منسوخ بھی۔

فصل: ان لوگوں پر حجت قائم ہونا جن تک رسولوں کی دعوت پہنچ چکی ہے

یہاں ایک ایسا قاعدہ (اصل) ہے جس کا بیان کرنا ناگزیر ہے، اور وہ یہ کہ نقلی دلائل (نصوص) اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دیتا سوائے اس کے جس کی طرف اس نے ایسا رسول بھیجا ہو جس کے ذریعے اس پر حجت قائم ہو گئی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا – اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا – مَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا}[الاسراء:13–15]

اور ہم نے ہر آدمی کا نامۂ اعمال اس کی گردن کے ساتھ لگا دیا ہے، اور قیامت کے دن ہم اس کا نامۂ اعمال نکال کر سامنے کر دیں گے۔ اپنا نامہ اعمال پڑھ لے، آج اپنا حساب لینے کے لیے تو ہی کافی ہے۔ جو سیدھے راستے پر چلا تو اپنے ہی لیے چلا، اور جو بھٹک گیا تو بھٹکنے کا نقصان بھی وہی اٹھائے گا، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ}[النساء:165]

(ہم نے بھیجے) پیغمبر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ ان لوگوں کا اللہ پر پیغمبروں کے بعد الزام نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل نار (جہنمیوں) کے بارے میں ارشاد فرمایا:

{كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ – قَالُوا بَلَى قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ}[الملك:8–9]

جب اس میں ایک گروہ ڈالا جائے گا تو ان سے دوزخ کے داروغہ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے ہاں بے شک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا پر ہم نے جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا بَلَى وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ}[الزمر:71]

اور جو کافر ہیں دوزخ کی طرف گروہ گروہ ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور ان سے اس کے داروغہ کہیں گے کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور آج کے دن کے پیش آنے سے تمہیں ڈراتے تھے، کہیں گے ہاں لیکن عذاب کا حکم (علم ازلی میں) منکروں پر ہو چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَى أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ ا ْيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ}[ا نعام:130]

اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں میرے احکام سناتے تھے اور وہ تمہیں ڈراتے تھے اس دن کی ملاقات سے، کہیں گے ہم اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہیں، اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ دیا ہے اور اپنے اوپر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى حَتَّى يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ}[القصص:59]

اور تیرا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک ان کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے، اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے مگر اس حالت میں کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا}[القصص:47]

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کے اپنے ہی اعمال کے سبب سے ان پر مصیبت نازل ہو جائے پھر کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہمارے پاس رسول کیوں نہ بھیجا۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک:

{فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَى أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ}[القصص:48]

پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے کیوں نہیں دیا گیا جیسا موسیٰ کو دیا گیا تھا، کیا انہوں نے اس چیز کا انکار نہیں کیا تھا جو موسیٰ کو اس سے پہلے دی گئی تھی، کہنے لگے دونوں جادو گر آپس میں موافق ہیں، اور کہا ہم کسی کو بھی نہیں مانتے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{يَاأَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ}[المائدة:15]

اے اہل کتاب! تحقیق تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو بہت سی چیزیں تم پر ظاہر کرتا ہے جنہیں تم کتاب میں سے چھپاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{يَاأَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ}[المائدة:19]

اے اہل کتاب! تحقیق تمہارے پاس ہمارا پیغمبر آیا جو تمہیں صاف صاف بتلاتا ہے ایسے وقت میں جب کہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا تاکہ تم یوں نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا، سو تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جب صورتِ حال یہ ہے، تو یہ بات معلوم و مسلم ہے کہ قرآن کے ذریعے حجت صرف اسی پر قائم ہوتی ہے جس تک قرآن پہنچ چکا ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ}[الانعام:19]

تاکہ تمہیں اس کے ذریعہ سے ڈراؤں اور اس کو بھی جس تک یہ قرآن پہنچے۔

پس جس شخص تک قرآن کا کچھ حصہ پہنچا اور کچھ نہ پہنچا، تو اس پر حجت صرف اتنے ہی حصے سے قائم ہوگی جو اسے پہنچ چکا ہے، نہ کہ اس سے جو اسے نہیں پہنچا۔ پھر اگر بعض آیات کے معنی مشتبہ ہو جائیں اور لوگ آیت کی تاویل میں نزاع کرنے لگیں، تو واجب ہے کہ جس بات میں وہ جھگڑ رہے ہیں اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دیا جائے پھر جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کو سمجھنے میں اپنی پوری علمی و فکری صلاحیت صرف کر دیں (اجتہاد کریں)۔ تو ایسی صورت میں حق تک پہنچنے والے کے لیے دوہرا اجر ہے اور خطا کر جانے والے کے لیے ایک اجر ہے۔ پس اس بات کے اطلاق سے کوئی رکاوٹ نہیں کہ یہی بات ہم سے پہلے گزرے ہوئے اہل کتاب کے حق میں بھی کہی جائے؛ چنانچہ ہم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں، ان میں سے جس تک اپنی کتاب کی تمام نصوص نہیں پہنچی تھیں، اس پر حجت صرف اسی قدر قائم ہوئی جو اسے پہنچ چکی تھی۔ اور کتاب کا جو معنی ان پر پوشیدہ رہا اور انہوں نے اس کی معرفت میں اجتہاد کیا، تو اگر اس نے درست بات پالی تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے، اور اگر اس سے خطا ہو گئی تو اس کے لیے ایک اجر ہے اور اس کی وہ خطا اس سے ساقط ہے رہی بات اس شخص کی جس نے جان بوجھ کر کتاب کے الفاظ یا اس کے معنی میں تحریف کی، اور رسول جو تعلیمات لے کر آئے اسے پہچان لینے کے باوجود اس نے عناد و دشمنی کا راستہ اختیار کیا، تو ایسا شخص سزا کا مستحق ہے۔ اور اسی طرح وہ شخص بھی مستحقِ عقاب ہے جس نے حق کی طلب اور اس کی اتباع میں کوتاہی برتی، اپنی خواہشِ نفس کی پیروی کی اور طلبِ حق کے بجائے اپنی دنیا میں مگن رہا۔

اسی بنیاد پر، اگر بعض اہل کتاب نے کتاب کے کچھ حصے میں تحریف کر دی تھی، جبکہ ان میں دوسرے ایسے لوگ بھی تھے جو اس تحریف سے واقف نہ تھے، تو وہ رسول کی لائی ہوئی تعلیمات کی اتباع میں اپنی سی کوشش کرنے والے (مجتہد) شمار ہوں گے تو یہ ضروری نہیں کہ ان لوگوں کو عذاب کے مستحقین میں شمار کیا جائے؛ اور جب اس بات کا امکان موجود ہے کہ اہل کتاب میں ایسے

لوگ ہوں جو ان تمام تعلیمات سے واقف نہ ہو سکے ہوں جو مسیح علیہ السلام لے کر آئے تھے، بلکہ ان (تعلیمات) میں سے کچھ یا ان کے بعض معانی ان پر پوشیدہ رہے ہوں اور انہوں نے فہمِ حق کے لیے اجتہاد کیا ہو، تو جو بات ان تک پہنچی ہی نہیں اس پر انہیں سزا نہیں دی جائے گی۔ اور ان یہودیوں کی خبریں جو 'تبع' کے ساتھ تھے، اور مدینہ کے وہ لوگ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے منتظر تھے —— جیسے ابن التیہان وغیرہ —— ان سب کو اسی اصول پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کی اس طرح تکذیب کرنے والے نہیں تھے جیسے دوسرے یہودی تکذیب کرتے تھے۔ لوگوں (اہلِ علم) کے درمیان اس بارے میں اختلاف رہا ہے کہ کیا اجتہاد اور پوری علمی و فکری کوشش صرف کرنے کے باوجود ایسا ممکن ہے کہ ایک غور و فکر اور استدلال کرنے والے شخص پر رسول کی سچائی واضح نہ ہو سکے یا ایسا ممکن نہیں ہے؟ جب اس شخص پر یہ بات واضح نہ ہو سکے، تو کیا وہ آخرت میں سزا کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

بعض اہل علم نے ان کفار و اہل کتاب کے مقلدین کے بارے میں بھی اختلاف کیا ہے، اور اس حوالے سے کلام دو مقام پر مبنی ہے: پہلا مقام: حق کی مخالفت کرنے والے کی خطا اور اس کی گمراہی کے بیان میں؛ اور یہ ان امور میں سے ہے جو عقلی اور سماعی (نقلی) متعدد طریقوں سے معلوم کیے جاتے ہیں۔ حق کے مخالفین —— خواہ وہ اہل قبلہ میں سے ہوں یا غیر اہل قبلہ میں سے —— ان کے کثیر اقوال کی خطا کو بھی مختلف اقسام کے دلائل سے پہچانا جا سکتا ہے۔

دوسرا مقام: ان کے کفر اور آخرت میں وعیدِ الٰہی (سزا) کے مستحق ہونے کے بارے میں کلام۔

اس مسئلے میں لوگوں کے تین اقوال ہیں، اور ائمہ مشہورہ یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے اصحاب کے ہاں بھی یہ تینوں اقوال پائے جاتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ: ہر وہ شخص جو ایمان نہیں لایا وہ آگ میں عذاب دیا جائے گا، اگرچہ اس کی طرف کوئی رسول نہ بھیجا گیا ہو؛ کیونکہ اس پر عقل کے ذریعے حجت قائم ہو چکی ہے۔ یہ ان کثیر اہل علم کا قول ہے جو عقلی حکم کے قائل ہیں، جن میں اہل کلام اور اصحابِ ابی حنیفہ وغیرہ میں سے فقہاء شامل ہیں، اور اسی قول کو ابوالخطاب نے اختیار کیا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ: عقل کے ذریعے کسی پر حجت قائم نہیں ہوتی، بلکہ جس پر نہ شرع سے حجت قائم ہو اور نہ عقل سے، اسے عذاب دینا جائز ہی نہیں ہے۔ اور یہ ان لوگوں کا قول ہے جو کفار کے بچوں اور ان کے مجنونوں (پاگلوں) کو عذاب دینا جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ بہت سے اہل کلام کا قول ہے، جیسے جہم، ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب، نیز قاضی ابویعلیٰ اور ابنِ عقیل وغیرہ۔

تیسرا قول —— جس پر سلفِ صالحین اور ائمہ دین قائم ہیں —— یہ ہے کہ: عذاب صرف اسی کو دیا جائے گا جس تک پیغامِ رسالت پہنچ چکا ہو، اور صرف وہی سزا کا مستحق ہوگا جس نے رسولوں کی مخالفت کی ہو؛ جیسا کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا:

{لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ} [ص:85]

میں تجھ سے اور ان میں سے جو تیرے تابع ہوں گے سب سے جہنم بھر دوں گا۔

جب صورتِ حال ایسی ہے، تو ہم اہل کتاب کے ساتھ جس معاملے میں مناظرہ کر رہے ہیں (اس کا حکم یہ ہے): اہل کتاب کے متقدمین اور متاخرین کے ساتھ اپنی اس بحث میں ہم کبھی تو پہلے مقام پر کلام کرتے ہیں، اور وہ حق کے ساتھ ان کی مخالفت، ان کی جہالت اور ان کی گمراہی کا بیان ہے پس یہ تمام شرعی اور عقلی دلائل پر متنبہ کرنا ہے؛ اور کبھی ہم ان کے اس کفر کو بیان کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دنیا اور آخرت میں عذاب کے مستحق قرار پاتے ہیں، تو یہ ایسا معاملہ ہے جس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے سپرد ہے، اس بارے میں صرف وہی بات کہی جائے گی جس کی خبر رسولوں نے دی ہے؛ اس کا معاملہ اللہ اور اس کے رسول کے سپرد ہے، اس بارے میں کوئی بات نہیں کی جائے گی سوائے اس کے جس کی خبر رسولوں نے دی ہے؛ جس طرح ہم بھی ایمان اور جنت کی گواہی صرف اسی شخص کے لیے دیتے ہیں جس کے حق میں رسولوں نے گواہی دی ہو؛ اور جس شخص پر دنیا میں رسالت کے ذریعے حجت قائم نہیں ہوئی جیسے کہ بچے، مجنون (پاگل) اور اہل فترت (وہ لوگ جن تک کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی)؛ تو ان کے بارے میں مختلف اقوال ہیں جن میں سب سے زیادہ واضح وہ ہے جو احادیث و آثار میں وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن ان کا امتحان لیا جائے گا، پس اللہ تعالیٰ ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجے گا جو انہیں اپنی اطاعت کا حکم دے گا، پس اگر وہ اس کی اطاعت کریں گے تو ثواب (جنت) کے مستحق ہوں گے، اور اگر اس کی نافرمانی کریں گے تو سزا (جہنم) کے مستحق قرار پائیں گے۔

جب صورتِ حال یہ ہے، تو ہم ہر اس شخص کے بارے میں جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور ان کا پیروکار رہا، یہ گواہی دیتے ہیں کہ وہ مومن و مسلم تھا اور ثواب (جنت) کا مستحق تھا۔

اسی طرح جو مسیح علیہ السلام پر ایمان لایا اور ان کا پیروکار رہا (وہ بھی مومن و جنتی ہے)؛ اور ہم اس شخص کے بارے میں بھی یہ گواہی دیتے ہیں جس پر موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے حجت قائم ہوئی مگر اس نے ان کی پیروی نہ کی — جیسے آلِ فرعون — کہ وہ اہل نار (جہنمی) ہیں۔

اسی طرح (ہم ان کے بارے میں بھی گواہی دیتے ہیں) جن پر مسیح علیہ السلام کے ذریعے حجت قائم ہوئی، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ} [المائدة:115]

میں یہ خوان تم پر نازل کرنے والا ہوں، پھر اس کے بعد تم میں سے جو کفر کرے گا تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ وہ عذاب جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیا ہوگا۔

اور وہ لوگ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{يَاعِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ – فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ – وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ} [آل عمران: 55–57]

جس وقت اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! بے شک میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور جو لوگ تیرے تابعدار ہوں گے انہیں ان لوگوں پر قیامت کے دن تک غالب رکھنے والا ہوں، جو تیرے منکر ہیں پھر تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہو گا پھر میں تم میں فیصلہ کروں گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔ سو جو لوگ کافر ہوئے انہیں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا، اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہو گا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے انہیں ان کا حق پورا پورا دے گا، اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

رہا وہ شخص جس کا عہدِ مسیح علیہ السلام سے زمانہ دور ہو گیا ہو اور اسے آپ کے متعلق بعض خبریں پہنچی ہوں اور بعض نہ پہنچی ہوں، یا یہی معاملہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو کہ اسے ان کی بعض خبریں ملی ہوں اور بعض نہ ملی ہوں، تو ان لوگوں پر ان کے انبیاء کے احوال واخبار میں سے اس حد تک حجت قائم ہو چکی ہے جتنا ان تک پہنچا، نہ کہ اس پر جو ان تک نہیں پہنچا۔ اور جب وہ تورات اور انجیل کی بعض تاویلات میں اختلاف کریں، پس جس نے حق کا قصد کیا اور اس کی طلب میں پوری کوشش کی، تو ضروری نہیں کہ اسے عذاب دیا جائے؛ اگرچہ وہ حق تک پہنچنے میں خطا کر گیا ہو، اس سے ناواقف رہا ہو یا اس سے بھٹک گیا ہو، بالکل اسی شخص کی طرح جو امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حق کی تلاش میں اجتہاد کرنے والا ہو۔

اسی اصول کی بنیاد پر، جب یہ کہا جائے کہ: حواریین، یا ان میں سے کچھ، یا اہل کتاب کی ایک بڑی تعداد بلکہ ان کی اکثریت یہ اعتقاد رکھتی تھی کہ خود مسیح علیہ السلام ہی کو مصلوب کیا گیا (سولی چڑھایا گیا)، تو وہ اس معاملے میں خطا پر تھے۔ لیکن یہ ایسی خطا نہ تھی جو مسیح علیہ السلام پر ان کے ایمان میں قادح (خرابی پیدا کرنے والی) ہو، جبکہ وہ ان کی لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہوں، اور نہ ہی یہ خطا ان کے لیے جہنم کو واجب کرنے والی تھی۔ کیونکہ وہ اناجیل جو اہل کتاب کے ہاتھوں میں ہیں، ان میں مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے کا ذکر موجود ہے، اور ان کے نزدیک یہ اناجیل ان چار اشخاص یعنی مرقس، لوقا، یوحنا اور متی سے ماخوذ ہیں۔ ان چاروں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس نے مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے کا مشاہدہ کیا ہو، اور نہ ہی حواریین میں سے کوئی وہاں موجود تھا، بلکہ آپ کے پیروکاروں میں سے بھی کوئی ایسا نہ تھا جس نے آپ کے مصلوب ہونے کو خود دیکھا ہو؛ بلکہ جن لوگوں نے مصلوب ہونے کے واقعے کا مشاہدہ کیا وہ یہودیوں کا ایک گروہ تھا، چنانچہ لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ان یہودیوں نے: یہ جان لیا تھا کہ مصلوب

ہونے والا کوئی اور شخص ہے اور انہوں نے دانستہ یہ جھوٹ گھڑا کہ انہوں نے ہی مسیح علیہ السلام کو مصلوب کیا ہے، اور انہوں نے جنہیں اس کی خبر دی ان پر یہ معاملہ مشتبہ کر دیا گیا؛ یہ اہل کلام میں سے معتزلہ وغیرہ اور امام ابن حزم وغیرہ کا قول ہے۔ اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ خود مصلوب کرنے والوں پر بھی معاملہ مشتبہ ہو گیا تھا (وہ خود بھی دھوکے میں رہے) اور یہی جمہور کا قول ہے۔ جبکہ پہلا گروہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ} [النساء: 157]

حالانکہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا۔

یعنی: مصلوب ہونے کا معاملہ ان لوگوں کے لیے مشتبہ کر دیا گیا جنہیں ان یہودیوں نے آپ علیہ السلام کے مصلوب کیے جانے کی خبر دی تھی۔

جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ: بلکہ یہ معاملہ ان لوگوں کے لیے مشتبہ کر دیا گیا جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے آپ علیہ السلام کو مصلوب کیا، جیسا کہ اس قصے کی تفصیل اس کے علاوہ دیگر مقامات پر ذکر کی گئی ہے۔ اور یہاں مقصود یہ بتانا ہے کہ لوگ اس مقام مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے معاملے) میں دو انتہاؤں اور ایک راہِ اعتدال پر منقسم ہیں۔

رہی پہلی انتہا (پہلا فریق): تو وہ نصاریٰ کے غالی لوگ ہیں، جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حواریین اپنی کہی ہوئی، روایت کی ہوئی اور دیکھی ہوئی تمام باتوں میں معصوم تھے (یعنی ان سے خطا ممکن نہیں تھی)، اسی طرح وہ غالی نصاریٰ اپنے علماء کے ان اقوال کو بھی درست قرار دیتے ہیں جو وہ انجیل کی تاویلات کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں۔

دوسری انتہا (دوسرا فریق) یہ کہتا ہے کہ: بلکہ جو کوئی بھی ان دینی امور میں سے کسی چیز میں غلطی یا خطا کرے، وہ وعید (عذاب) کا مستحق ہے بلکہ کافر ہے۔

تیسرا گروہ راہِ اعتدال پر ہے: ان کا موقف یہ ہے کہ وہ حواریین یا اہل علم نہ تو معصوم ہیں اور نہ ہی محض خطا پر گنہگار ٹھہرائے جاتے ہیں، بلکہ بسا اوقات وہ ایسی خطا کے مرتکب ہوتے ہیں جو ان کے لیے بخش دی گئی ہوتی ہے؛ بشرطیکہ انہوں نے اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق حق کی پہچان اور اس کی پیروی میں پوری جدوجہد کی ہو اسی موقف پر صحیح دلائل دلالت کرتے ہیں؛ نیز اللہ کی کتابیں حق سے بھٹکنے والے اور انکار کرنے والے کی مذمت اور اس سے بیزاری پر دلالت کرتی ہیں، باوجود اس کے کہ اسے اللہ کی طرف سے خبردار کیے جانے کے بعد ہی سزا دی جاتی ہے۔

تحقیق (امام مسلم کی) صحیح میں عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ثابت ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «بے شک اللہ تعالی نے زمین والوں کی طرف نظرِ التفات فرمائی توان کی گمراہی کی وجہ سے ان پر ناراضی کااظہار فرمایا، خواہ وہ عرب ہوں یا عجم، سوائے اہل کتاب کے ان چند باقی ماندہ لوگوں کے (جواپنی اصل دین پر قائم تھے)»

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ان سب سے بیزار ہوا سوائے ان چند باقی ماندہ لوگوں کے، اور مقت سے مراد بیزاری اور شدید ترین بغض ہے، اور اس (شدید ناراضی) کے باوجود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ خبر دی ہے کہ وہ انہیں ہر گز عذاب دینے والانہ تھاجب تک کہ ان کی طرف کوئی رسول نہ بھیج دیتا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا} [الاسراء: 15]

اور ہم سزانہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔

اور فرمایا:

{وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزَىٰ} [طه: 134]

اور اگر ہم انہیں اس سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو کہتے اے ہمارے رب تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم ذلیل وخوار ہونے سے پہلے تیرے حکموں پر چلتے۔

پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے عذاب کا مقتضی (یعنی عذاب کا سبب اور تقاضا) تو موجود تھا، لیکن عذاب کے وقوع کی شرط رسالت کا پہنچ جانا ہے؛ اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ} [النساء: 165]

تاکہ ان لوگوں کا اللہ پر پیغمبروں کے بعد الزام نہ رہے۔

صحیحین (بخاری ومسلم) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «اللہ سے بڑھ کر کوئی ایسا نہیں جسے عذر (پیش کیے جانے کا موقع دینا) زیادہ پسند ہو؛ اسی وجہ سے اس نے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور کتابیں نازل کیں»

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں: «اسی وجہ سے اس نے رسولوں کو خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا؛ اور اللہ سے بڑھ کر کوئی ایسا نہیں جسے اپنی مدح (تعریف وثنا) زیادہ پسند ہو؛ اسی وجہ سے اس نے خود اپنی مدح وثنا بیان فرمائی؛ اور اللہ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں، اسی لیے اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا، خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ»

تحقیق علماء ومتکلمین نے افعال کے حسن وقبح کے بارے میں اختلاف کیا ہے؛ جیسے کہ عدل، توحید اور سچائی کا حسن اور ظلم، شرک اور جھوٹ کا قبح؛ کہ آیا یہ سب عقل سے معلوم ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ یا ان کا علم محض سمع (یعنی وحی وشریعت) ہی سے حاصل ہوتا ہے؟

اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ان کا علم عقل سے ہو جاتا ہے، تو کیا اس شخص کو سزا دی جائے گی جس نے رسول کے آنے سے پہلے ان قبیح افعال کا ارتکاب کیا ہو؟ اس مسئلے میں ائمہ کے تلامذہ اور دیگر اہل علم کے ہاں تین مشہور اقوال پائے جاتے ہیں؛ اور یہی تینوں اقوال امام احمد بن حنبل کے اصحاب اور دیگر کے بھی ہیں۔ چنانچہ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ: ان افعال کے حسن و قبح کی پہچان عقل سے نہیں بلکہ صرف شرع ہی سے ممکن ہے، یہ پہلا قول نُظّارِ مُجْبِرَہ جبر کے قائل ماہرینِ کلام کا ہے، جیسے جہم بن صفوان اور اس کے امثال؛ اور یہی قول ابوالحسن الاشعری اور چاروں ائمہ کے اصحاب میں سے ان کے پیروکاروں کا ہے، جیسے قاضی ابو بکر بن طیب، ابو عبداللہ بن حامد، قاضی ابو یعلیٰ، ابوالمعالی امام الحرمین الجوینی اور ابوالوفاء بن عقیل وغیرہ۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ بلکہ افعال کا حسن و قبح عقل سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ ابوالخطاب محفوظ بن احمد کہتے ہیں کہ: اور یہی دوسرا قول اکثر فقہاء اور متکلمین کا موقف ہے۔ یہی وہ موقف ہے جو خود امام ابو حنیفہ سے منقول ہے اور اسی پر ان کے عام طور پر تمام اصحاب ہیں، اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے بہت سے اصحاب اور اہل حدیث (بھی اسی کے قائل ہیں)؛ جیسے ابوالحسن التمیمی، ابوالخطاب، ابو بکر القفال، ابو نصر السجزی اور ابوالقاسم سعد بن علی الزنجانی۔ اور یہی کرّامیہ اور تقدیر کو ثابت ماننے والے دیگر متکلمین کا قول ہے، اور یہی معتزلہ اور قدریہ (تقدیر کے منکر) دیگر متکلمین کا بھی قول ہے، پھر یہ لوگ جو عقل سے حسن و قبح کی پہچان کے قائل ہیں آگے دو اقوال پر منقسم ہیں: ان میں سے بعض وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ: ایسے لوگ محض عقل کی مخالفت کرنے کی بنا پر ہی آخرت کے عذاب کے مستحق قرار پائیں گے، جیسا کہ معتزلہ، حنفیہ اور ابوالخطاب کا قول ہے، ان لوگوں کا یہ قول کتاب اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہے۔

ان میں سے بعض وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ بلکہ انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا جب تک کہ ان کی طرف کوئی رسول نہ بھیج دیا جائے؛ جیسا کہ اس پر کتاب اور سنت دلالت کرتے ہیں۔ لیکن ان کے افعال (رسول کی آمد سے پہلے بھی) مذموم اور قابل نفرت ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کی مذمت کرتا ہے اور ان سے بغض رکھتا ہے؛ اور انہیں اس کفر کے ساتھ موصوف کیا جائے گا جس کی اللہ مذمت فرماتا ہے اور جسے ناپسند کرتا ہے، اگرچہ وہ انہیں تب تک عذاب نہیں دے گا جب تک کہ ان کی طرف کوئی رسول نہ بھیج دے؛ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ صحیح میں ارشاد فرمایا ہے: جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف نظر فرمائی تو ان سے ناراض ہوا، خواہ وہ عرب ہوں یا عجم، سوائے اہلِ کتاب کے چند باقی ماندہ لوگوں کے؛ اور بے شک میرے رب نے مجھ سے فرمایا: اے نبی! قریش میں (دعوتِ حق کے لیے) کھڑے ہو جایئے، پس آپ انہیں ڈرائیں؛ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! تب تو یہ لوگ میرے سر کو کچل دیں گے یہاں تک کہ اسے روند کر روٹی کی طرح (چپٹا) کر چھوڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں آپ کو آزماؤں گا اور آپ کے ذریعے دوسروں کو آزماؤں گا، اور آپ پر ایسی کتاب نازل کروں گا جسے پانی نہیں دھو سکے گا (یعنی وہ سینوں میں محفوظ رہے گی)، آپ اسے سوتے اور جاگتے ہر حال میں پڑھیں گے۔ پس آپ مقابلے کے لیے لشکر بھیجیں، میں ان جیسے

دو گنا لشکر (فرشتوں کے ذریعے آپ کی مدد کے لیے) بھیجوں گا، اور ان لوگوں کی مدد سے دین کے دشمنوں سے قتال کیجیے جو آپ کی اطاعت کریں ان لوگوں کے خلاف جو آپ کی نافرمانی کریں؛ اور میری راہ میں خرچ کیجیے، میں آپ پر خرچ کروں گا»

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: «بے شک میں نے اپنے بندوں کو دینِ فطرت توحید پر پیدا کیا تھا، پھر ان کے پاس شیاطین آئے جنہوں نے انہیں ان کے اصل دین سے بہکا دیا، اور ان چیزوں کو ان پر حرام کر دیا جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں، اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرائیں جن کی میں نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی»

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ صحیح میں ارشاد فرمایا ہے: «ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے»

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں: ہر بچہ اسی ملت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں؛ بالکل اسی طرح جیسے ایک چوپایہ مکمل اعضاء والا بچہ جنتا ہے، کیا تمہیں اس میں کوئی کان کٹا نقص والا نظر آتا ہے؟ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بطور استشہاد فرماتے: «اگر تم چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو:

{فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا} [الروم:30]

اللہ کی دی ہوئی فطرت پر جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان بچوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو مشرکین کے ہاں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں وفات پا گئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ بڑے ہو کر کیا عمل کرنے والے تھے؛ اور باوجود کہ اللہ ان سے ناراض تھا، اس نے یہ خبر دے دی ہے کہ وہ انہیں تب تک عذاب دینے والا نہیں تھا جب تک کہ ان کی طرف کوئی رسول نہ بھیج دے» اور یہ دلیل اس شخص کے قول کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے جس نے یہ کہا کہ: کہ وہ لوگ برائی کرنے والے یا کسی قبیح فعل کے مرتکب قرار نہیں پاتے تھے جب تک کہ ان کے پاس شرعی وحی (سمع) نہیں پہنچ گئی تھی۔ اور یہ دلیل اس شخص کے قول کو بھی باطل کرتی ہے جس نے یہ کہا کہ: وہ شرعی وحی (سمع) کے بغیر بھی عذاب کے مستحق تھے، یا تو اس وجہ سے کہ ان پر عقل کے ذریعے حجت قائم ہو چکی تھی؛ جیسا کہ قدریہ میں سے وہ لوگ کہتے ہیں جو اس موقف کے قائل ہیں، اور یا پھر محض مشیتِ الٰہی کی بنا پر انہیں عذاب دیا جاتا، جیسا کہ مجبرہ کا قول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى حَتَّى يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ} [القصص:59]

اور تیرا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک ان کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے، اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے مگر اس حالت میں کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ} [القصص: 47]

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کے اپنے ہی اعمال کے سبب سے ان پر مصیبت نازل ہو جائے پھر کہتے اے ہمارے رب! تونے ہمارے پاس رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیرے حکموں کی تابعداری کرتے اور ایمان والوں میں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزَى} [طه: 134]

اور اگر ہم انہیں اس سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو کہتے اے ہمارے رب تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم ذلیل وخوار ہونے سے پہلے تیرے حکموں پر چلتے۔

پس یہ دلیل اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کو عذاب دینے والا نہ تھا جب تک کہ وہ ان کی طرف کسی رسول کو مبعوث نہ فرما دیتا، اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرما دیا کہ وہ لوگ رسول کی آمد سے پہلے بھی ایسے اعمال کے مرتکب ہو رہے تھے جو اللہ کی ناراضگی اور مذمت کا باعث تھے، اور یہی اعمال عذاب کا سبب ہیں، لیکن عذاب کے وقوع کے لیے یہ شرط ہے کہ رسالت کے ذریعے ان پر حجت قائم ہو چکی ہو۔

فصل: نصاریٰ اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کی گمراہی کے اسباب

یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ نصاریٰ اور ان جیسے غلو کرنے والے طبقات جیسے صوفیہ کے غالی گروہ، شیعہ اور دیگر کی گمراہی کے اسباب تین چیزیں ہیں:

ان میں سے پہلا سبب: وہ متشابہ، مجمل اور پیچیدہ الفاظ ہیں جو انبیاء علیہم السلام سے منقول ہیں؛ انہوں نے واضح اور محکم الفاظ کو چھوڑ کر انہی متشابہات کو تھام لیا ہے۔ یہ لوگ جب بھی کوئی ایسا لفظ سنتے ہیں جس میں ان کے لیے اپنے باطل نظریات کی تائید کا کوئی شبہ موجود ہو، تو وہ اسے مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں اور اسے اپنے مذہب و مسلک پر محمول کر لیتے ہیں، خواہ وہ لفظ حقیقت میں اس پر کوئی دلیل نہ ہو، جو واضح و صریح الفاظ ان کے نظریات کے مخالف ہوتے ہیں، یہ لوگ یا تو انہیں مفوضہ (یعنی ان کے معنی کو اللہ کے سپرد) کر دیتے ہیں، اور یا پھر ان کی باطل تاویلیں کرتے ہیں، جیسا کہ گمراہ لوگوں کا وطیرہ ہے، وہ عقلی اور سمعی (نقلی) دلائل میں سے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں، اور ان دونوں اقسام کے صریح و محکم دلائل سے روگردانی کرتے ہیں۔

دوسرا سبب: وہ خارقِ عادت واقعات کرامات یا معجزات ہیں جنہیں انہوں نے (الٰہی) نشانیاں گمان کر لیا، حالانکہ وہ شیطانی احوال میں سے تھے۔ اور یہ وہ سبب ہے جس کے ذریعے مشرکین اور دیگر گمراہ گروہوں کے بہت سے لوگ ضلالت میں جا پڑے، مثلاً شیطانوں کا بتوں میں داخل ہو جانا اور وہاں سے لوگوں کے ساتھ کلام کرنا، جیسے شیطانوں کا کاہنوں کو غیب کی کچھ خبریں بتانا، حالانکہ ان خبروں کے ساتھ وہ جھوٹ کی آمیزش بھی ضرور کرتے ہیں، اور جیسے وہ مختلف تصرفات اور شعبدے جو شیطانوں کی طرف سے صادر ہوتے ہیں۔

تیسرا سبب: وہ منقولہ روایات اور خبریں ہیں جنہیں انہوں نے سچا گمان کر لیا، حالانکہ وہ محض جھوٹ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نصاریٰ ہوں یا دیگر گمراہ گروہ، ان کے پاس اپنے باطل نظریات پر نہ تو کوئی واضح عقلی دلیل موجود ہے اور نہ ہی کوئی صحیح منقولہ روایت، نہ ہی ان کے پاس انبیاء علیہم السلام کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی دلیل کے طور پر موجود ہے؛ بلکہ اگر وہ کبھی کسی عقلی بات کا تذکرہ کرتے بھی ہیں تو وہ متشابہ اور مجمل الفاظ میں بات کرتے ہیں۔ پھر جب ان کلمات کے معانی کی وضاحت طلب کی جائے، جب ان کلمات کے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا جائے، تو ان میں موجود تلبیس اور اشتباہ بالکل واضح ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔

اگر وہ کسی منقولہ روایت (نقل) کے ذریعے کلام کرتے ہیں، تو وہ روایت یا تو صحیح ہوتی ہے لیکن ان کے باطل نظریے پر دلالت نہیں کرتی۔

یا پھر وہ روایت غیر صحیح اور غیر ثابت ہوتی ہے، بلکہ سراسر من گھڑت اور جھوٹی ہوتی ہے۔

اسی طرح ان خارقِ عادات (معجز نما) امور کا حال ہے جن کا یہ تذکرہ کرتے ہیں: یا تو وہ واقعہ صحیح ہوتا ہے جو کسی نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوا ہو، جیسے مسیح علیہ السلام کے معجزات، یا ان سے پہلے کے انبیاء جیسے الیاس اور الیسع علیہما السلام وغیرہ کے معجزات، اور جیسے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات؛ پس یہ سب برحق ہیں۔

یا پھر وہ خارقِ عادات امور بعض صالحین کے ہاتھوں پر ظاہر ہوئے ہوتے ہیں، جیسے کہ حواریین؛ اور اس کرامت کے ظہور سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم بھی ہوں، کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی تبلیغ اور پیغامِ الٰہی کی رسانی میں معصوم ہوتے ہیں؛ یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کے سوا کچھ اور کہیں، اور نہ ہی ان کے کلام میں کبھی کوئی باطل بات قرار پا سکتی ہے، خواہ وہ قصداً ہو یا سہواً۔

رہے صالحین، تو ان میں سے کسی سے غلطی اور خطا سرزد ہو سکتی ہے باوجود اس کے کہ ان کے ہاتھوں پر خارقِ عادت امور کرامات ظاہر ہو رہے ہوں؛ اور یہ خطا کا ہونا نہ تو انہیں مردِ صالح ہونے کے درجے سے خارج کرتا ہے اور نہ ہی اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ انبیاء کی طرح معصوم ہوں بشرطیکہ اس نے خود نہ تو عصمت کا دعویٰ کیا ہو اور نہ ہی وہ ایسی نشانیاں لایا ہو جو اس عصمت پر دلالت کرتی ہوں۔

اور اگر وہ نبی نہ ہونے کے باوجود عصمت کا دعویٰ کرے تو وہ یقیناً جھوٹا ہو گا، اس کا جھوٹ ظاہر ہونا ناگزیر ہے اور شیاطین اس کے ساتھ چمٹ جائیں گے جو اسے گمراہ کر دیں گے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے زمرے میں آجائے گا:

{هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ} [الشعراء: 221]

کیا میں تمہیں بتاؤں شیطان کس پر اترتے ہیں۔ ہر جھوٹے گناہگار پر اترتے ہیں۔

نصاریٰ کے ہاں اناجیل میں یہ منقول ہے کہ جسے صلیب دی گئی اور قبر میں دفن کیا گیا، اسے بعض حواریوں اور دیگر لوگوں نے دفن ہونے کے بعد دیکھا کہ وہ اپنی قبر سے جی اٹھا ہے۔ انہوں نے اسے دو یا تین مرتبہ دیکھا اور اس نے انہیں اپنے بدن پر کیلوں کے نشانات بھی دکھائے اور کہا: یہ گمان نہ کرنا کہ میں کوئی شیطان ہوں۔

یہ واقعہ اگر درست تسلیم کر لیا جائے، تو وہ دراصل ایک شیطان تھا جس نے مسیح علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا اور ان لوگوں پر حقیقت کو مشتبہ کر دیا؛ اور اس جیسی صورتحال ہمارے زمانے میں اور ہم سے پہلے کے ادوار میں بھی لوگوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ پیش آ چکی ہے۔ جیسا کہ کچھ لوگ شہرِ تدمر میں تھے، انہوں نے فضا میں اڑتی ہوئی ایک عظیم جثے والی شخصیت دیکھی، جو ان کے سامنے کئی مرتبہ مختلف اقسام کے لباس میں ظاہر ہوئی ان سے کہنے لگا کہ: میں مسیح ابن مریم ہوں، اور اس نے انہیں ایسے کاموں کا حکم دیا جن کا حکم دینا مسیح علیہ السلام کے لیے قطعاً ناممکن ہے۔ پھر وہ لوگ دوسرے سمجھدار لوگوں کے پاس آئے تو انہوں نے ان پر واضح کیا کہ وہ دراصل ایک شیطان تھا جو انہیں گمراہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

دیگر کئی واقعات ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی شخص کسی ایسے فرد کی قبر پر آتا ہے جسے وہ بزرگ سمجھتا ہو اور جس کے بارے میں وہ نیک گمان رکھتا ہو، خواہ وہ صالحین میں سے ہو یا کوئی اور؛ چنانچہ کبھی وہ دیکھتا ہے کہ قبر شق ہو گئی ہے اور اس میں سے اس صاحبِ قبر شخص کی صورت میں ایک انسان برآمد ہوا ہے، اور کبھی وہ دیکھتا ہے کہ وہی انسان دوبارہ قبر میں داخل ہو گیا ہے، اور کبھی وہ اسے سوار یا پیدل حالت میں اس میت کی جگہ مزار وغیرہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھتا ہے، جیسے کہ قبر پر بنا ہوا قبہ (گنبد)؛ اور کبھی وہ اسے اس جگہ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھتا ہے، وہ دیکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ وہی مردِ صالح ہے؛ اور بسا اوقات وہ یہ سمجھتا ہے کہ لوگوں نے اسے استغاثہ (مدد کے لیے پکارا) تھا تو وہ ان کی طرف گیا ہے، حالانکہ وہ ایک شیطان ہوتا ہے جو اس بزرگ کی صورت میں روپ دھار لیتا ہے۔ یہ معاملہ میرے واقف کاروں میں سے کئی ایک کے ساتھ پیش آ چکا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ کسی شخص کو مدد کے لیے پکارتے ہیں، جن کے بارے میں وہ نیک گمان رکھتے ہوں، خواہ وہ شخص فوت شدہ ہو یا زندہ مگر غائب، تو وہ اپنی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہیں کہ وہ آ گیا ہے؛ اور بسا اوقات وہ ان سے کلام بھی کرتا ہے اور ان کی بعض ضروریات/حاجات بھی پوری کر دیتا ہے، پس وہ لوگ اسے وہی فوت شدہ شخص سمجھ بیٹھتے ہیں، حالانکہ وہ تو محض ایک شیطان ہوتا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ وہی بزرگ ہے، جبکہ

حقیقت میں وہ وہ نہیں ہوتا۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مخلوق یعنی شیطان کسی کے مرنے کے بعد اس میت کی صورت میں آ جاتا ہے، پھر وہ ان سے باتیں کرتا ہے، ان کے قرض ادا کرتا ہے اور امانتیں واپس لوٹاتا ہے، نیز انہیں مردوں کے حالات کے بارے میں خبریں دیتا ہے۔ تو وہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ وہی میت خود ہے جو ان کے پاس آئی ہے، حالانکہ وہ محض ایک شیطان ہوتا ہے جو اس کی صورت میں شکل اختیار کر لیتا ہے۔

یہ معاملہ کثرت سے پیش آتا ہے، خصوصاً شرک والے ممالک میں جیسے کہ ہندوستان وغیرہ کے علاقے؛ اور ایسے لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جسے تم میت کے بستر کے نیچے دیکھتے ہو یا جنازے میں اس کے بیٹے کا ہاتھ تھامے ہوئے پاتے ہو اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو زندگی میں ہی یہ کہہ دیتا ہے کہ: جب میں مر جاؤں تو کسی کو مجھے غسل دینے نہ دینا، کیونکہ میں خود فلاں سمت سے آ کر اپنے آپ کو غسل دوں گا۔ پھر اس کی موت کے بعد فضا میں اس کی صورت اور روپ میں ایک شخص نمودار ہوتا ہے، جو اسے غسل دیتا ہے اور وہ شخص بھی ساتھ ہوتا ہے جسے اس نے وصیت کی ہوتی ہے، اور وہ وصیت پانے والا یہی گمان کرتا ہے کہ وہی میت خود آئی ہے، حالانکہ وہ محض ایک شیطان ہوتا ہے جس نے اس کا روپ دھار رکھا ہوتا ہے اور کبھی ان میں سے کوئی کسی ایسی شخصیت کو دیکھتا ہے جو یا تو فضا میں اڑ رہی ہوتی ہے، یا پھر جس کی جسامت انتہائی عظیم اور ہیبت ناک ہوتی ہے؛ یا وہ اسے پوشیدہ امور (غیب کی باتوں) کی خبر دیتا ہے اور اسی طرح کے دیگر معاملات دکھاتا ہے اور وہ شیطان اس سے کہتا ہے کہ میں خضر ہوں، حالانکہ وہ ایک شیطان ہوتا ہے جس نے اس شخص سے جھوٹ بولا ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ منظر دیکھنے والا خود صاحبِ دین، زہد و تقویٰ کا پیکر اور عابد و زاہد انسان ہوتا ہے اور یہ معاملہ کئی ایک اشخاص کے ساتھ پیش آ چکا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی نبی یا کسی اور کی قبر کے پاس کوئی شخص یہ دیکھتا ہے کہ میت قبر سے باہر آ گئی ہے، خواہ وہ اپنے حجرے سے نکلے یا اپنی قبر سے اور وہ صورت اس زائر سے معانقہ کرتی ہے اور اسے سلام کرتی ہے، حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے جس نے اس صاحبِ قبر کا روپ دھار رکھا ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی آنے والا اس شخص کی قبر کے پاس آتا ہے، پھر وہ اس سے مختلف چیزوں کی اجازت طلب کرتا ہے اور کئی معاملات کے بارے میں سوال کرتا ہے، تو اسے کوئی ایسی شخصیت مخاطب کرتی ہے جسے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے، یا پھر اسے کوئی آواز سنائی دیتی ہے لیکن کوئی شخص نظر نہیں آتا؛ حالانکہ وہ ایک شیطان ہوتا ہے جو اسے گمراہ کر رہا ہوتا ہے۔

بسا اوقات وہ شخص بیداری کی حالت میں کچھ شخصیات کو دیکھتا ہے، خواہ وہ سوار ہوں یا پیدل، اور وہ شخصیات کہتی ہیں کہ یہ فلاں نبی ہیں، مثلاً ابراہیم علیہ السلام یا مسیح علیہ السلام یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم؛ اور یہ فلاں صدیق ہیں، مثلاً ابو بکر رضی اللہ عنہ یا عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض حواری اور یہ شخصیت کوئی ایسی ہے جس کے بارے میں وہ دیکھنے والا بزرگی اور صلاح کا عقیدہ رکھتا ہو، خواہ وہ جرجس (سینٹ جارج) ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور جن کی نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں، یا پھر مسلمانوں کے بعض مشائخ؛

حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے جو یہ دعویٰ کر رہا ہوتا ہے کہ وہ وہی نبی یا وہ شیخ یا وہ صدیق یا وہ مقدس ہستی (Saint) ہے، جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔

اس طرح کے واقعات کثرت سے بہت سے مشرکین، نصاریٰ اور بہت سے مسلمانوں کے ساتھ پیش آتے ہیں؛ ان میں سے کوئی کسی ایسے شیخ کو دیکھتا ہے جس کے بارے میں وہ نیک گمان رکھتا ہو اور وہ شکل کہتی ہے کہ میں فلاں شیخ ہوں، حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے۔ میں اس نوعیت کے بہت سے واقعات سے واقف ہوں، اور میں ایسے کئی اشخاص کو جانتا ہوں جو بعض غائب یا فوت شدہ مشائخ سے استغاثہ /فریاد کرتے ہیں، تو وہ دیکھتے ہیں کہ وہ شیخ بیداری کی حالت میں ان کے پاس آیا ہے اور ان کی مدد کی ہے۔

اس طرح کے واقعات خود میرے ساتھ اور میرے جاننے والے دیگر افراد کے ساتھ بھی پیش آچکے ہیں۔ کئی ایک اشخاص نے یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے دور دراز کے علاقوں سے پریشانی کے وقت مجھے پکارا/ مجھ سے استغاثہ کیا، اور انہوں نے دیکھا کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا ہوں۔ اور ان میں سے کسی نے یوں کہا: میں نے آپ کو آپ کے مخصوص لباس اور صورت میں سوار دیکھا ہے؛ اور ان میں سے بعض نے یوں کہا: میں نے آپ کو پہاڑ پر دیکھا ہے، اور کسی نے کچھ اور بیان کیا؛ تو میں نے ان سب کو یہ خبر دی کہ میں نے ان کی کوئی مدد نہیں کی یعنی میں خود وہاں موجود نہ تھا، بلکہ وہ شیطان تھا جس نے میرا روپ دھار لیا تھا تا کہ انہیں گمراہ کر سکے، کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اور اللہ کے سوا دوسروں کو پکارا تھا۔

اسی طرح میرے جاننے والے ہمارے ساتھیوں میں سے کئی ایک کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ ان کے کسی معتقد نے پریشانی میں انہیں پکارا، تو اس نے دیکھا کہ وہ ساتھی اس کے پاس آئے ہیں اور اس کی حاجت پوری کر دی ہے۔ میرے اس ساتھی نے حقیقتِ حال بیان کرتے ہوئے کہا: میں حقیقت میں اس بات سے بالکل بے خبر تھا کہ وہاں کیا ہوا۔ اور ان مشائخ میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنے اس استغاثہ کرنے والے /پکارنے والے شخص کی آواز سنتے ہیں اور اسے جواب بھی دیتے ہیں؛ حالانکہ اصل میں شیاطین نے اس شیخ کو ایسی آواز سنائی ہوتی ہے جو اس استغاثہ کرنے والے کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے، پھر جب شیخ نے اپنی آواز میں اسے جواب دیا تو شیاطین نے پکارنے والے کو ایسی آواز سنوادی جو اس شیخ کی آواز کے مشابہ تھی، پس وہ پکارنے والا یہی گمان کرتا ہے کہ یہ شیخ ہی کی آواز ہے۔

یہ معاملہ ایسے شخص کے ساتھ پیش آیا ہے جسے میں جانتا ہوں، اور اس نے خود اپنے بارے میں یہ خبر دیتے ہوئے کہا: وہ جن جو مجھ سے کلام کرتا تھا، کچھ عرصہ بعد مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ وہی مجھے استغاثہ کرنے والوں کی آواز جیسی آواز پہنچاتا تھا اور ان فریاد کرنے والوں تک میری آواز جیسی آواز پہنچاتا تھا؛ اور میں جس چیز کے بارے میں دریافت کرتا، وہ مجھے کسی سفید چیز (مثلاً شیشے یا پردے) پر

اس کی شبیہ دکھادیتا تھا، چنانچہ میں لوگوں کو یہ خبر دیتا تھا کہ میں نے اسے دیکھ لیا ہے اور وہ عنقریب آجائے گا، حالانکہ میں نے حقیقت میں اسے نہیں دیکھا ہوتا تھا بلکہ صرف اس کی شبیہ دیکھی ہوتی تھی۔

اسی طرح جنات ان لوگوں کے ساتھ کھیل کرتے ہیں جو ان پر عزیمتیں پڑھ کر قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں اور انہیں قسمیں دیتے ہیں۔

اسی طرح قسطنطین نے ستاروں سے بنا ہوا جو صلیب کا نشان دیکھا تھا، اور پھر ایک دوسری مرتبہ اسے جو صلیب دکھائی دی تھی، وہ ان چیزوں میں سے تھا جنہیں شیاطین نے بطورِ تمثیل صورت بدل کر دکھایا تھا؛ اور انہوں نے یہ سب انہیں اس لیے دکھایا تاکہ وہ اس کے ذریعے انہیں گمراہ کر سکیں؛ جیسا کہ شیاطین نے بت پرستوں کے ساتھ اس سے بھی کہیں زیادہ بڑے فتنے اور گمراہ کن کام کیے ہیں۔

اسی طرح کا معاملہ اس شخص کے دعوے کا ہے جس نے یہ ذکر کیا کہ مسیح علیہ السلام بیداری کی حالت میں اس کے پاس آئے اور اس سے کچھ امور کے بارے میں گفتگو فرمائی؛ جیسا کہ پولس (Paul) کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے؛ پس اگر وہ اپنے دعوے میں سچا تھا تو وہ ہستی جسے اس نے بیداری میں دیکھا اور جس نے اس سے کلام کرتے ہوئے کہا: کہ وہ مسیح ہے، تو درحقیقت وہ شیاطین میں سے ہی ایک شیطان تھا؛ جیسا کہ اس طرح کے واقعات کئی ایک دیگر افراد کے ساتھ بھی پیش آچکے ہیں۔

شیطان لوگوں کو صرف ان ہی طریقوں سے بہکاتا اور گمراہ کرتا ہے جن کے بارے میں اسے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ ان میں اس کی اطاعت کریں گے۔ چنانچہ وہ نصاریٰ سے ان کے دین کے موافق گفتگو کرتا ہے، اور مسلمانوں کے گمراہ فرقوں میں سے جس کسی سے مخاطب ہوتا ہے تو اس کے باطل عقیدے کے مطابق بات کرتا ہے؛ اور وہ انہیں ان ہی چیزوں کی طرف مائل کرتا ہے جنہیں وہ اپنے عقائد کے لحاظ سے قبول کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔

اسی وجہ سے جو نصاریٰ (سینٹ) جرجس سے استغاثہ کرتے ہیں، شیطان ان کے سامنے جرجس کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے، یا پھر ان دیگر اکابرینِ دین کی صورت میں جن سے نصاریٰ فریاد کرتے ہیں، خواہ وہ ان کے بعض بطارِقہ (بطریرک) ہی کیوں نہ ہوں۔ خواہ وہ اکابرین بعض مطارنہ (بشپ) ہوں یا بعض راہب؛ اور اسی طرح مسلمانوں کے گمراہ افراد میں سے جو کوئی کسی شیخ سے استغاثہ کرتا ہے، تو شیطان اس کے سامنے اسی شیخ کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے؛ جیسا کہ شیطان میرے جاننے والے ایک گروہ کے سامنے میری صورت میں، اور ان مشائخ کی ایک جماعت کی صورت میں ظاہر ہوا جنہوں نے میرے سامنے اس بات کا ذکر کیا؛ اور اکثر اوقات شیطان بعض وفات یافتہ افراد کی شبیہ اختیار کر لیتا ہے / یا ان کا روپ دھار لیتا ہے۔ وہ کبھی کہتا ہے کہ میں شیخ عبد القادر ہوں، کبھی کہتا ہے کہ میں شیخ ابو الحجاج اقصری ہوں، کبھی کہتا ہے کہ میں شیخ عدی ہوں، کبھی کہتا ہے کہ میں احمد بن رفاعی ہوں اور کبھی کہتا ہے کہ میں ابو مدین مغربی ہوں۔ اور جب شیطان یہ کہہ دیتا ہے کہ میں مسیح ہوں، یا ابراہیم ہوں، یا محمد ہوں، تو ان کے علاوہ دیگر شخصیات کا

(نام لینااوران کا روپ دھارنا) تو بدرجہ اولی ممکن ہے۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایاہے: «جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا؛ کیونکہ شیطان میری صورت /اور شبیہ اختیار نہیں کر سکتا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: انبیاء کی صورت میں»

پس انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب میں دیدار کرنا برحق ہے، لیکن بیداری کی حالت میں کسی فوت شدہ شخص کو دیکھنا درحقیقت ایک جن ہوتا ہے جو اس کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

بعض لوگ اسے شیخ کی روحانیت کا نام دیتے ہیں، ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اس کا رفیق (ہمزاد یا ساتھی جن) ہے؛ اور ان مدعیوں میں سے اکثر کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اپنی جگہ اپنی ہی جیسی ایک شبہیہ چھوڑ جاتے ہیں، ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جن کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک ہی وقت میں دو جگہوں پر دیکھے گئے، اور انہیں عرفات میں کھڑا پایا گیا جبکہ وہ اپنے شہر ہی میں موجود تھے اور وہاں سے کہیں گئے بھی نہ تھے۔ چنانچہ وہ لوگ جو اس حقیقت کو نہیں جانتے، وہ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔

کیونکہ عقلِ صریح (یعنی بالکل واضح اور کھلی عقل) یہ جانتی ہے کہ ایک ہی جسم ایک ہی وقت میں دو الگ الگ جگہوں پر موجود نہیں ہو سکتا۔

سچے لوگوں نے اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جس میں وہ کوئی شک نہیں پاتے؛ اور اسی وجہ سے ان حقائق کو جاننے والوں اور ان ظاہری صورت سے دھوکا کھانے والوں کے درمیان اکثر جھگڑا اور اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، جیسا کہ اس طرح کے واقعات ایک سے زائد مرتبہ کئی بار پیش آچکے ہیں۔

یہ مشاہدہ کرنے والا اس میں سچا ہے جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور مشاہدہ کیا، اور وہ دوسرا شخص اس میں سچا ہے جس پر عقلِ صریح دلالت کررہی ہے۔

لیکن وہ جسے دیکھا گیا یعنی وہ مرئی صورت درحقیقت ایک جن تھا، جس نے انسان کا روپ دھار رکھا تھا۔

حسی مشاہدات یعنی محض آنکھوں دیکھا حال کے ساتھ اگر وہ عقلی دلائل نہ ہوں جو ان کی حقیقتوں کو بے نقاب کریں، تو ان میں بہت بڑی غلط فہمی اور مغالطہ واقع ہو جاتا ہے۔

یہ وہ قسم ہے جس کا خارج یعنی بیرونی دنیا میں مشاہدہ کیا جاتا ہے، یہ اس سے الگ ہے جس کا انسان محض اپنے جی میں تصور کرتا ہے؛ کیونکہ اسے تو تمام لوگ جانتے ہیں اور تمام عقلمند اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ اپنے نفوس میں طرح طرح کی چیزوں کا تخیل کرتے

ہیں؛ جیسا کہ سونے والا اپنے خواب میں مختلف چیزوں کا تخیل کرتا ہے، حالانکہ وہ صورت صرف عالمِ خیال میں موجود ہوتی ہے نہ کہ خارج یعنی بیرونی دنیا میں۔

فلاسفہ سمیت تمام عقلمند اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں، لیکن بہت سے فلاسفہ کا یہ گمان ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے فرشتوں کا جو مشاہدہ کیا اور وحی کا جو کلام سنا، وہ اسی نوع (یعنی محض تخیل اور عالمِ خیال) سے تھا وہ فلاسفہ یہ گمان کرتے ہیں کہ جنات میں سے جو کچھ دیکھا جاتا ہے وہ اسی قبیل یعنی محض تخیل سے ہے؛ حالانکہ یہ لوگ جاہل ہیں اور اس معاملے میں سخت غلطی پر ہیں، جس طرح وہ اس گمان میں جہالت اور غلطی کا شکار ہوئے کہ خوارقِ عادات معجزات و کرامات کا سبب محض نفسانی، طبعی یا فلکی قوتیں ہیں؛ اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جادوگر کے درمیان فرق صرف نیت اور ارادے کے حسن (اچھائی) کا ہے، دوسرے یعنی جادوگر کے ارادے کا فساد ہے، ورنہ ان کے نزدیک دونوں ہی ایسے خوارق ہیں جن کا سبب نفسانی یا فلکی قوتیں ہیں، ان فلاسفہ کا یہ نفی کرنا سراسر باطل اور غلط ہے؛ جیسا کہ ہم نے اس موضوع پر اپنی دیگر تصانیف میں مفصل کلام کیا ہے اور اس کے علاوہ دیگر مقامات پر ان لوگوں کی جہالت اور گمراہی کو واضح کر دیا ہے۔

جن لوگوں نے خارج/بیرونی دنیا میں اس کا مشاہدہ کیا ہے، اور سچی متواتر خبروں سے جن کے نزدیک خارج میں ان امور کا وجود ثابت ہو چکا ہے، وہ یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ لوگ (یعنی فلاسفہ) جاہل اور گمراہ ہیں؛ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ فرشتے انسانی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرشتے حضرت ابراہیم، حضرت لوط اور حضرت مریم علیہم السلام کے سامنے انسانی شکل میں ظاہر ہوئے، اور جیسا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کبھی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں اور کبھی ایک اعرابی (بدوی) کی شکل میں تشریف لاتے تھے، اور بہت سے لوگ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ جو تصور انسان کے خیال میں ہوتا ہے اسے اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں دیکھ سکتا؛ اور اسی طرح خارج میں متمثل ہونے کی مثال یہ ہے جیسا کہ ابلیس مشرکین کے سامنے شیخِ نجدی کی صورت میں ظاہر ہوا، اور جنگِ بدر کے دن ان کے سامنے سراقہ بن مالک بن جعشم کی شکل میں نمودار ہوا، پھر جب اس نے فرشتوں کو دیکھا تو وہ بھاگ نکلا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَى عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكُمْ إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ}[الانفال:48]

اور جس وقت شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں خوشنما کر دیا اور کہا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہ ہوگا اور میں تمہارا حمایتی ہوں، پھر جب دونوں فوجیں سامنے ہوئیں تو وہ اپنی ایڑیوں پر الٹا پھرا اور کہا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں میں ایسی چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ: ابلیس شیاطین کے ایک لشکر کے ہمراہ نمودار ہوا، اس کے پاس ایک جھنڈا تھا اور وہ قبیلہ بنی مدلج کے آدمیوں کی شکل میں تھے، جبکہ خود شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں تھا، پس اس نے مشرکین سے کہا:

{لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ} [الانفال:48]

آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہ ہوگا اور میں تمہارا حمایتی ہوں۔

حضرت جبریل علیہ السلام ابلیس کی طرف بڑھے، پس جب ابلیس نے انہیں دیکھا اور اس وقت اس کا ہاتھ مشرکین میں سے ایک شخص کے ہاتھ میں تھا تو ابلیس نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور وہ اپنے گروہ سمیت پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلا۔ اس شخص نے حیرت سے کہا: اے سراقہ! کیا تمہارا یہ دعویٰ نہیں تھا کہ تم ہمارے مددگار و پناہ دہندہ ہو؟ تو ابلیس نے کہا:

{إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ} [الانفال:48]

میں ایسی چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ بات ابلیس نے اس وقت کہی جب اس نے فرشتوں کو دیکھ لیا تھا۔ امام ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شیطان اپنے جھنڈے اور لشکروں سمیت ان مشرکین کے ساتھ چلا اور اس نے مشرکین کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ آج کوئی تم پر غالب نہیں آئے گا، اور یہ کہ تم اپنے اور اپنے آباء واجداد کے دین کی خاطر لڑ رہے ہو۔

بہت سے لوگوں کو جنات دور دراز مقامات تک اٹھا کر لے جاتے ہیں؛ چنانچہ وہ بہت سے افراد کو حج کے دنوں میں عرفات اور عرفات کے علاوہ دیگر مقامات پر پہنچا دیتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی شخص کو اس کے شہر کے علاوہ کہیں اور دیکھا جاتا ہے، تو کبھی تو وہ واقعی جسمانی طور پر وہاں موجود ہوتا ہے جسے جنات اٹھا کر لائے ہوتے ہیں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ شخص تو اپنے گھر ہی میں ہوتا ہے مگر جنات اس کی ہم شکل صورت اختیار کر لیتے ہیں یہ جنات کے ذریعے اٹھایا جانا یا ہم شکل بنانا اللہ کے ان متقی اولیاء کے ساتھ نہیں ہوتا جن کے لیے کرامات ہوتی ہیں، بلکہ یہ کافروں یا فاسقوں کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ اور میں اس نوعیت کے بہت سے واقعات جانتا ہوں جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں ہے۔

مشرکین اور نصاریٰ کے ہاں اس نوعیت کے بہت سے واقعات پائے جاتے ہیں جنہیں وہ انبیاء کے معجزات کی جنس سے خیال کرتے ہیں۔

یہ تو محض اسی جنس سے ہیں جس سے جادوگروں اور کاہنوں کے احوال تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو شخص رحمن کے اولیاء اور شیطان کے اولیاء کے درمیان فرق نہ کرے، اور انبیاء کے معجزات و صالحین کی کرامات اور جادوگروں، کاہنوں اور ان لوگوں کے خوارقِ عادات

کے درمیان تمیز نہ کرے جن کے ساتھ شیاطین چمٹ جاتے ہیں، تو اس پر حق و باطل خلط ملط ہو جائے گا۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ یا تو وہ اس حق کی تکذیب کرے گا جسے سچے انبیاء لے کر آئے، اور یا پھر اس باطل کی تصدیق کر بیٹھے گا جو جھوٹے اور غلط کار لوگ کہتے ہیں۔

یہ تمام امور دیگر مقامات پر تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں، یہاں مقصود صرف اس بنیادی قاعدے پر متنبہ کرنا ہے۔ نصاریٰ کے علماء بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کے پاس شیطان کے ان دوستوں/اولیاء الشیطان کے بہت سے ایسے قصص و اخبار موجود ہیں، جن کا مقابلہ رحمن کے اولیاء نے کیا تھا انہوں نے ان کے احوال کو اسی طرح باطل کر دیا جس طرح حضرت موسیٰ صلوات اللہ علیہ نے ان خوارقِ عادات کو باطل کر دیا تھا جن کے ذریعے جادو گروں نے ان کا مقابلہ کیا تھا، جیسا کہ اس کا ذکر تورات میں کیا گیا ہے، اور جیسا کہ وہ فلاں اور فلاں اشخاص کے بارے میں نقل کرتے ہیں، جیسا کہ حواریوں کے ساتھ سیمون جادو گر کا قصہ اور اس کے علاوہ دیگر واقعات ہیں۔ اور جب یہ بات معلوم و مسلم ہے، تو وہ جو کچھ بطور خوارقِ عادات ذکر کرتے ہیں، وہ اسی جنس شیطانی تصرفات سے تعلق رکھتا ہے، جب وہ خارقِ عادت معاملہ انبیاء سے ثابت شدہ تعلیمات کے مخالف ہو تو وہ شیطان کی جانب سے ہے، چنانچہ اسے ان شرائع کے خلاف دلیل بنانا جائز نہیں ہے جو انبیاء سے ثابت ہیں۔ بلکہ یہ خوارق دکھانے والے لوگ اسی بڑے دجال کی جنس سے ہیں جس سے تمام انبیاء نے اپنی امتوں کو ڈرایا ہے، یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا، اور خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو دجال سے نہ ڈرایا ہو، یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا؛ اور میں تمہیں اس کے بارے میں ایک ایسی بات بتانے لگا ہوں جو کسی نبی نے اپنی امت سے نہیں کہی وہ یہ کہ وہ کانا ہو گا، جبکہ تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر (ک\ف\ر) لکھا ہو گا، جسے ہر مومن پڑھ لے گا خواہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور خوب جان لو کہ تم میں سے کوئی بھی شخص مرنے سے پہلے اپنے رب کا دیدار ہر گز نہ کر سکے گا»

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر بھی دی ہے کہ مسیحِ ہدایت، یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، زمین پر دمشق کے مشرقی جانب سفید مینار پر نازل ہوں گے اور مسیحِ ضلالت دجال کو قتل کریں گے یہی وہ دجال ہے جس کا یہودی انتظار کر رہے ہیں، جبکہ وہ مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں اور دجال کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہی وہ ہے جس کی انبیاء نے بشارت دی تھی اور اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار لوگ طیلسان (سبز چادریں) اوڑھے ہوئے اس دجال کی پیروی کریں گے، پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی معیت میں مسلمان انہیں چن چن کر قتل کریں گے، یہاں تک کہ درخت اور پتھر پکار اٹھیں گے: اے مسلمان! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہے، آؤ اور اسے قتل کر دو۔ یہ سب حقائق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیثِ صحیحہ میں ثابت ہیں اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حکم دیا کہ وہ دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «جب تم

میں سے کوئی نماز میں تشہد کی حالت میں بیٹھے، تو اسے چاہیے کہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے: جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے، اور مسیح دجال کے فتنے سے»

تمام انبیاء نے ان کذابین سے ڈرایا ہے جو انبیاء کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، تاہم لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں، ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو قصداً جھوٹ نہیں بولتے، بلکہ ان پر معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے، جس کی بنا پر وہ غلطی کر بیٹھتے ہیں اور ایسی بات کی خبر دیتے ہیں جسے وہ حق گمان کرتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت میں ایسی نہیں ہوتی۔ اور ایسا شخص بیداری کی حالت میں وہ کچھ دیکھتا ہے جسے وہ کوئی فلاں ولی، یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، یا حضرت خضر علیہ السلام گمان کر لیتا ہے، جبکہ حقیقت میں وہ ایسا نہیں ہوتا۔

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر شخص سے غلطی کا ہونا ممکن ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، انہیں کسی غلطی پر برقرار نہیں رہنے دیا جاتا، چنانچہ جو شخص اپنے علوم، اعمال، اقوال اور افعال کو انبیاء علیہم السلام سے ثابت شدہ تعلیمات کی کسوٹی پر نہیں پرکھتا وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ پس ہم اللہ عظیم سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرمائے؛ ان لوگوں کا راستہ جن پر اس نے انعام کیا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، اور یہ کتنے ہی بہترین ساتھی ہیں۔

مسلمان اور اہل کتاب اس بات پر متفق ہیں کہ دو مسیح ثابت ہیں ایک مسیحِ ہدایت جو اولادِ داؤد علیہ السلام میں سے ہیں، اور دوسرا مسیحِ ضلالت اہلِ کتاب کا کہنا ہے کہ مسیحِ ضلالت اولادِ یوسف علیہ السلام میں سے ہوگا، اور وہ اس بات پر متفق ہیں کہ جس طرح مسیحِ ضلالت آئے گا، اسی طرح مسیحِ ہدایت بھی یقیناً تشریف لائیں گے۔ لیکن مسلمان اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ: مسیحِ ہدایت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں اور بیشک اللہ نے انہیں رسول بنا کر بھیجا، پھر وہ دوبارہ تشریف لائیں گے۔ لیکن مسلمان یہ کہتے ہیں کہ وہ قیامت سے قبل نازل ہوں گے، پس وہ مسیحِ ضلالت دجال کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو ہلاک کریں گے اور روئے زمین پر دینِ اسلام کے سوا کوئی دین باقی نہ رہے گا، اور اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لے آئیں گے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ} [النساء: 159]

اور اہل کتاب میں کوئی ایسا نہ ہوگا جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے گا۔

اور صحیح قول، جس پر جمہور علماء قائم ہیں، وہ یہ ہے کہ اہلِ کتاب کا یہ ایمان لانا مسیح علیہ السلام کی موت سے قبل ہوگا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا} [الزخرف: 61]

اور البتہ عیسیٰ قیامت کی ایک نشانی ہے پس تم اس میں شبہ نہ کرو۔

رہے نصاریٰ، تو وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ (مسیح) اللہ ہیں، اور وہ قیامت کے دن مخلوق کے حساب کتاب اور ان کی جزاو سزا کے لیے تشریف لائیں گے اور یہ ان امور میں سے ہے جن میں وہ گمراہی کا شکار ہو گئے ہیں اور یہود مسیحِ ہدایت کی آمد کا اعتراف تو کرتے ہیں کہ وہ آئے گا، لیکن ان کا یہ زعم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مسیحِ ہدایت نہیں تھے؛ اس لیے کہ ان کا خیال ہے کہ آپ علیہ السلام موجودہ تبدیل شدہ نصرانیت لے کر آئے تھے، اور جو ایسا دین لائے وہ ان کے نزدیک جھوٹا ہے۔ چنانچہ وہ اب تک اپنے گمان کے مطابق دونوں مسیحوں کے انتظار میں ہیں۔

فصل: ان خوارقِ عادات (مافوق الفطرت امور) کا بیان جن کے ذریعے شیاطین بنی آدم کو گمراہ کرتے ہیں

وہ خوارقِ عادات (کرشمے) جن کے ذریعے شیاطین بنی آدم کو گمراہی میں ڈالتے ہیں، ان کی مثال یہ ہے کہ شیطان کسی غائب یا فوت شدہ شخص کی صورت اختیار کر کے لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے، اور اسی قسم کے دیگر امور، ان شیطانی کرشموں کے ذریعے لوگوں کی ایک کثیر تعداد گمراہی میں مبتلا ہو گئی، جن میں مسلمان کہلانے والے، اہل کتاب اور دیگر لوگ بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اپنے اس غلط نظریے کی بنیاد دو مقدمات پر رکھی ہے۔

ان میں سے پہلا مقدمہ یہ ہے کہ: جس شخص کے ہاتھ پر یہ خوارقِ عادات ظاہر ہوں، وہ اللہ کا ولی ہے، اور نصاریٰ کی اصطلاح میں وہ ایک عظیم قدیس (Saints میں سے ایک بڑا بزرگ) ہے۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ: جو ایسا صاحبِ کرامات ہو وہ معصوم ہوتا ہے، چنانچہ وہ جس بات کی خبر دے وہ حق ہے اور وہ جس چیز کا حکم دے وہ عدل ہے۔ حالانکہ بسا اوقات اس شخص کے ہاتھ پر سرے سے کوئی خوارقِ عادات ظاہر ہی نہیں ہوئے ہوتے، نہ رحمانی اور نہ ہی شیطانی۔ لیکن اس کے برعکس اس نے جھوٹے اور بدکار لوگوں کے حیلوں میں سے کوئی حیلہ اور مکر و فریب اختیار کیا ہوتا ہے۔ جھوٹے و بدکار لوگوں کے حیلے اور فریب بہت زیادہ ہیں، چنانچہ ان شعبدہ بازیوں کو دیکھ کر یہ گمان کر لیا جاتا ہے کہ یہ خوارقِ عادات (کرشمے) اور عجائبات میں سے ہیں، حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا؛ جیسا کہ راہبوں کے وہ حیلے اور مکاریاں ہیں جن کا تذکرہ (کتب میں) موجود ہے۔

بعض لوگوں نے راہبوں کے حیلوں اور مکاریوں پر باقاعدہ کتاب تصنیف کی ہے؛ جیسا کہ ان میں سے ایک کے بارے میں یہ حیلہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ پانی کو تیل میں بدل دیتا تھا؛ اس کی صورت یہ تھی کہ چراغ دان (منارہ) کے اندرونی حصے میں تیل ہوتا تھا، پھر جب

اس میں کمی آتی تو وہ اس میں پانی ڈال دیتا، جس سے تیل پانی کے اوپر تیرنے لگتا۔ پس حاضرین یہ گمان کرتے کہ خود پانی ہی تیل میں تبدیل ہو گیا ہے۔

اسی طرح کی ایک مثال وہ حیلہ ہے جو ان راہبوں کے متعلق کھجور کے درخت کے بلند ہونے کے بارے میں مروی ہے؛ اور وہ یہ ہے کہ کسی شخص کا گزر ایک راہب کی خانقاہ کے پاس سے ہوا جس کے نچلے حصے میں کھجور کا ایک درخت تھا۔ تو راہب نے اسے دکھایا کہ وہ درخت رفتہ رفتہ اوپر چڑھ رہا ہے یہاں تک کہ وہ خانقاہ کے برابر آگیا، پھر راہب نے اس سے تازہ کھجوریں توڑ لیں، پھر کھجور کا درخت نیچے اتر گیا یہاں تک کہ اپنی اصل جگہ پر واپس آگیا۔ تب اس شخص نے اس حیلے کا راز فاش کر دیا اور اسے معلوم ہوا کہ وہ درخت ایک نشیبی جگہ پر ایک کشتی کے اندر نصب تھا؛ جب راہب اس جگہ پر پانی چھوڑتا تو وہ گڑھا بھر جاتا اور کشتی اوپر بلند ہو جاتی، اور جب وہ پانی کو کسی دوسری طرف موڑ دیتا تو کشتی نیچے بیٹھ جاتی۔

اسی طرح کی ایک مثال وہ حیلہ ہے جو ان راہبوں کے متعلق سیدہ مریم علیہا السلام کے آنسوؤں سے سرمہ لگانے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے؛ وہ اس طرح کرتے کہ ایک ہلکی سی حرکت کرنے والے پانی میں سرمہ ڈال دیتے، پھر وہ پانی بہتا ہوا اس تصویر یا مورتی سے نیچے اترتا اور اس کی آنکھ سے باہر نکلتا، تو دیکھنے والا یہ گمان کرتا کہ یہ آنسو ہیں۔

اسی طرح کے حیلے کی ایک مثال وہ ہے جو انہوں نے اس تصویر کے ساتھ کیا ہے جسے وہ القونہ (Icon) کہتے ہیں، جو صیدنایا (شام) میں موجود ہے۔ یہ جگہ کنیسہ قمامہ (Church of the Holy Sepulchre) اور بیت لحم جہاں مسیح علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور جہاں (بقول ان کے) آپ کو دفن کیا گیا کے بعد ان کی سب سے بڑی زیارت گاہ ہے، چنانچہ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ سیدہ مریم علیہا السلام کی تصویر ہے، اس تصویر کی حقیقت کھجور کی ایک لکڑی ہے جسے روغن پلایا گیا ہے یہاں تک کہ وہ خوب تر بتر ہو گئی، چنانچہ اب اس میں سے وہ تیار شدہ روغن رستا ہوا باہر نکلتا ہے جسے عوام الناس یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ اس تصویر کی برکت سے نکل رہا ہے۔

ان کے بے شمار حیلوں میں سے ایک وہ مصنوعی آگ بھی ہے جس کے بارے میں ان کے عوام یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ان کی عید کے موقع پر کنیسہ قمامہ میں آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ ایک ایسا حیلہ ہے جس کا مشاہدہ کئی مسلمانوں اور نصاریٰ نے خود کیا ہے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ یہ ایک بنائی ہوئی (مصنوعی) آگ ہے جس کے ذریعے وہ اپنے عوام کو گمراہ کرتے ہیں؛ وہ عوام سمجھتے ہیں کہ یہ آسمان سے اتری ہے اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں، جبکہ حقیقت میں یہ محض دھوکے باز اور ملمع ساز شخص کی ایک کاریگری ہے۔

نصاریٰ کے ایسے بہت سے حیلے اسی طرح کے ہیں؛ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کے دین کو بدل ڈالنے والے ان نصاریٰ کے ہاں جتنے بھی خوارقِ عادات (کرشمے) پائے جاتے ہیں، وہ یا تو شیطانی تصرفات ہیں اور یا پھر بہتان آمیز فریب کاریاں، ان میں صالحین کی کرامات کا شائبہ تک نہیں۔

اسی طرح وہ ملحدین بھی ہیں جنہوں نے دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں تبدیلیاں کر دیں، جو ایسے دین اور طریقوں کو اپنا لیتے ہیں جن کی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروعیت بیان نہیں فرمائی، اور وہ اسے اللہ تک پہنچنے کا راستہ قرار دے دیتے ہیں؛ بلکہ بسا اوقات وہ اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ شرعی راستے پر بھی ترجیح دینے لگتے ہیں، مثلاً وہ کتاب اللہ کی سماعت کے مقابلے میں دف اور بانسریوں کی سماعت وجد و سماع کو ترجیح دیتے ہیں؛ تو ان میں سے کسی پر ایسا شیطانی وجد اور غلبۂ شوق طاری ہو جاتا ہے جس میں شیطان اس پر پوری طرح چھا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ ان میں سے کسی کی زبان سے ایسی گفتگو کرتا ہے جسے وہ شخص ہوش میں آنے کے بعد پہچانتا تک نہیں؛ جیسا کہ جن کسی مرگی زدہ شخص کی زبان سے کلام کرتا ہے؛ اور بسا اوقات وہ شخص حاضرین میں سے کسی کے دل کا حال بتا دیتا ہے حالانکہ وہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، پھر جب شیطان اس شخص کو چھوڑ دیتا ہے تو اسے علم ہی نہیں ہوتا کہ اس نے کیا کہا تھا: ان میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں شیطان اٹھا لیتا ہے اور لوگوں کے سامنے انہیں ہوا میں بلند کر دیتا ہے۔

ان میں سے کوئی ایسا ہوتا ہے جو حاضرین میں سے کسی کی طرف اشارہ کرتا ہے تو وہ شخص مر جاتا ہے یا بیمار ہو جاتا ہے یا پھر لکڑی کی طرح بے جان و ساکت ہو کر رہ جاتا ہے۔

ان میں سے کوئی ایسا ہوتا ہے جو حاضرین میں سے کسی کی طرف اشارہ کرتا ہے تو شیطان اس پر سوار ہو جاتا ہے اور اس کی عقل زائل کر دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ شخص ایک طویل وقت تک بغیر اپنے اختیار کے چکر کاٹتا گھومتا رہتا ہے۔

ان میں سے کوئی ایسا ہوتا ہے جو آگ میں داخل ہو جاتا ہے اور اسے کھانے لگتا ہے، جبکہ اس آگ کے شعلے اس کے بدن اور بالوں میں بغیر نقصان پہنچائے باقی رہتے ہیں۔

ان میں سے کوئی ایسا ہوتا ہے جس کے لیے شیاطین کھانا، یا لادن (خوشبودار گوند)، یا شکر، یا زعفران، یا عرقِ گلاب حاضر کر دیتے ہیں؛ اور ان میں سے کوئی ایسا ہوتا ہے جس کے پاس شیاطین وہ درہم لے آتے ہیں جو انہوں نے مختلف جگہوں سے چوری کیے ہوتے ہیں۔
پھر ان شعبدہ بازوں میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ حاضرین میں وہ درہم تقسیم کرتے ہیں تو بعد میں وہ ان سے چھین لیے جاتے ہیں، اور انہیں ان درہموں کو خرچ کرنے یا تصرف میں لانے کا موقع ہی نہیں دیا جاتا؛ یہ سب ایسے معاملات ہیں جن کی تفصیل

طویل ہے۔ جبکہ دوسرے کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی ان کاموں میں مدد کرنے والا کوئی شیطان نہیں ہوتا، تو وہ محض اپنے ہاتھ کی صفائی سے حیلے اور فریب کاریاں وضع کرتے ہیں۔

غرض یہ کہ وہ ملحدین جنہوں نے رسل علیہم السلام کے لائے ہوئے دین کو بدل ڈالا، خواہ وہ دینِ مسیح علیہ السلام ہو یا دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم؛ یہ لوگ انہی جیسے دیگر اہل اللہ الحاد، گمراہ کفار، مرتدین اور مشرکین کے مانند ہیں اور انہی جیسے دیگر کذابین مثلاً مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، حارث دمشقی اور بابا رومی وغیرہ، یہ سب وہ لوگ ہیں جن کے پاس شیطانی خوارقِ عادات شعبدے اور کرشمے تھے۔

رہی بات حیلہ سازی کرنے والوں کی، تو وہ کثرت سے پائے جاتے ہیں؛ اور یہ لوگ اللہ کے اولیاء نہیں ہیں، بلکہ ان کے یہ خوارقِ عادات (کرشمے) اگر شیطانی ہیں تو وہ کاہنوں اور جادوگروں کے کرشموں کی جنس سے ہیں۔ اور جن کے پاس کوئی شیطانی حال (تصرف) بھی نہیں ہوتا، ان کے پاس محض بہتان آمیز فریب کاریاں ہوتی ہیں؛ پس ایسے لوگ قصداً جھوٹ اور تلبیس (دھوکہ دہی) کا سہارا لینے والے ہیں بخلاف ان لوگوں کے جن کے ساتھ شیاطین چمٹ جاتے ہیں، کیونکہ ان میں سے بعض پر معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے اور وہ یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ یہ شیطانی تصرفات صالحین کی کرامات کی جنس سے ہیں؛ جیسا کہ ان میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ یہ سب شیاطین کی طرف سے ہے، مگر وہ اپنے دنیاوی اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے اسے انجام دیتے ہیں، پس مقصودِ کلام یہ ہے کہ بہت سے خوارقِ عادات غیر معمولی واقعات یا تو شیاطین کی جانب سے ہوتے ہیں یا پھر محض حیلے اور شعبدے ہوتے ہیں، جبکہ ناواقف لوگ یہ گمان کر بیٹھتے ہیں کہ یہ صالحین کی کرامات میں سے ہیں، کیونکہ جو امور شرک یا فسق و فجور سے مشابہت رکھتے ہوں، وہ یقیناً شیطان ہی کی طرف سے ہوتے ہیں، مثلاً یہ کہ آدمی اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگے، چنانچہ وہ ستاروں کو پکارے یا انسانوں میں سے کسی ایسی مخلوق کو پکارے جو فوت ہو چکی ہو یا غائب ہو، یا وہ ایسے مجہول ناموں کے ذریعے عزیمت گنڈا تعویز اور قسم کھائے جن کے معنی وہ نہیں جانتا، یا وہ جانتا ہو کہ یہ شیاطین کے نام ہیں، یا وہ بے حیائی کے کاموں اور ظلم کے ذریعے (ان سے) مدد حاصل کرے، پس جن خوارقِ عادات کا سبب یہ مذکورہ بالا امور ہوں، وہ شیطان ہی کی طرف سے ہوتے ہیں؛ جیسا کہ اس موضوع پر دیگر مقامات میں تفصیل سے کلام کیا جا چکا ہے۔

صالحین کے لیے کرامات ثابت ہیں، جیسے کہ اس امت کے صالحین کی کرامات اور حواریین وغیرہ کی کرامات جو دینِ مسیح علیہ السلام پر قائم تھے۔ لیکن صالحین کے ہاتھوں پر کرامات کا ظہور اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم بھی ہوں، لیکن صورتِ حال یہ ہوتی ہے کہ آدمی صالح اور اللہ کا ولی ہوتا ہے اور اس کے پاس کرامات بھی ہوتی ہیں، اس تقویٰ و کرامت کے باوجود، بسا اوقات اس سے ان چیزوں میں غلطی اور خطا سرزد ہو سکتی ہے جن کا وہ گمان کرتا ہے، یا جو وہ سنتا اور روایت کرتا ہے، یا

جسے وہ دیکھتا ہے، یا جو کچھ وہ کتب سے سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر شخص کی بات پر کھ کر لی بھی جا سکتی ہے ترک بھی کیا جا سکتا ہے، بخلاف انبیاء کے ——ان تمام پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو—— کیونکہ غیب کی جن خبروں کی بھی انہوں نے اطلاع دی، ان سب میں ان کی تصدیق کرنا واجب ہے، جن امور کا بھی انہوں نے حکم دیا، ان میں ان کی اطاعت واجب ہے؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس وحی پر ایمان لانا واجب قرار دیا جو انبیاء کو عطا کی گئی، اور ان کے علاوہ دیگر افراد کی لائی ہوئی ہر بات پر ایمان لانا واجب نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ}[البقرة:136]

کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو ابراھیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم کسی ایک میں ان میں سے فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ}[البقرة:177]

یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر و بلکہ نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر۔

اسی لیے مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نے بھی کسی ایسے نبی کی تکذیب کی جس کی نبوت قطعی طور پر معلوم وثابت ہے، تو وہ کافر اور مرتد ہے، اور جس نے کسی نبی کی شان میں گستاخی کی تو اسے قتل کرنا واجب ہے۔ بلکہ واجب یہ ہے کہ ان تمام وحی و ہدایات پر ایمان لایا جائے جو تمام انبیاء کو عطا کی گئیں اور ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی ایمان لانے میں کوئی فرق نہ کریں، کہ ہم بعض پر ایمان لائیں اور بعض کا انکار کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا}[النساء:150-1 15]

بے شک ایسے لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر ایمان لائے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ کفر اور ایمان کے درمیان ایک راہ نکالیں۔ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یہ مقام و مرتبہ انبیاء کے سوا کسی اور کے لیے نہیں ہے، خواہ وہ انبیاء کے بھیجے ہوئے قاصد ہی کیوں نہ ہوں اور چاہے وہ امت کے برگزیدہ ترین اور عظیم ترین صدیقین میں سے ہی کیوں نہ ہوں۔

پس ان میں سے گمراہ ہونے والوں کی گمراہی کی بنیاد دو مقدمات پر ہے۔

ان میں سے ایک مقدمہ یہ ہے: کہ فلاں شخص صاحبِ کرامت ہے، لہٰذا وہ اللہ کا ولی ہے۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے: کہ اللہ کے ولی کے لیے خطا کرنا جائز ممکن نہیں ہے، بلکہ اس کی ہر خبر میں اس کی تصدیق کرنا اور اس کے ہر حکم میں اس کی اطاعت کرنا واجب ہے، نوعِ بشر میں سے کسی فرد کے لیے بھی یہ مقام نہیں ہے کہ اس کی ہر خبر میں اس کی تصدیق کی جائے اور اس کے ہر حکم میں اس کی اطاعت کی جائے، سوائے اس کے کہ وہ نبی ہو۔

مذکورہ بالا دونوں مقدمات میں سے کبھی ایک باطل ہوتا ہے اور کبھی یہ دونوں ہی باطل ہوتے ہیں، چنانچہ بسا اوقات وہ معین شخص اللہ کے اولیاء میں سے ہوتا ہی نہیں، بلکہ اس کے خوارقِ عادات کرامات نما افعال شیاطین کی طرف سے ہوتے ہیں، اور کبھی وہ حقیقتاً اللہ کے اولیاء میں سے ہوتا ہے، لیکن وہ معصوم نہیں ہوتا، بلکہ اس سے خطا کا سرزد ہونا ممکن ہے؛ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ نہ تو اللہ کے اولیاء میں سے ہو اور نہ ہی اس کے پاس کوئی خوارقِ عادات (کرامات) ہوں، بلکہ اس کے پاس محض حیلہ سازیاں اور جھوٹ کا پلندہ ہوتا ہے۔

فصل: (اس بحث کے بیان میں کہ) باری تعالیٰ کے اس ارشاد پس آپ سے پہلے بھی رسولوں کی تکذیب کی جا چکی ہے میں لفظِ رسل کا اطلاق کن کن پر ہوتا ہے؟

نصرانیوں نے کہا ہے: اور اللہ تعالیٰ نے سورہ آلِ عمران میں ارشاد فرمایا ہے:

{فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ}[آل عمران:184]

پھر اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تجھ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے جو نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لائے۔

پس 'الکتاب المنیر' (روشن کتاب) سے مراد یہاں 'انجیلِ مقدس' بھی لی گئی ہے۔

پس جواباً کہا جائے گا: یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ 'الرسل' کے لفظ میں یقینی طور پر وہ رسول شامل ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے، بالخصوص اولوالعزم رسول جیسے نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام، پس یہ حضرات، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ـــ اللہ تعالیٰ کی ان سب پر رحمتیں اور سلامتی ہو ـــ وہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشادِ باری تعالیٰ کے ذریعے خصوصیت اور فضیلت عطا فرمائی ہے:

{وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا – لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا} [الاحزاب: 7–8]

اور جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے بھی، اور ان سے ہم نے پکا عہد لیا تھا۔ تاکہ سچوں سے ان کے سچ کا حال دریافت کرے، اور کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ مبارک میں:

{شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ} [الشوری: 13]

تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور اسی راستہ کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور اسی کا ہم نے ابراھیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا، کہ اسی دین پر قائم رہو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

پس دین، جو کہ اللہ کے رسولوں کا دین ہے، وہ ایک ہی دین ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے اور جیسا کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «ہم گروہِ انبیاء کا دین ایک ہی ہے، اور لوگوں میں مریم کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کے سب سے زیادہ قریب میں ہوں، کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے»

لفظِ رسل کا اطلاق ان ہستیوں پر بھی ہوتا ہے جن کے نام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صراحت کے ساتھ ذکر نہیں فرمائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا – وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا – رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا} [النساء: 163–165]

ہم نے تیری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے وحی بھیجی نوح پر اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد آئے، اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر، اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔ اور (ہم نے بھیجے) ایسے رسول جن کا حال اس سے پہلے ہم تمہیں سنا چکے ہیں اور ایسے رسول جن کے متعلق ہم نے تمہیں نہیں بتایا، اور اللہ نے موسیٰ سے خاص طور پر کلام فرمایا۔ (ہم نے بھیجے) پیغمبر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ ان لوگوں کا اللہ پر پیغمبروں کے بعد الزام نہ رہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

{وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ} [غافر: 78]

اور ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول بھیجے تھے بعض ان میں سے وہ ہیں جن کا حال ہم نے آپ پر بیان کر دیا اور بعض وہ ہیں کہ ہم نے آپ پر ان کا حال بیان نہیں کیا۔

جہاں تک حواریوں کا تعلق ہے، تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کا ذکر فرمایا ہے اور ان کا وصف یہ بیان کیا ہے کہ وہ اسلام لانے والے، رسول کی اتباع کرنے والے اور اللہ پر ایمان رکھنے والے تھے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں نازل فرمایا ہے:

{فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ – رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ} [آل عمران: 52–53]

جب عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا کفر معلوم کیا تو کہا کہ اللہ کی راہ میں میرا کون مددگار ہے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں، ہم اللہ پر یقین لائے، اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہونے والے ہیں۔ اے رب ہمارے! ہم اُس چیز پر ایمان لائے جو تو نے نازل کی اور ہم رسول کے تابعدار ہوئے سو تو ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ} [المائدة: 111]

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈال دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہے کہ ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَآمَنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ} [الصف: 14]

اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے، حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں، پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہو گیا، پھر ہم نے ایمان داروں کو ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا پھر تو وہی غالب ہو کر رہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں قطعاً یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس نے حواریوں کو بطورِ رسول مبعوث کیا تھا، بلکہ یہ ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان کے دلوں میں اپنے اوپر اور اپنے رسول پر ایمان لانے کا الہام فرمایا، اور یہ کہ انہیں اپنے رسول کی اتباع اور ان کے قول کی پیروی کا حکم دیا گیا:

{وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ} [المائدة: 111]

اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی۔

یہ الہام نبوت پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ} [القصص: 7]

ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کی طرف وحی کی کہ تم اسے دودھ پلاؤ

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نبیہ نہیں تھیں، بلکہ عورتوں میں کوئی بھی نبیہ نہیں ہوئی؛ جیسا کہ عام طور پر نصاریٰ اور مسلمان (اہلِ سنت و الجماعت) یہی کہتے ہیں۔

عورتوں میں نبوت نہ ہونے پر علماء کے اجماع کا ذکر ایک سے زائد شخصیات نے کیا ہے، جیسے کہ دونوں قاضی یعنی ابو بکر بن الطیب (باقلانی) اور ابو یعلیٰ بن الفراء، اور استاذ ابو المعالی الجوینی (امام الحرمین) وغیرہ؛ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ باری تعالیٰ دلالت کرتا ہے:

{وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى} [يوسف: 109]

اور تجھ سے پہلے ہم نے جتنے پیغمبر بھیجے وہ سب بستیوں کے رہنے والے مرد ہی تھے۔

اللہ تعالیٰ کا مزید یہ ارشادِ گرامی ہے:

{مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ} [المائدة: 75]

مریم کا بیٹا مسیح تو صرف ایک پیغمبر ہی ہے، اس سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں، اور اس کی ماں سچی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے لیے کمالِ مرتبت صدیقہ ہونے کو قرار دیا، جس طرح مسیح علیہ السلام کے لیے کمالِ مرتبہ رسالت کو قرار دیا۔

صحیحین (بخاری و مسلم) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مردوں میں سے تو بہت سے درجۂ کمال تک پہنچے، مگر عورتوں میں سے سوائے مریم بنتِ عمران اور آسیہ بنتِ مزاحم کے کوئی اس کمال کو نہ پہنچ سکی» یعنی

ہم سے پہلی امتوں کی عورتوں میں سے؛ اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ان عورتوں میں شامل نہیں تھیں جو درجۂ کمال کو پہنچیں، تو وہ بھلا نبیہ کیسے ہو سکتی ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

{جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ} [آل عمران:184]

وہ واضح نشانیاں، صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے۔

الکتاب یہاں اسم جنس ہے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہر کتاب کو شامل ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ} [الحج:8]

اور بعضًا وہ شخص ہے جو اللہ کے معاملہ میں بے سمجھی اور دلیل اور روشن کتاب کے بغیر تکبر سے جھگڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ (اور نہ کوئی روشن کتاب)؛ یہاں کتاب سیاقِ معنی میں نکرہ ہے، چنانچہ یہ ہر اس کتاب کو شامل ہے جو روشن (ہدایت والی) ہو۔ اگر اس سے مراد صرف انجیل ہی ہوتی تو یوں فرمایا جاتا: وَلَا الْكِتَابِ الْمُنِيرِ (یعنی معرفہ کے ساتھ الکتاب لایا جاتا)۔ نیز توراۃ انجیل سے کہیں زیادہ عظمت والی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمادیا ہے کہ اس نے توراۃ اور قرآن سے بڑھ کر ہدایت دینے والی کوئی کتاب نازل نہیں فرمائی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَى أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ} [القصص:48]

وہ کہنے لگے کہ اسے ویسا ہی کیوں نہ دیا گیا جیسا موسیٰ کو دیا گیا تھا؟ تو کیا انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا تھا جو اس سے پہلے موسیٰ کو دیا گیا تھا؟ وہ کہنے لگے کہ یہ دونوں جادو ہیں۔

اور ایک قراءت میں اسے سَاحِرَانِ تَظَاهَرَا بھی پڑھا گیا ہے (یعنی یہ دو ایسے جادوگر ہیں جنہوں نے ایک دوسرے کی پشت پناہی کی)۔

{وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَى مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ} [القصص:48]

اور کہا ہم کسی کو بھی نہیں مانتے۔ کہہ دو پس اللہ کے ہاں سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان دونوں سے ہدایت میں بڑھ کر ہو کہ میں اس پر چلوں اگر تم سچے ہو۔

یہ کلام انہیں اس بات سے عاجز کر دینے کے لیے ہے کہ وہ اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آئیں جو ان دونوں توراۃ اور قرآن سے بڑھ کر ہدایت دینے والی ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

{أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ} [يونس:38]

کیا یہ لوگ کہتے ہیں اس نے اسے خود بنایا ہے، کہہ دو تم ایک ہی ایسی سورت لے آؤ۔

یہ بیان اس بات کو واضح کرتا ہے کہ نہ تو انجیل اور نہ ہی زبور، توراۃ اور قرآن سے بڑھ کر ہدایت والی ہیں؛ تو پھر آیت میں مذکور الکتاب المنیر سے مراد توراۃ اور زبور کو چھوڑ کر صرف انجیل کو کیسے لیا جا سکتا ہے؟

نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ سابقہ کتب میں سے خاص طور پر توراۃ ہی کا ذکر فرماتا ہے نہ کہ کسی اور کا؛ چنانچہ یہی وہ کتاب ہے جسے وہ قرآن کے ساتھ ملا کر ذکر کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ – وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ} [الانعام: 91–92]

اور انہوں نے اللہ کو صحیح طور پر نہیں پہچانا جب انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں اتاری، ان سے کہو کہ وہ کتاب کس نے اتاری تھی جو موسیٰ لے کر آئے تھے وہ جو لوگوں کے واسطے روشنی اور ہدایت تھی، جسے تم نے ورق ورق کر کے رکھا جو تم دکھاتے ہو اور (اس کی) بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو، اور تمہیں وہ چیزیں سکھائیں جنہیں تم اور تمہارے باپ دادا نہیں جانتے تھے، تو کہہ دو کہ اللہ ہی نے اتاری تھی، پھر انہیں چھوڑ دو کہ اپنی بحث میں کھیلتے رہیں۔ اور یہ کتاب جسے ہم نے اتارا ہے برکت والی ہے ان (کتابوں) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں اور تاکہ تو ڈرائے مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو، اور جو لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لاتے ہیں، اور وہی اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے توراۃ کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ اس میں لوگوں کے لیے نور اور ہدایت ہے، تو پھر توراۃ کو چھوڑ کر محض انجیل کو نور کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

{ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ – وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ – أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ} [الانعام: 154–156]

پھر ہم نے نیکوں پر نعمت پوری کرنے کے لیے موسیٰ کو کتاب دی جس میں ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لائیں۔ یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری ہے سو اس کا اتباع کرو اور ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے دو فرقوں (یہود و نصاریٰ) پر کتاب نازل ہوئی تھی، اور ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے۔

پس یہاں توراۃ اور قرآن کا ذکر فرمایا ہے؛ اور ان مشرکین کا یہ قول کہ کتاب تو صرف ہم سے پہلے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی، اس بات کو واضح کرتا ہے کہ یہاں الکتاب اسمِ جنس ہے جو توراۃ اور انجیل دونوں کو شامل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{يَاأَهْلَ الْكِتَابِ}[آل عمران:64]

اے اہل کتاب!

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

{وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ}[المائدة:5]

اور اہل کتاب کا کھانا تمہیں حلال ہے اور تمہارا کھانا انہیں حلال ہے، اور (تمہارے لیے حلال ہیں) پاک دامن مسلمان عورتیں اور ان پاک دامن عورتوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے۔

چنانچہ یہاں اللہ تعالیٰ نے الکتاب (کتاب) کا ذکر صیغہ واحد (مفرد لفظ) کے ساتھ فرمایا ہے؛ یہ بات معلوم و معروف ہے کہ **الذين اوتوا الكتاب من قبلنا** (وہ لوگ جنہیں ہم سے پہلے کتاب دی گئی) سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہود اور نصاریٰ دونوں ہیں، یہ حکم محض نصاریٰ کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا}[الانعام:156]

تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے دو فرقوں (یہود و نصاریٰ) پر کتاب نازل ہوئی تھی۔

ان لوگوں کے قول کا باطل ہونا ظاہر ہو چکا ہے جو کلام کو اس کے مقامات سے بدل ڈالتے ہیں (تحریف کرتے ہیں) اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جس کے بارے میں ہر وہ شخص جو ان کے حال سے واقف ہے — خواہ وہ مومن ہو یا کافر — یہ جانتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہرگز نہ تھی۔

یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں الکتاب سے صرف انجیل مراد نہیں لی ہے؛ جس طرح اللہ تعالیٰ نے الرسل سے مراد محض حواریین نہیں لیے، بلکہ الکتاب المنیر سے مراد وہ تمام کتابیں لی ہیں جو اللہ نے نازل فرمائیں جیسے کہ توراۃ اور انجیل؛ جس طرح الرسل سے مراد وہ تمام ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً مبعوث فرمایا، جیسے کہ نوح، ابراہیم، موسیٰ اور مسیح ابن مریم — ان سب پر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں اور سلامتی ہو —۔

فصل: اس بات کا اثبات کہ اہل کتاب کے پاس ایسی نشانیاں موجود ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کرتی ہیں

ان (معترضین اہل کتاب) نے کہا: اور اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) یہ بھی فرمایا ہے:

{فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ} [يونس: 94]

سو اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے تیری طرف اتاری تو ان سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں، بے شک تیرے پاس تیرے رب سے حق بات آئی ہے سو شک کرنے والوں میں ہرگز نہ ہو۔

پس ان سے کہا جائے گا: یہ بات بدیہی طور پر یقینی علم سے معلوم ہے کہ اس سے مراد صرف نصاریٰ نہیں ہیں؛ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، بلکہ یہود بھی ہم سے پہلے کتاب پڑھتے تھے اور نصاریٰ بھی ہم سے پہلے کتاب پڑھتے تھے، اور یہاں لفظ الکتاب اسمِ جنس ہے؛ جیسا کہ اس کی مثالیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں پہلے گزر چکی ہیں:

{أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا} [الانعام: 156]

تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے دو فرقوں (یہود و نصاریٰ) پر کتاب نازل ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

{وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ} [المائدة: 5]

اور اہل کتاب کا کھانا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

{يَاأَهْلَ الْكِتَابِ} [آل عمران: 64]

اے اہلِ کتاب۔

متعدد مقامات پر، اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

{لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ} [البينة: 1]

اہلِ کتاب میں سے کافر اور مشرک لوگ۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

{شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ – إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ – فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ}

اللہ نے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے گواہی دی کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی انصاف کا حاکم ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں زبردست حکمت والا ہے۔ بے شک دین اللہ کے ہاں فرمانبرداری ہی ہے، اور جنھیں کتاب دی گئی تھی انہوں نے صحیح علم ہونے کے بعد آپس کی ضد کے باعث اختلاف کیا، اور جو شخص اللہ کے حکموں کا انکار کرے تو اللہ جلد ہی حساب لینے والا ہے۔ پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو ان سے کہہ دے کہ میں نے اپنا منہ اللہ کے حکم کے تابع کیا ہے اور ان لوگوں نے بھی جو میرے ساتھ ہیں، اور ان لوگوں سے کہہ دے جنھیں کتاب دی گئی ہے اور ان پڑھوں سے کیا تم بھی تابع ہوتے ہو، پھر اگر وہ تابع ہو گئے تو انہوں نے بھی سیدھی راہ پالی، اور اگر وہ منہ پھیریں تو تیرے ذمہ فقط پہنچا دینا ہے، اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَى أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا} [النساء:47]

اے کتاب والو! اس پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کیا ہے اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے اس سے پہلے کہ ہم بہت سے چہروں کو مٹا ڈالیں پھر انہیں پیٹھ کی طرف الٹ دیں یا ان پر لعنت کریں جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی، اور اللہ کا حکم تو نافذ ہو کر ہی رہتا ہے۔

یہاں اہلِ کتاب کے لفظ کا اطلاق نصاریٰ کے مقابلے میں یہودیوں پر ہونا زیادہ واضح ہے، کیونکہ یہاں اصحابِ سبت (ہفتے والوں) پر ہونے والی لعنت کا ذکر ہے؛ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

{وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ} [آل عمران:72]

اور اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے کہا جو کچھ مسلمانوں پر اترا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کر دو شاید کہ وہ بھی پھر جائیں۔

پس یہ یہودیوں کے ایک گروہ کے بارے میں خبر ہے جنہوں نے یہ بات کہی تھی؛ اور اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا ہے:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ} [آل عمران:100]

اے ایمان والو! اگر تم اہلِ کتاب کی کسی جماعت کا بھی کہا مانو گے تو وہ تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر کر دیں گے۔

اس آیت کے سببِ نزول کا واقعہ یہ ہے کہ یہودیوں کے ایک گروہ نے مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد پیدا کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ چنانچہ یہودی اس میں یقینی طور پر داخل ہیں، اگرچہ یہ خطاب مطلق ہے جو یہود و نصاریٰ دونوں گروہوں کو شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دینا کہ اگر بالفرض شک ہو تو ان لوگوں سے سوال کر لیں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے رہے

ہیں،اس سے ہر گز یہ لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شک کیا ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے سوال کیا ہو،اگر یہ کہا جائے کہ یہ خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے،اگر یہ کہا جائے کہ یہ خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے سے ہے،تو یہ بات حقیقت کے زیادہ قریب اور زیادہ موزوں ہے؛ کیونکہ کسی حکم کو شرط کے ساتھ معلق کر دینا اس شرط کے وقوع پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ بسا اوقات کسی ناممکن شرط پر بھی حکم کو معلق کر دیا جاتا ہے تاکہ (محض بالفرض اس کے وقوع کی صورت میں) اس کا حکم بیان کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ – وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ – وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ} [الانعام:84-86]

اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون ہیں،اور اسی طرح ہم نیکو کاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس، سب نیکو کاروں میں سے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ اگر بالفرض وہ بھی شرک کرتے تو ان کے اعمال بھی اکارت ہو جاتے، باوجود اس کے کہ ان سے شرک کا صدور ناممکن اور منتفی تھا، بلکہ یہ شرک کا وقوع ناممکن ہونے کے باوجود ذکر کیا گیا، کیونکہ وہ تو وفات پا چکے تھے؛ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے معصوم ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا ہے:

{قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِّي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ – بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ} [الزمر:64-66]

کہہ دو اے جاہلو کیا مجھے اللہ کے سوا اور کی عبادت کرنے کا حکم دیتے ہو۔اور بے شک آپ کی طرف اور ان کی طرف وحی کیا جا چکا ہے جو آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں، کہ اگر تم نے شرک کیا تو ضرور تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔ بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے شکر گزار رہو۔

پس یہ خطاب سب کے لیے ہے (یعنی اس میں تمام مخاطبین شامل ہیں)۔اور یہاں لفظِ 'اِنَّ' کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کیونکہ یہ خطاب ایک موجود حاضر ہستی سے ہے۔ وہاں کسی فوت شدہ کے بارے میں خبر دی گئی ہے،اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

{فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ} [يونس:94]

سو اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے تیری طرف اتاری تو ان سے پوچھ لے۔

یہ (کسی حکم کا شرط پر معلق ہونا) شک کے وقوع پر دلالت نہیں کرتا، اور نہ ہی یہ سوال کرنے پر دلالت کرتا ہے، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو کبھی شک ہوا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی سے کوئی سوال کیا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اللہ کی قسم! نہ میں شک کرتا ہوں اور نہ ہی میں (کسی سے) سوال کرتا ہوں»

لیکن اس سے مقصود اس امر کو بیان کرنا ہے کہ اہل کتاب کے پاس ایسی معلومات اور دلائل موجود ہیں جو ان امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں جن میں کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں ارشاد فرمایا ہے:

{قُلْ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ} [الرعد: 43]

کہہ دو میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ کافی ہے اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ} [الاحقاف: 10]

کہہ دو بتاؤ تو سہی اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ ایک ایسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان بھی لے آیا اور تم اکڑے ہی رہے، بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةً أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ} [الشعراء: 197]

کیا ان کے لیے نشانی کافی نہیں کہ اسے بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ وَإِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ} [القصص: 53-52]

جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان پر پڑھا جاتا ہے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، ہمارے رب کی طرف سے یہ حق ہے، ہم تو اسے پہلے ہی مانتے تھے۔

اور فرمایا:

{إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا - وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا} [الاسراء: 107-109]

کہہ دو تم اسے مانو یا نہ مانو، بے شک وہ لوگ جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے جب ان پر پڑھا جاتا ہے تو تھوڑیوں پر سجدہ میں گرتے ہیں۔اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ ہو کر رہے گا۔اور تھوڑیوں پر روتے ہوئے گرتے ہیں اور ان میں عاجزی زیادہ کر دیتا ہے۔ ۩

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ} [المائدة:83]

اور جب اس چیز کو سنتے ہیں جو رسول پر اتری تو ان کی آنکھوں کو دیکھے گا کہ آنسوؤں سے بہتی ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، کہتے ہیں اے ہمارے رب ! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں ماننے والوں کے ساتھ لکھ لے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{لَكِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ} [النساء:162]

لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ ہیں اور مسلمان ہیں وہ مانتے ہیں اس کو جو تجھ پر نازل ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ} [الانبیاء:7]

اور ہم نے تم سے پہلے بھی تو آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا ان کی طرف، ہم وحی بھیجا کرتے تھے اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھ لو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ} [البقرة:146]

وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی تھی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

پس مقصود اس بات کی وضاحت کرنا ہے کہ اہل کتاب کے پاس وہ دلائل و شواہد موجود ہیں جو ان امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں جن میں کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں، اور یہ تصدیق کئی پہلوؤں سے ثابت ہے۔

ان میں سے پہلا پہلو یہ ہے کہ سابقہ کتبِ سماوی اس بات کی شاہد ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے صرف اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دی اور شرک سے منع فرمایا، چنانچہ اس میں ان لوگوں کے خلاف ایک حتمی دلیل موجود ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ شرک بھی کوئی دین ہے۔

اسی کی مانند اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

{وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ} [الزخرف:45]

اور آپ ان سب پیغمبروں سے جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجیے، کیا ہم نے رحمان کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا لیے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

{وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ} [الانبیاء:25]

اور ہم نے تم سے پہلے ایسا کوئی رسول نہیں بھیجا جس کی طرف یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں سو میری ہی عبادت کرو۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

{وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ} [النحل:36]

اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں یہ پیغام دے کر رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو، پھر ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوئی، پھر ملک میں پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔

دوسرا پہلو: کہ اہل کتاب یہ بات جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی طرف ان ہی جیسے انسانوں کو رسول بنا کر بھیجا ہے، ان کی طرف کسی فرشتے کو رسول بنا کر نہیں بھیجا، کیونکہ کفار میں سے بعض یہ دعویٰ کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ رسول بنا کر صرف کسی فرشتے ہی کو بھیجتا ہے یا پھر کسی ایسے انسان کو جس کے ہمراہ کوئی فرشتہ ہو، اور وہ ایسے انسان کی رسالت پر تعجب کرتے تھے جس کے ساتھ کوئی ظاہر فرشتہ نہ ہو؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَى إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا} [الاسراء:94]

اور لوگوں کو ایمان لانے سے جب کہ ان کے پاس ہدایت آ گئی صرف اسی چیز نے روکا ہے کہ کہنے لگے کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ فرما دیجیے:

{لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا} [الاسراء:95]

اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم آسمان سے ان پر فرشتہ ہی رسول بنا کر بھیجتے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ – فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّى حِينٍ} [المؤمنون: 23-25]

اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کے پاس بھیجا پھر اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ سو اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ یہ بس تم ہی جیسا آدمی ہے تم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے بھیج دیتا ہم نے اپنے پہلے باپ دادا سے یہ بات کبھی نہیں سنی۔ یہ تو بس ایک دیوانہ آدمی ہے پس اس کا ایک وقت تک انتظار کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ} [القمر: 23]

قوم ثمود نے بھی ڈرانے والوں کو جھٹلایا تھا۔ پس کہا کیا ہم اپنے میں سے ایک آدمی کے کہنے پر چلیں گے، تب تو ہم ضرور گمراہی اور دیوانگی میں جا پڑیں گے۔

اور اسی طرح ان لوگوں نے بھی کہا جو ان کے بعد آئے

{مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ} [المؤمنون: 33]

کہ یہ بس تمہیں جیسا آدمی ہے، وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔

اسی طرح فرعون کی قوم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے کہا

{أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَاعَابِدُون}

پھر کہا کیا ہم اپنے جیسے دو شخصوں پر ایمان لائیں جن کی قوم ہماری غلامی کر رہی ہو۔

اور فرعون نے کہا:

{أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِنْ هَذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ} [الزخرف: 53-52]

کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں جو ذلیل ہے اور صاف صاف بات بھی نہیں کر سکتا۔ پھر اس کے لیے سونے کے کنگن کیوں نہیں اتارے گئے یا اس کے ہمراہ فرشتے پرے باندھے ہوئے آئے ہوتے۔

اسی طرح انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی کہا، اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{الر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ هَذَا لَسَاحِرٌ مُبِينٌ} [يونس:1]

ال ر، یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ کیا اس بات سے لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو ڈرائے اور جو ایمان لائیں انہیں یہ خوشخبری سنائے کہ انہیں اپنے رب کے ہاں پہنچ کر پورا مرتبہ ملے گا، کافر کہتے ہیں کہ یہ شخص صریح جادوگر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ – وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ} [الانعام:8–9]

اور کہتے ہیں اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا، اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو اب تک فیصلہ ہو چکا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے تو وہ بھی آدمی ہی کی صورت میں ہوتا اور انہیں اسی شبہ میں ڈالے رکھتا جس میں اب مبتلا ہیں۔

چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ واضح فرمادیا کہ تم فرشتے سے براہِ راست وحی و علم حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، لہٰذا اگر ہم کسی فرشتے کو رسول بنا کر اتارتے بھی تو اسے انسانی شکل ہی میں ظاہر کرتے اور اس صورت میں بھی تم اسے انسان ہی گمان کرتے، پس ایسی صورت میں بھی تم پر معاملہ مشتبہ رہتا؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو اہل کتاب سے یہ دریافت کرنے کا حکم دیا کہ ان کی طرف جو رسول بھیجے گئے وہ انسان تھے یا فرشتے؟ تاکہ اس کے ذریعے ان لوگوں پر حجت قائم کی جاسکے جو کسی انسان کے رسول بنا کر بھیجے جانے کا انکار کرتے تھے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور نہیں

{أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ – وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ – ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَأَنْجَيْنَاهُمْ وَمَنْ نَشَاءُ وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ} [الانبياء:7–9]

اور ہم نے تم سے پہلے بھی تو آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا ان کی طرف، ہم وحی بھیجا کرتے تھے اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھ لو۔ اور ہم نے ان کے ایسے بدن بھی نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔ پھر ہم نے ان سے وعدہ سچا کر دیا تب انہیں اور جسے ہم نے چاہا نجات دی اور ہم نے حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔

اہلِ ذکر سے مراد وہی لوگ ہیں جو اس ذکر (کتاب و وحی) کے جاننے والے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔

تیسرا پہلو: یہ کہ وہ مشرکین اہل کتاب سے ان واقعات کے بارے میں دریافت کریں جو رسولوں اور ان کی امتوں کے درمیان پیش آئے، اور یہ کہ ان رسولوں پر ایمان لانے والوں کا انجام کیا ہوا، ان رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔

چوتھا پہلو: وہ اہل کتاب سے اس دین کے بارے میں دریافت کریں جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا، اور وہ وہی

دینِ اسلام ہے جس پر تمام رسولوں کا اتفاق رہا ہے۔ جیسا کہ توحید، سچائی، عدل، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کا حکم دینا؛ اور شرک، ظلم اور بے حیائی کے کاموں سے روکنا (تمام رسولوں کے دین میں مشترک رہا ہے)۔

پانچواں پہلو: وہ اہل کتاب سے ان اوصاف کے بارے میں دریافت کریں جو رسولوں نے اپنے رب کے بیان کیے ہیں، کہ آیا وہ ان اوصاف کے موافق ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں یا نہیں؟ یہ وہ امور ہیں جن کے بارے میں دریافت کیا جارہا ہے، یہ اہل کتاب کے ہاں تواتر کے ساتھ منقول اور ان کے علم میں یقینی طور پر موجود ہیں، یہ ایسی چیزیں نہیں جن میں وہ شک کریں۔ اور یہ ضروری نہیں کہ اگر اس طرح کی چیزیں اہل کتاب کو تواتر سے معلوم ہوں اور ان سے ان کے بارے میں دریافت کیا جائے، تو ان کی کہی ہوئی ہر بات ہی ان کے ہاں تواتر سے ثابت اور معلوم ہو۔

نیز، وہ مشرکین اہل کتاب سے ان شہادتوں اور بشارتوں کے بارے میں بھی دریافت کریں جو ان کے پاس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق موجود ہیں۔

یقیناً اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اس کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

{وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ – الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ}[اعراف:156–157]

اور لکھ دے ہمارے لیے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی کہ ہم نے تیری طرف رجوع کیا، فرمایا میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں کرتا ہوں، اور میری رحمت سب چیزوں سے وسیع ہے، پس وہ رحمت ان کے لیے لکھوں گا جو ڈرتے ہیں اور جو زکوۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمی نبی ہے جسے اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیکی کا حکم کرتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے اور ان کے لیے سب پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں اتارتا ہے جو ان پر تھیں۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

{وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ}[الصف:6]

اور جب عیسٰی بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! بے شک میں اللہ کا تمہاری طرف رسول ہوں (اور) تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہو گا، پس جب وہ واضح دلیلیں لے کر ان کے پاس آگیا تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔

پس یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خبر دی ہے کہ انہوں نے اپنے سے پہلے آنے والے رسول اور کتاب یعنی تورات کی تصدیق فرمائی، اور اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت دی جو کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ} [البقرة: 144]

بے شک ہم آپ کے منہ کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں، پس اب اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجیئے، اور جہاں کہیں تم ہوا کرو اپنے مونہوں کو اسی کی طرف پھیر لیا کرو، اور بے شک وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ہے یقیناً جانتے ہیں کہ وہی حق ہے ان کے رب کی طرف سے، اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو وہ کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اِس ارشاد سے لے کر اس کے اس قول تک:

{الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ} [البقرة: 146]

وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی تھی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اور بے شک کچھ لوگ ان میں سے حق کو چھپاتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ – نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ – عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ – بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ – وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ – أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةً أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ}

اور یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو۔ صاف عربی زبان میں۔ اور البتہ اس کی خبر پہلوں کی کتابوں میں بھی ہے۔ کیا ان کے لیے نشانی کافی نہیں کہ اسے بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں۔ **[الشعراء: 192–197]**

اللہ تعالیٰ نے ان نصاریٰ کے بارے میں جن کی اس نے ثنا (تعریف) بیان فرمائی ہے، ارشاد فرمایا:

{وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا} [المائدة: 83]

اور جب اس چیز کو سنتے ہیں جو رسول پر اتری تو ان کی آنکھوں کو دیکھے گا کہ آنسوؤں سے بہتی ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا – قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا – وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا}[الاسراء:106-109]

اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا تاکہ تو مہلت کے ساتھ اسے لوگوں کو پڑھ کر سنائے اور ہم نے اسے آہستہ آہستہ اتارا ہے۔ کہہ دو تم اسے مانو یا نہ مانو، بے شک وہ لوگ جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے جب ان پر پڑھا جاتا ہے تو تھوڑیوں پر سجدہ میں گرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ ہو کر رہے گا۔ اور تھوڑیوں پر روتے ہوئے گرتے ہیں اور ان میں عاجزی زیادہ کر دیتا ہے ۩۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ}[الانعام:114]

کیا میں اللہ کے سوا اور کسی کو منصف بناؤں حالانکہ اس نے تمہاری طرف ایک واضح کتاب اتاری ہے، اور جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ ٹھیک تیرے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے، پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ – الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ – وَإِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ – أُولَئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ}[القصص:51-54]

اور البتہ ہم ان کے پاس ہدایت بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان پر پڑھا جاتا ہے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، ہمارے رب کی طرف سے یہ حق ہے، ہم تو اسے پہلے ہی مانتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی وجہ سے دگنا بدلہ ملے گا اور بھلائی سے برائی کو دور کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ الانعام میں ارشاد فرمایا:

{الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ} [الانعام:20]

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے پہچانتے ہیں ایسے ہی جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اور جو لوگ اپنی جانوں کو نقصان میں ڈال چکے ہیں وہی ایمان نہیں لاتے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ} [البقرة:89]

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آئی جو تصدیق کرتی ہے اس کی جو ان کے پاس ہے، اور اس سے پہلے وہ کفار پر فتح مانگا کرتے تھے، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آئی جسے انہوں نے پہچان لیا تو اس کا انکار کیا، سو کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اہل کتاب کے ہاں ان کی قدیم کتابوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و علامات کی معرفت کے متعلق جو خبریں موجود ہیں، ان اہل کتاب سے تواتر کے ساتھ منقول ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل، عربوں اور اہل کتاب کے درمیان جنگیں اور قتال ہوا کرتا تھا تو اہل کتاب ان لڑائیوں کے دوران کہا کرتے تھے کہ اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا وقت قریب آپہنچا ہے جو دینِ ابراہیم کے ساتھ مبعوث کیے جائیں گے۔ پس جب وہ نبی ظاہر ہوں گے تو ہم ان کی پیروی کریں گے اور ان کے ساتھ مل کر تمہیں (عرب کے مشرکین کو) بدترین طریقے سے قتل کریں گے۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان اہلِ کتاب میں سے کچھ وہ تھے جو ان پر ایمان لے آئے اور کچھ وہ جنہوں نے ان کا انکار کیا، پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ} [البقرة:89]

اور اس سے پہلے وہ کفار پر فتح مانگا کرتے تھے۔

یعنی وہ اہلِ کتاب کافروں کے خلاف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے فتح و نصرت طلب کیا کرتے تھے

{فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ} [البقرة:89]

پھر جب ان کے پاس وہ چیز آئی جسے انہوں نے پہچان لیا تو اس کا انکار کیا، سو کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب سے اپنے خطاب میں ان سے فرمایا کرتے تھے کہ: «قسم ہے اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بلاشبہ تم یقیناً جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں» اسی طرح ان میں سے جو لوگ اسلام لائے، جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، وہ اپنے علاوہ دیگر اہل کتاب سے کہا کرتے تھے کہ: اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تم یقیناً یہ جانتے ہو کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ یہ معاملہ ان احادیثِ صحیحہ میں معروف و مستند ہے جو صحیحین (بخاری و مسلم) اور ان

کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث میں روایت کی گئی ہیں۔ پس ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے، اس سے ان لوگوں کی جانب سے کلامِ الٰہی میں کی جانے والی تحریف واضح ہو گئی ہے۔ یہ کہ جو کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے، اس میں ان باطل پرستوں کے لیے کوئی دلیل و حجت نہیں ہے؛ جیسا کہ اس سے پہلے اس کی مثالیں گزر چکی ہیں۔

فصل: ان کے اس دعوے کی تردید کہ قرآن ان کی ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو اس وقت ان کے پاس موجود ہیں

انہوں نے کہا: پس اس قرآن کے بیان سے وہ سب کچھ ثابت ہو گیا جو ہمارے پاس ہے، اور قرآن نے ہماری اس انجیل اور ان کتابوں کی تصدیق کر کے — جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہیں — ان سے تحریف کی تہمتوں اور ان کے مندرجات میں تبدیلی و تغیر کی نفی کر دی ہے۔

پس جواباً کہا جائے گا: تمہارا وہ کلام جس سے تم اس مقام پر یا کسی اور جگہ استدلال کرتے ہو، وہ یا تو محض باطل ہے، یا پھر ان باتوں میں سے ہے جن میں تم نے حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے، پس تمہارا یہ قول کہ قرآن نے ان کتابوں کی تصدیق کی ہے، تو اگر اس سے تمہاری مراد یہ ہے کہ قرآن نے اس تورات، انجیل اور زبور کی تصدیق کی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر نازل فرمائی تھیں، تو اس میں سچائی کے متعلق کوئی شک و شبہ نہیں ہے، کیونکہ یہ بات قرآن میں ایک سے زائد مقامات پر مذکور ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ اس کی نازل کردہ ہر کتاب اور اس کے بھیجے ہوئے ہر نبی پر ایمان لائیں؛ ساتھ ہی اس نے یہ خبر بھی دی ہے کہ اس نے یہ کتابیں قرآن سے پہلے نازل فرمائیں اور قرآن کو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا اور ان پر نگہبان و محافظ بنا کر نازل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{الم – اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ – نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ – مِنْ قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ}[آل عمران:1–4]

ال مٓ۔ اللہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، نظامِ کائنات کا سنبھالنے والا ہے۔ اُس نے تجھ پر یہ سچی کتاب نازل فرمائی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اُسی نے اس کتاب سے پہلے تورات اور انجیل نازل فرمائی۔ (جو) اس سے پہلے لوگوں کے لیے ہدایت بنا کر نازل کی گئیں اور اس نے حق و باطل میں فرق کرنے والا (میزان) نازل فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ}[المائدة:48]

ہم نے تجھ پر سچی کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کے مضامین پر نگہبانی کرنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَى أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ} [النساء:47]

اے کتاب والو! اس پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کیا ہے اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے اس سے پہلے کہ ہم بہت سے چہروں کو مٹاڈالیں پھر انہیں پیٹھ کی طرف الٹ دیں یا ان پر لعنت کریں جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی۔

اور فرمایا:

{وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ} [المائدة:48]

ہم نے تجھ پر سچی کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کے مضامین پر نگہبانی کرنے والی ہے۔

اور فرمایا:

{وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ} [فاطر:31]

اور وہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے وہ ٹھیک ہے اس کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے آچکی، بے شک اللہ اپنے بندوں سے باخبر دیکھنے والا ہے۔

اور فرمایا:

{وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ} [البقرة:101]

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ رسول آیا جو اس کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے تو اہلِ کتاب کی ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ایسا پھینکا کہ گویا اسے جانتے ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ} [النساء:47]

اس پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کیا ہے اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے۔

یقیناً اللہ نے اپنے بندوں پر اپنی تمام کتابوں اور اپنے تمام رسولوں پر ایمان لانا واجب کیا ہے، اور اس شخص کے کفر کا فیصلہ سنایا ہے جو بعض پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کرے، پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ – فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ}[البقرة:136–137]

کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو ابراھیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم کسی ایک میں ان میں سے فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ پس اگر وہ بھی ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پا گئے، اور اگر وہ نہ مانیں تو وہی ضد میں پڑے ہوئے ہیں، سو تمہیں ان سے اللہ کافی ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ}[البقرة:285]

رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا ہے اور مسلمانوں نے بھی مان لیا، سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے، (کہتے ہیں کہ) ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا – أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا – وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا}[النساء:150–152]

بے شک ایسے لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر ایمان لائے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ کفر اور ایمان کے درمیان ایک راہ نکالیں۔ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور رسولوں پر اور ان (کو ماننے) میں فرق نہ کیا تو ان لوگوں کو اللہ جلد ان کے ثواب دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان تفریق کرنے والے کی مذمت فرمائی ہے کہ وہ بعض پر ایمان لائے اور بعض کو چھوڑ دے، اور یہ واضح فرما دیا کہ اس نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ}[البقرة:253]

یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمادیا کہ اس نے ان انبیاء میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
{وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ} [الاسراء: 55]
اور ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے جو دینِ اسلام میں بدیہی طور پر معلوم ہے یعنی ضرورتِ دین میں سے ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین اور اللہ کی نازل کردہ تمام کتابوں پر ایمان لانا واجب ہے۔ پس جو شخص کسی ایک ایسے نبی کا انکار کرے جس کی نبوت (قطعی طور پر) معلوم ہو ـــــ جیسے حضرت ابراہیم، لوط، موسیٰ، داؤد، سلیمان، یونس اور عیسیٰ علیہم السلام ـــــ تو وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور اس کا حکم کفار والا ہی ہے۔ اور اگر وہ (پہلے مسلمان تھا اور اب انکار کر کے) مرتد ہو گیا ہے تو اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا؛ پس اگر وہ توبہ کر لے تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اسی طرح جو شخص انبیاء میں سے کسی ایک نبی کی بھی توہین کرے، اسے بھی مسلمانوں کے اتفاقِ رائے سے قتل کیا جائے گا۔ اور انبیاء میں سے کسی نبی کی طرف سے دی گئی جس خبر کے متعلق بھی مسلمانوں کو علم ہو جائے کہ یہ انہوں نے فرمائی ہے، تو ان پر اس کی تصدیق کرنا واجب ہے؛ جس طرح وہ ان تمام خبروں کی تصدیق کرتے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں، اور مسلمان یہ جانتے ہیں کہ انبیاء کی خبریں نہ ایک دوسرے کے متضاد ہوتی ہیں اور نہ ہی ان میں کوئی اختلاف ہوتا ہے۔ اور جس بات کے متعلق انہیں یہ علم نہ ہو کہ اسے کسی نبی نے بیان فرمایا ہے، تو اس کی حیثیت ان کے نزدیک ویسی ہی ہے جیسے کسی ایسی بات کی جس کے بارے میں انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے؛ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمتیں نازل فرمائے۔ لیکن مسلمان کسی بات کی تکذیب صرف اسی صورت میں کرتے ہیں جب انہیں اس کے جھوٹ ہونے کا علم ہو جائے؛ جس طرح ان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی بات کی تصدیق کریں مگر یہ کہ وہ جان لیں کہ وہ سچ ہے۔ اور جس بات کے متعلق انہیں یہ علم نہ ہو کہ وہ سچ ہے یا جھوٹ، تو وہ نہ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی تکذیب کرتے ہیں؛ جیسا کہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا ہے، اور اسی کا حکم مسیح علیہ السلام نے بھی انہیں اپنے متبعین کو دیا تھا، چنانچہ انہوں نے فرمایا: امور (یعنی معاملات) تین طرح کے ہیں: ایک وہ معاملہ جس کی ہدایت و خیر واضح ہو جائے تو اس کی اتباع کرو، دوسرا وہ معاملہ جس کی گمراہی و شر ظاہر ہو جائے تو اس سے اجتناب کرو، اور تیسرا وہ معاملہ جو تم پر مشتبہ ہو جائے جس کی حقیقت واضح نہ ہو تو اسے اس کے جاننے والے کے سپرد کر دو۔

فَصْل

اگر ان کی اپنی کتابوں کی تصدیق کرنے سے یہ مراد ہے کہ وہ نبی ان کے ان عقائد اور شریعتوں کی تصدیق کریں جنہیں انہوں نے اللہ کی اجازت کے بغیر خود ایجاد کر لیا ہے، اور جن کے ذریعے انہوں نے ان سے پہلے کی اسلامی شریعتوں کی مخالفت کی ہے یا انہوں نے ان

خود ساختہ عقائد کے ذریعے اس شریعت کی مخالفت کی ہو جسے دے کر وہ نبی بھیجے گئے ہیں، جیسے کہ تثلیث (تین خداؤں) اور اقانیم کا عقیدہ، یالاہوت (خدا) اور ناسوت (انسان) کے درمیان حلول اور اتحاد (ایک ہو جانے) کا قول، اور ان کا یہ کہنا کہ: کہ مسیح ہی اللہ ہے یااللہ کا بیٹا ہے، اور وہ تمام امور جن کا یہ انکار کرتے ہیں حالانکہ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لانے کے تقاضوں کے مطابق ان پر ایمان لانا واجب تھااللہ اور اس کے رسولوں کی حرام کردہ اشیاء جیسے خنزیر وغیرہ کو حلال کر لینے کا معاملہ؛ اور اللہ نے یہ واضح فرمادیا کہ وہ اس دینِ حق کی پیروی نہیں کرتے جسے دے کر اللہ نے اپنی کتاب نازل کی اور اپنے رسول کو بھیجا، بلکہ وہ ایک ایسے خود ساختہ دین پر چل رہے ہیں جسے ان کے بڑوں نے ان کے لیے وضع کر لیا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ} [التوبة: 31]

انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا ہے اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی۔

اور یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو عدی بن حاتم کے سامنے واضح فرمایا تھا، جبکہ وہ نصرانی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی غرض سے حاضر ہوئے تھے یقیناً عدی بن حاتم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور وہ بہترین صحابہ میں سے ہوئے؛ چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیتِ کریمہ تلاوت کرتے ہوئے سنا:

{اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ} [التوبة: 31]

انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا ہے اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی، حالانکہ انہیں حکم یہی ہوا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ کتاب نے اپنے علماء و مشائخ کی عبادت تو نہیں کی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان علماء و مشائخ نے ان کے لیے حرام کو حلال کر دیا اور حلال کو ان پر حرام کر دیا، تو انہوں نے ان کی پیروی کی؛ پس یہی ان کا ان کی عبادت کرنا تھا۔

پس اگر وہ ان باطل امور میں ان کی تصدیق مراد لیتے ہیں، یا یہ مراد لیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس موجود ان باتوں کی تصدیق کی ہے جو انبیاء اللہ کی طرف سے لے کر نہیں آئے (بلکہ وہ ان کی اپنی ایجاد کردہ ہیں)، تو یقیناً انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا صریح جھوٹ باندھا ہے جس کا بطلان آپ کے دین سے بدیہی طور پر معلوم ہے؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف ان تعلیمات کی تصدیق فرمائی ہے جو آپ سے پہلے انبیاء لے کر آئے تھے۔

اور رہی وہ باتیں جو انہوں نے دین میں خود پیدا کر لی تھیں اور جنہیں بطورِ بدعت ایجاد کر لیا تھا، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز ان کی

تصدیق نہیں فرمائی؛ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ بھی جائز قرار نہیں دیا کہ وہ اپنی اسی سابقہ شریعت پر برقرار رہیں (جو ان کے پاس موجود تھی)۔ اگرچہ وہ سابقہ شریعت تبدیل شدہ نہ بھی ہوتی تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اس پر برقرار رہنا جائز قرار نہ دیا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کو اور تمام انسانوں وجنات کو اپنی ذات پر اور جو دین آپ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لانے کی دعوت دی، اور اس کتاب وحکمت کی پیروی کی پکار لگائی جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے کفر کا فیصلہ صادر فرمایا جس نے آپ پر نازل کردہ کتاب کی پیروی نہ کی، اور ان کے لیے آخرت کے عذاب میں ہمیشہ رہنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں ان کے خلاف جہاد کو واجب قرار دیا، یہاں تک کہ دین مکمل طور پر اللہ ہی کے لیے ہو جائے اور اللہ کا کلمہ ہی بلند وبالا رہے۔

یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب میں سے یہودیوں اور نصرانیوں کو عمومی طور پر اسلام کی دعوت دی، پھر ان دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کو متعدد مقامات پر خصوصی طور پر بھی دعوت دی، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی دعوت تو تمام لوگوں کے لیے تھی، خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ – الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ – قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ} [الاعراف:156–158]

اور میری رحمت سب چیزوں سے وسیع ہے، پس وہ رحمت ان کے لیے لکھوں گا جو ڈرتے ہیں اور جو زکوۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمی نبی ہے جسے اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیکی کا حکم کرتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے اور ان کے لیے سب پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں اتارتا ہے جو ان پر تھیں، سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی حمایت کی اور اسے مدد دی اور اس کے نور کے تابع ہوئے جو اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے، یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ کہہ دو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کی حکومت آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے، پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول اُمی نبی پر جو کہ اللہ پر اور اس کے سب کلاموں پر یقین رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا – لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا – فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنْكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا} [النساء: 171–173]

اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے نہ نکلو اور حق بات کے علاوہ اللہ کی شان میں کچھ نہ کہو، بے شک مریم کا بیٹا مسیح عیسیٰ اللہ کا رسول ہے اور اللہ کا ایک کلمہ ہے جسے اللہ نے مریم تک پہنچایا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہے، سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر، اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں، اس بات کو چھوڑ دو تو تمہارے لیے بہتر ہو گا، بے شک اللہ اکیلا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے اس کی اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ کارساز کافی ہے۔ مسیح خدا کا بندہ بننے سے ہرگز عار نہیں کرے گا اور نہ مقرب فرشتے، اور جو کوئی اس (اللہ) کی بندگی سے انکار کرے گا اور تکبر کرے گا پھر وہ ان سب کو اپنی طرف اکھٹا کرے گا۔ پھر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے (اللہ) انہیں ان کا پورا ثواب دے گا اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دے گا، اور جن لوگوں نے انکار کیا اور تکبر کیا انہیں درد دینے والا عذاب دے گا اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہیں پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ} [المائدة: 17]

بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مریم کا بیٹا مسیح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ} [المائدة: 14]

اور جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں ان سے بھی ہم نے عہد لیا تھا پھر وہ اس نصیحت سے نفع اٹھانا بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی، پھر ہم نے ان کے درمیان ایک دوسرے کی دشمنی اور بغض قیامت تک کے لیے ڈال دیا، اور اللہ انہیں جتلائے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی ہے کہ نصاریٰ نے اس نصیحت کا ایک بڑا حصہ فراموش کر دیا جس کی انہیں یاد دہانی کرائی گئی تھی، اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لیے دشمنی اور بغض ڈال دیا پس یہ بات معلوم ہو گئی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ واضح فرما دیا ہے کہ انہوں نے اس تعلیم کا کچھ حصہ ترک کر دیا تھا جو مسیح علیہ السلام اور ان سے پہلے کے انبیاء لے کر آئے

تھے،اور اسی وجہ سے وہ اس بات کے مستحق ٹھہرے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت تک کے لیے دشمنی اور بغض ڈال دے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ} [المائدة: 77]

کہہ دو اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق زیادتی مت کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے دور ہو گئے۔

پس اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دین میں غلو کرنے سے اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی سے روک دیا جنہوں نے ایسی بدعات ایجاد کیں جن کے ذریعے انہوں نے مسیح علیہ السلام کی شریعت کو بدل ڈالا، چنانچہ وہ ان متبعینسے پہلے خود بھی گمراہ ہوئے اور ان متبعین میں سے بہت سوں کو اور دیگر لوگوں کو بھی انہوں نے گمراہ کر دیا وہ 'سواء السبیل'(راہِ راست) سے بھٹک گئے، اور یہ وہ میانہ راستہ ہے جو ضلالت کی انتہاؤں کے درمیان ہے؛ اور اللہ تعالیٰ نے اس گمراہی کو پہلے مجمل اور عام بیان کرنے کے بعد مزید تفصیل سے مقید و واضح فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ} [التوبة: 29]

ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اسے حرام جانتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور سچا دین قبول نہیں کرتے ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ عاجز ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے سال بذاتِ خود ان سے قتال کے لیے نکلے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مومنین کو ان کے خلاف قتال کے لیے نکل کھڑے ہونے کی دعوت دی، اور غزوے کی قدرت رکھنے والے کسی بھی شخص کو پیچھے رہ جانے کی اجازت نہ دی اور جو شخص اس بنا پر پیچھے رہ گیا کہ وہ ان کے خلاف قتال کو واجب نہیں سمجھتا تھا، تو وہ کافر تھا؛ اور اگر اس نے اسلام کا اظہار کر رکھا تھا تو وہ ایسا منافق اور ملعون تھا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ وہ انہیں ہرگز معاف نہیں فرمائے گا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقین کے جنازے کی نماز پڑھنے سے منع فرمادیا، اور اس بارے میں سورت براءت کا بڑا حصہ نقلِ متواتر کے ساتھ نازل فرمایا؛ یہاں تک کہ ان لوگوں کے کفر کو بھی واضح کر دیا جنہوں نے نصاریٰ سے قتال کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلنے کے بجائے پیچھے رہ جانے کی اجازت طلب کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ – إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ – إِلَّا تَنْ ُرُوهُ فَقَدْ نَ َرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِ َاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ – انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ – لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَا ِدًا لَاتَّبَعُوكَ وَلَكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ – عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ َدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ – لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ – إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ – وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَكِنْ كَرِهَ اللَّهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ – لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ – لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّى جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ}[التوبة:38–48]

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں کوچ کرو تو زمین پر گرے جاتے ہو، کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو، دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا اور تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کرے گا اور تم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے تو اس کی اللہ نے مدد کی ہے جس وقت اسے کافروں نے نکالا تھا کہ وہ دو میں سے دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا تو غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھر اللہ نے اپنی طرف سے اس پر تسکین اتاری اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات کو پست کر دیا، اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے، اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ نکلو تم ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں لڑو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو۔ اگر مال نزدیک ہوتا اور سفر ہلکا ہوتا تو وہ ضرور تیرے ساتھ ہوتے لیکن انہیں مسافت لمبی نظر آئی، اور اب اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم سے ہو سکتا تو ہم تمہارے ساتھ ضرور چلتے، اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ اللہ نے تمہیں معاف کر دیا (لیکن) تم نے انہیں کیوں رخصت دی یہاں تک کہ تیرے لیے سچے ظاہر ہو جاتے اور تو جھوٹوں کو جان لیتا۔ جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں وہ تم سے رخصت نہیں مانگتے اس سے کہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں، اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ تم سے رخصت وہی مانگتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں سو وہ اپنے شک میں بھٹک رہے ہیں۔ اور اگر وہ نکلنا چاہتے تو اس کے لیے کوئی سامان ضرور تیار کرتے

لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا پسند نہ کیا سوانہیں روک دیااور حکم ہوا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اگر وہ تم میں نکلتے تو سوائے فساد کے اور کچھ نہ بڑھاتے اور تم میں فساد ڈلوانے کی غرض سے دوڑے دوڑے پھرتے، اور تم میں ان کے جاسوس بھی ہیں، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ یہ پہلے بھی فساد کے طالب رہے ہیں اور بہت سی باتوں میں تمہارے لیے الٹ پھیر کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آ پہنچا اور اللہ کا حکم غالب ہوا اور وہ ناخوش ہی رہے۔

فَصْل

پس یہ بات واضح ہوگئی کہ ان کا یہ قول: اس تصدیق سے وہ سب کچھ ثابت ہو گیا جو ہمارے پاس ہے، اور ہماری انجیل اور ان کتب سے جنہیں ہم تھامے ہوئے ہیں، تحریف و تبدیلی اور مندرجات کے تغیر کے تمام الزامات کی نفی ہوگئی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق فرمائی ہے، قطعی باطل ہے۔

اگر ان کی مراد اس سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تعلیمات کو برحق ثابت قرار دیا ہے جو آپ سے پہلے انبیاء کرام اللہ کی طرف سے لائے تھے، تو یہ بات تو حق ہے۔

اگر ان کی مراد اس سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد وہ شریعت بھی برحق ثابت ہوگئی جس پر اہلِ کتاب قائم ہیں اور جو آپ کی شریعت کے مخالف ہے، یا وہ بدعات ثابت ہو گئیں جو انہوں نے خود ایجاد کیں اور جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء علیہم السلام لے کر نہیں آئے تھے، تو یہ دعویٰ باطل ہے۔

اگر ان کی اس بات سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کتب کے الفاظ کی تصدیق فرمائی ہے جو ان کے پاس موجود ہیں — یعنی تورات اور انجیل — تو یہ ایسا معاملہ ہے جس میں بعض مسلمان تو ان کی بات تسلیم کر لیتے ہیں، مگر اکثر مسلمان اس میں ان سے اختلاف کرتے ہیں؛ اگرچہ ان کتب کے الفاظ کا اکثر حصہ ایسا ہے جسے اکثر مسلمان بطورِ کلامِ سابق تسلیم کرتے ہیں۔

رہی بات کتب کے معانی میں تفسیر و تاویل کے ذریعے تحریف کرنے اور ان کے احکام کو بدل ڈالنے کی، تو تمام مسلمان، یہودی اور نصاریٰ خود ان کے اپنے علماء بھی ان کے بارے میں اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے ان میں تحریف اور تبدیلی کی ہے؛ جیسا کہ نصاریٰ اور مسلمان مل کر یہودیوں کے خلاف اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے تورات کے بہت سے معانی میں تحریف کی اور اس کے احکام کو بدل ڈالا، اگرچہ نصاریٰ اور یہودی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تورات کے الفاظ میں تحریف نہیں کی گئی۔

ایسی صورت میں، ان کتب کے معانی میں تحریف کے ہوتے ہوئے محض ان کے حروف و الفاظ کا ان کے پاس اصلی حالت میں باقی رہ جانا انہیں کوئی نفع نہیں دیتا؛ جس طرح یہودیوں کو ان کی کتب اور پیشین گوئیوں کے الفاظ کا محفوظ ہونا کوئی فائدہ نہیں دیتا جبکہ انہوں نے ان کے معانی میں تحریف کر رکھی ہے؛ بلکہ وہ تمام پیشین گوئیاں جن کا نصاریٰ اقرار کرتے ہیں، وہ اصلاً یہودیوں کے پاس ہی موجود

ہیں،وہ یہودیوں کے ساتھ مل کر ان کتب کے الفاظ سے تحریف اور تبدیلی کے الزامات کی نفی کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ ان کے نزدیک یہودی اللہ کی مخلوق میں کفر کے اعتبار سے سب سے بڑے اور دنیا وآخرت میں اللہ کے عذاب کے سب سے زیادہ مستحق ہیں اور وہ یہودی ان نصاریٰ کے نزدیک جو مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں، مسلمانوں سے بھی بڑھ کر کافر اور ان سے کہیں زیادہ شر پسند ہیں، کیونکہ نصاریٰ اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمان عام انسانی اوصاف اور اخلاقیات کے اعتبار سے یہودیوں سے بہتر ہیں اسی طرح یہودی بھی اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمان نصاریٰ سے بہتر ہیں؛ بلکہ مسلمانوں کے مخالف تمام مذاہب واقوام اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مسلمان دیگر تمام امتوں اور گروہوں سے بہتر ہیں سوائے ان کے اپنے، اور ان کی اپنے حق میں گواہی قبول نہیں کی جاسکتی؛ چنانچہ اس طرح روئے زمین کے تمام لوگوں کا دینِ اسلام کی فضیلت پر گویا اتفاق ہو گیا ہے۔

پس یہ معلوم ہوا کہ کتاب کے الفاظ و حروف کا باقی رہ جانا، جبکہ اس کے معانی کی اتباع سے اعراض کیا جائے اور ان میں تحریف کر دی جائے، تو یہ محض الفاظ کا باقی رہنا نہ تو ان کے حاملین کے ایمان کو ثابت کرتا ہے اور نہ ہی ان کے کفر کی حقیقت کو مانع ہوتا ہے۔ایسی صورت میں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی جانب سے مسیح علیہ السلام اور ان پر نازل ہونے والی انجیل کی برحق ہونے کی گواہی دینا، نصاریٰ کے پاس موجودہ منحرف عقائد و کتب کو ثابت کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر وزنی نہیں ہے جتنی کہ خود مسیح علیہ السلام کی اپنی شہادت تھی؛ نہ ہی یہ گواہی حواریوں اور مسیح علیہ السلام کے دیگر متبعین کی جانب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان پر نازل ہونے والی تورات کی تصدیق کے برابر ہے جو یہودیوں کے پاس موجودہ عقائد و کتب کو برحق ثابت کرنے کے لیے دی گئی تھی؛ چنانچہ مسیح علیہ السلام نے اپنے متبعین کو تورات ہی کی اتباع کا حکم دیا تھا، سوائے اس قلیل مقدار کے جسے انہوں نے اللہ کے حکم سے تورات میں سے منسوخ کر دیا تھا۔

جہاں تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے، تو آپ کو ایک مستقل کتاب اور ایک مستقل، کامل اور مکمل شریعت دے کر بھیجا گیا ہے، جس کے ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کسی سابقہ شریعت کی ضرورت باقی نہیں رہی، (ایسی مستقل شریعت) جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ کے علاوہ کسی اور سے سیکھے، اور نہ ہی اسے کسی ایسی لاحق بعد میں آنے والی شریعت کی ضرورت ہے جو آپ کے دین کی تکمیل کرے؛ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ صحیح میں ارشاد فرمایا: ‹‹تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگ 'مُحَدَّث' (ایسے صاحبِ بصیرت جن کے دل میں اللہ کی طرف سے بات ڈال دی جاتی ہے) ہوا کرتے تھے، پس اگر میری امت میں کوئی ایسا ہوا تو وہ عمر بن خطاب ہیں››

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر تو جزم کا اظہار فرمایا کہ جو امتیں آپ سے پہلے گزریں ان میں 'محدثون' (صاحبانِ الہام) ہوا کرتے تھے، لیکن اپنی امت کے معاملے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لفظِ 'ان' کے ساتھ) مشروط و معلق رکھا، اگرچہ یہ امرِ معلق

حقیقت میں وقوع پذیر ہو چکا ہے؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو آپ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت ہی نہیں ہے، لہٰذا اس بات کی ضرورت نہ ہونا تو بطریقِ اولیٰ اور زیادہ قرینِ قیاس ہے کہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے کسی 'محدث' (صاحبِ الہام) کی ضرورت پڑے۔

جہاں تک ان کا تعلق ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھے، تو وہ ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کے محتاج رہتے تھے، چنانچہ ان کی 'محدثین' اور صاحبانِ الہام کی طرف حاجت ممکن تھی؛ اسی لیے جب قربِ قیامت مسیح ابن مریم علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں نازل ہوں گے، تو وہ ان میں صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہی کے مطابق حکم فرمائیں گے۔ جب صورتِ حال یہ ہے، تو پھر مسیح علیہ السلام، حواریوں اور ہر اس شخص کی گواہی جو مسیح علیہ السلام پر ایمان لایا —— کہ تورات حق ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں —— یہ گواہی یہودیوں کے کفر کی حقیقت کو ختم نہیں کر سکتی؛ کیونکہ انہوں نے تورات کی شریعت کو بدل ڈالا اور مسیح علیہ السلام اور انجیل کی تکذیب کی۔

تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی یہ گواہی کہ انجیل اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور مسیح علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں نصاریٰ کے کفر کو روکنے والی بن جائے، جبکہ انہوں نے انجیل کی شریعت کو بدل ڈالا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی شریعت کی تکذیب کی ہے؟

اور رہا ان میں سے ایسے لوگوں کا ایمان جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف عربوں کی طرف اللہ کے رسول ہیں، یا وہ قرآن کی لائی ہوئی بہت سی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں، تو یہ ان کے کفر کے حکم کو نہیں روک سکتا جبکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی بعض دیگر باتوں کا انکار کرتے ہوں؛ بلکہ جو شخص رسولوں کی لائی ہوئی تعلیمات میں سے کسی ایک چیز کی بھی تکذیب کرے جو وہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں، تو وہ کافر ہے؛ اگرچہ وہ رسولوں کی لائی ہوئی اکثر باتوں پر ایمان ہی کیوں نہ رکھتا ہو؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

{إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا - أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا}[النساء:150-151]

بے شک ایسے لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر ایمان لائے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ کفر اور ایمان کے درمیان ایک راہ نکالیں۔ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

{أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَى أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ} [البقرة:85]

کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان رکھتے ہو اور دوسرے حصہ کا انکار کرتے ہو، پھر جو تم میں سے ایسا کرے اس کی یہی سزا ہے کہ دنیا میں ذلیل ہو اور قیامت کے دن بھی سخت عذاب میں دھکیلے جائیں، اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو۔

قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر نصاریٰ کے کفر کی صراحت کی گئی ہے اور ان کے خلاف جہاد و قتال کا حکم دیا گیا ہے؛ نیز ایسے شخص کے کفر کا بھی حکم لگایا گیا ہے جو ان کے خلاف جہاد و قتال کو واجب نہیں سمجھتا یا اسے اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت قرار نہیں دیتا؛ جیسا کہ اس بات پر پہلے تنبیہ کی جا چکی ہے؛ پس جب وہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کافر ہے جو نصاریٰ کے خلاف جہاد کو اللہ کی عبادت ہی نہیں سمجھتا، تو پھر خود نصاریٰ کا اپنا حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کفر کے اعتبار سے کیا ہوگا؟

فصل: سابقہ انبیاء کی دی ہوئی خبروں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبروں کے مابین (نصاریٰ کے خود ساختہ) تضاد کے دعوے کی تردید

جب یہ حقیقت ان تمام خواص و عوام پر واضح ہو گئی —— خواہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہوں یا آپ کا انکار کرنے والے ہوں —— کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے پہلی نازل شدہ کتابوں اور انبیاء کی تصدیق فرمانے والے تھے، اور تورات و انجیل کی تصدیق کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی گواہی دینے والے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دینے والے تھے ان لوگوں کے برحق ہونے کی جنہوں نے حق کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی، اور یہ کہ مسیح علیہ السلام اور ان کے متبعین حق پر تھے؛ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام یہودیوں، نصاریٰ اور ان کے علاوہ دیگر کفار کی تکفیر فرماتے تھے؛ جن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا پیغام پہنچا اور وہ آپ پر ایمان نہ لائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف یہ گواہی دی کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی تورات اور انجیل کے بہت سے معانی میں تحریف کر دی تھی؛ اور یہ کہ تمام اہلِ کتاب بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ تورات اور انجیل کے بہت سے معانی میں خود اہلِ کتاب کے بہت سے لوگوں نے تحریف کی تھی تو اہلِ کتاب میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہ رہا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے اپنے اسدین کی صحت پر استدلال کرے جس کے باطل ہونے کی گواہی خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دی؛ کہ یہ دین باطل، تبدیل شدہ اور منسوخ ہے، اور اس کے پیروکار جہنمی ہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

جب اہلِ کتاب) یہ کہیں کہ: ہم اس تصدیق کا حوالہ اس لیے دیتے ہیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تضاد بیان کر سکیں کہ ایک طرف تو آپ نے ان کتابوں کی تصدیق کی، حالانکہ وہ آپ کی دی ہوئی بعض خبروں کے متضاد ہیں؛ یا تاکہ یہ واضح کر سکیں کہ آپ سے پہلے

انبیاء نے جو خبریں دیں وہ آپ کی خبر کے خلاف ہیں، اور یوں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات پر ایک اعتراض) بن جائے۔

تو مسلمانوں نے اس اعتراض کے کئی طرح سے جوابات دیے ہیں۔

"ان میں سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ وہ (مسلمان) کہیں: جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی بعض خبروں کا آپ ہی کی بعض دیگر خبروں کے متضاد ہونے کا معاملہ ہے؛ جیسا کہ اہلِ کتاب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کبھی اہلِ کتاب کی مدح کرتی ہے اور کبھی ان کی مذمت؛ اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نازل شدہ کتابوں کی تصدیق فرماتے ہیں اور کبھی ان کی برائی بیان کرتے ہیں، تو اس دعوے کا باطل ہونا ظاہر ہو چکا ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جنہوں نے حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح علیہما السلام کے اس دین کی اتباع کی جو نہ تبدیل ہوا تھا اور نہ ہی منسوخ ہوا تھا۔

رہا وہ شخص جس نے حق کو چھوڑ کر اس تبدیل شدہ اور منسوخ شدہ دین کی پیروی کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تکفیر فرمائی ہے۔

پس جہاں تک ان کے اس دعوے کا تعلق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دیگر انبیاء کی خبر کے متضاد ہے، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیاء کی تصدیق فرمانے والے ہیں، لہٰذا جو کچھ ان انبیاء نے خبر دی وہ برحق ہے۔

رہا وہ کلام جس کے الفاظ کو بدل دیا گیا یا ترجمے وغیرہ کے ذریعے اس میں تبدیلی کر دی گئی، یا جس کی تفسیر ان انبیاء کی مراد کے برخلاف کی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق نہیں فرمائی؛ اور یہ بھی کہا جائے گا کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ــــ انہی دلائل و براہین سے ثابت ہے جن سے آپ سے پہلے انبیاء کی نبوتیں ثابت ہوتی ہیں، بلکہ ان سے بھی کہیں بڑھ کر عظیم الشان دلائل سے ثابت ہے، جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے؛ اور یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تکذیب کرنا اور ساتھ ہی دوسرے انبیاء کی نبوت کی تصدیق کرنا، انتہائی درجے کا تضاد اور فساد عقل ہے اور یہ کہ ایسا کوئی راستہ یا ذریعہ نہیں ہے جس سے کسی دوسرے نبی کی نبوت کا علم حاصل ہوتا ہو مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا علم بھی اسی جیسے ذریعے سے اور اس سے بھی بڑھ کر قوی تر طریقے سے حاصل ہوتا ہے۔ پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اس کے ثبوت کا راستہ صرف دوسرے انبیاء کی نبوت اور ان کے ثبوت کے راستے کی مانند ہی ہوتا تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرنا واجب ہوتا؛ جس طرح دیگر انبیاء کی نبوت کی تصدیق کرنا واجب ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنا بعینہٖ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام اور ان کے علاوہ دیگر رسولوں کی تکذیب کرنے کی مانند ہوتا؛ تو پھر اس صورت میں آپ کی نبوت کا مقام کتنا بلند ہوگا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت کے دلائل متعدد وجوہات کی بنا پر ان سے کہیں زیادہ عظیم الشان ہیں۔

ایسی صورت میں تمام انبیاء علیہم السلام صادق ہیں، ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی خبروں میں ہر قسم کی خطا سے معصوم ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ان کی خبروں میں کسی باطل خبر کا ہونا ممکن ہی نہیں، نہ قصداً اور نہ ہی سہواً؛ لٰہذا یہ جائز ہی نہیں کہ ان میں سے کوئی ایک نبی ایسی خبر دے جو کسی دوسرے نبی کی دی ہوئی خبر کے خلاف ہو، بلکہ وہ تو بنیادی اور جامع دین میں بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ} [الشوری: 13]

تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور اسی راستہ کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور اسی کا ہم نے ابراھیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا، کہ اسی دین پر قائم رہو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ – وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ – فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ} [المؤمنون: 51–53]

اے رسولو! ستھری چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو، بے شک میں جانتا ہوں جو تم کرتے ہو۔ اے رسولو! ستھری چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو، بے شک میں جانتا ہوں جو تم کرتے ہو۔ پھر انہوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا، ہر ایک جماعت اس ٹکڑے پر جو ان کے پاس ہے خوش ہونے والے ہیں۔

احکام میں تبدیلی یا منسوخی تو محض بعض عملی شریعتوں اور فروعی احکام میں واقع ہوتی ہے؛ جیسا کہ خود ایک ہی رسول کی شریعت میں بھی نسخ (تبدیلی) واقع ہو جاتی ہے؛ اور ایسی صورت میں یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ متقدمین انبیاء کی طرف منسوب ایسی تمام منقولہ باتیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی یقینی خبروں کے متضاد ہوں، وہ باطل ہیں۔ خواہ وہ لفظ بذاتِ خود باطل ہو یعنی اس نبی نے وہ بات کہی ہی نہ ہو، یا انہوں نے وہ بات کہی تو ہو یا انہوں نے وہ الفاظ تو کہے ہوں مگر ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے والے مترجمین نے غلطی کی ہو، یا پھر وہ لفظ اور اس کا ترجمہ دونوں ہی صحیح ہوں لیکن اس کلام سے اس نبی کی جو مراد تھی، اسے سمجھنے میں غلطی واقع ہوئی ہو۔

پس انبیاءِ بنی اسرائیل اور ان کے علاوہ دیگر انبیاء جو غیر عربی زبانوں کے ساتھ بھیجے گئے، ان کی طرف منسوب منقولہ الفاظ سے استدلال کرنے کے لیے ان بنیادی شرائط کا ہونا لازم ہے: یعنی یہ علم ہو کہ انہوں نے درحقیقت کون سا لفظ کہا تھا، اس کے ترجمے کا صحیح علم ہو، اور اس لفظ سے ان کی اصل مراد کا علم ہو۔

مسلمانوں اور اہلِ کتاب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بعض الفاظ کی تفسیر اور ان کے ذریعے انبیاء کی مراد بیان کرنے میں، نیز بعض الفاظ

کے ترجمے میں غلطی واقع ہوئی ہے، چنانچہ آپ تورات کے کئی ایسے تراجم پائیں گے جن کے مابین ایسے اختلافات موجود ہیں جن سے مفہوم و معنی بدل جاتا ہے، اور یہی حال انجیل اور دیگر کتب کا بھی ہے۔ پس جواب کا یہ طریقہ ہر اس شخص کے لیے ایک عمومی راستہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہو باطنی اور ظاہری طور پر اس بات کی گواہی دے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس دلیل کے ذریعے روئے زمین کے ہر یہودی اور نصرانی کو مخاطب کیا جا سکتا ہے، خواہ وہ شخص خود ان باتوں سے واقف نہ بھی ہو جو اہلِ کتاب کے ہاں ان کی کتب میں پائی جاتی ہیں، بے شک روئے زمین پر کوئی بھی شخص اس بات پر کوئی صحیح دلیل قائم کرنے کی قدرت نہیں رکھتا کہ ایک طرف تو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی نبوت برحق ہو اور دوسری طرف نعوذ باللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت باطل ہو؛ کیونکہ یہ بات بذاتِ خود محال ہے، بلکہ کسی کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی نبوت پر کوئی صحیح دلیل قائم کرے مگر یہ کہ ویسی ہی یا اس سے بھی بڑھ کر مضبوط دلیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر قائم کی جا سکتی ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل زیادہ اولیٰ اور برتر ہو گی، اور ایسی صورت میں اہلِ کتاب میں سے کسی کے لیے یہ ممکن ہی نہیں رہے گا کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے منقول ایسی روایات سے استدلال کرے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ تعلیمات کے مخالف ہوں۔ خواہ وہ اہلِ کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرے یا انکار؛ بلکہ اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول شدہ کسی بات سے اپنے حق میں استدلال کرنے کی کوشش کرے گا، تو اس پر اس کے استدلال کا باطل ہونا واضح کر دیا جائے گا، اور یہ کہ وہ بات درحقیقت اس کے خلاف حجت ہے، نہ کہ اس کے حق میں۔

اگر اہلِ کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام سے منقول کسی بات سے استدلال کرے، تو اس سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے ساتھ اس دوسرے نبی کی نبوت کو ثابت کر کے دکھائے بصورتِ دیگر، اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ایسے دو اشخاص سے دو متصادم خبریں منقول ہوں جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو اور وہ ایسی نشانیاں بھی لائے ہوں جن سے نبوت ثابت ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں ایک کی تصدیق اور دوسرے کی تکذیب کرنا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا؛ جب تک کہ کوئی ایسی واضح دلیل سامنے نہ آ جائے جو ایک کی سچائی اور دوسرے کے جھوٹ پر دلالت کرتی ہو؛ اور اسی طرح جب ان میں سے کسی ایک کے دعوی پر اسی نوعیت کے اعتراضات وارد کیے جائیں جیسے دوسرے پر کیے جاتے ہوں۔

یہ اعتراض مسلمانوں پر وارد نہیں ہوتی جب وہ اہلِ کتاب کے ان منقولہ دلائل کو رد کر دیتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب ہوں مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبر کے مخالف ہوں؛ کیونکہ مسلمان (معاذ اللہ) معروف انبیاء میں سے کسی کی نبوت میں طعن نہیں کرتے، بلکہ وہ تو صرف اس بات میں طعن کرتے ہیں کہ ان انبیاء نے ایسی کوئی خبر دی ہو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبر کے مخالف ہو، کیونکہ وہ مخالف خبر ثابت ہی نہیں ہے؛ یعنی نہ تو وہ لفظ ثابت ہے، نہ اس کا ترجمہ اور نہ ہی اس لفظ کی تفسیر۔ اور

یہ تینوں مقدمات اس بات کے لیے محال ہیں کہ وہ کسی ایسی چیز پر قائم ہو سکیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے مخالف ہو، نہ اجمالی طور پر اور نہ ہی تفصیلی طور پر۔

پس اہلِ کتاب سے ان دلائل وروایات کے بارے میں جن سے وہ معارضہ کرتے ہیں، تین مقدمات کا مطالبہ کیا جائے گا۔

ان میں سے پہلا مقدمہ یہ ہے: یہ فرض کرنا کہ وہ (سابقہ انبیاء کے نام پر خبر دینے والے) سچے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) جھوٹے ہیں۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے: اس بات کا ثبوت کہ وہ الفاظ من وعن وہی ہیں جو وہ انبیاء علیہم السلام لے کر آئے تھے۔

تیسرا مقدمہ یہ ہے: ترجمہ اور تفسیر کے اعتبار سے اس لفظ کے اصل مفہوم ومراد کی معرفت حاصل ہونا۔ اور اگر کوئی کتابی (یہودی یا نصرانی) کسی مسلمان سے یہ کہے کہ: تم خود بھی تو ان سابقہ انبیاء کی نبوت پر میرے ساتھ متفق ہو (تو پھر ان کی باتوں کا انکار کیسے کرتے ہو؟)، تو اس کے جواب میں مسلمان کئی وجوہ پیش کرے گا۔

ان وجوہ میں سے ایک یہ ہے کہ وہ مسلمان کہے: میں تم سے ان میں سے کسی ایک کی نبوت پر بھی اس شرط کے ساتھ متفق نہیں ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی جائے؛ بلکہ تمام مسلمانوں کا دین اور بنیادی عقیدہ تو یہ ہے کہ جو شخص بھی بعض انبیاء پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کرے وہ قطعی طور پر کافر ہے۔ پھر اس شخص کا کفر کتنا بڑا ہوگا جو اس ہستی کا انکار کرے جو مسلمانوں کے نزدیک تمام انبیاء سے افضل اور ان سب کے خاتم یعنی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ بلکہ اکثر مسلمان تو اس سے صاف یہ کہہ دیں گے کہ ہمیں ان سابقہ ہستیوں کی نبوت کا علم ہی صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر کے ذریعے ہوا ہے کہ وہ اللہ کے نبی تھے پس اگر ہم اس اصلی میں طعن کریں جس کے ذریعے ہمیں ان کی نبوت کا علم ہوا ہے، تو لازم آئے گا کہ خود ان کی نبوت میں بھی طعن واقع ہو جائے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی فرع کی اصل میں طعن کیا جائے، تو وہ بذاتِ خود اس فرع کے فاسد ہونے پر دلالت کرتا ہے؛ خواہ اس کی اصل کو صحیح تسلیم کیا جائے یا فاسد کیونکہ اگر اس کی اصل ہی فاسد ہو تو وہ خود بھی فاسد ہو جائے گی، اور اگر اس کی اصل صحیح ہو لیکن یہ فرع اس کے متناقض ہو، تب بھی یہ باطل قرار پائے گی کیونکہ اگر اس کی اصل ہی فاسد ہو تو وہ فرع خود بھی فاسد ہو جائے گی، اور اگر اس کی اصل صحیح ہو لیکن یہ فرع اس کے متناقض ہو، تب بھی یہ باطل قرار پائے گی۔ پس ثابت ہوا کہ جو اپنی ہی اصل کا ناقض ہو، وہ ہر حال میں باطل ہے۔

اسی طرح اگر وہ کتابی مسلمان سے یہ کہے کہ: ہمارا اس بات پر تو اتفاق ہو چکا ہے کہ ہم موسیٰ علیہ السلام اور تورات، اور مسیح علیہ السلام اور انجیل کی تصدیق کرتے ہیں۔

تو مسلمان اسے جواباً کہے گا: میں نے تمہاری موافقت میں صرف موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی تصدیق کی ہے جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ

وسلم کی آمد کی بشارت دی تھی؛جیسا کہ ہمیں اس بارے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرف سے خبر دی ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ – الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ} [الاعراف:156–157]الْآيَةَ

اور میری رحمت سب چیزوں سے وسیع ہے، پس وہ رحمت ان کے لیے لکھوں گا جو ڈرتے ہیں اور جو زکوۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمی نبی ہے جسے اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیکی کا حکم کرتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:

{وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ} [الصف:6]

اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! بے شک میں اللہ کا تمہاری طرف رسول ہوں (اور) تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہو گا۔

اسی طرح کی دیگر آیات میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔

رہی بات ایسے موسیٰ پر ایمان لانے کی جس کے بارے میں تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی شریعت دائمی ہے اور اس کا کوئی حصہ کبھی منسوخ نہیں ہو سکتا، یا ایسے مسیح پر ایمان لانے کی جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا کہ وہ خود اللہ ہے، یا اللہ اس کے ساتھ متحد ہو گیا یا اس میں حلول کر گیا ہے، اور اسی قسم کے دیگر دعوے جو اہل کتاب ان دونوں رسولوں اور دونوں کتابوں کے بارے میں کرتے ہیں؛ جن باتوں میں مسلمان اہلِ کتاب کی مخالفت کرتے ہیں، تو یہ امور نزاع اور اختلاف کے مقامات ہیں نہ کہ اتفاق اور اجماع کے۔ چنانچہ اہل کتاب میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کے خلاف اس فرضی موافقت کو بطورِ حجت پیش کرے۔

اسی بحث کی تکمیل یہ ہے کہ مسلمان اہلِ کتاب سے کہے: ہاں، میں موسیٰ اور مسیح علیہما السلام کی نبوت کا اقرار کرتا ہوں اور اس بات کا بھی کہ تورات اور انجیل اللہ کا کلام ہیں، لیکن عقل کے نزدیک یہ بات قطعاً ناممکن ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کر کے ان میں سے کسی ایک کی نبوت کا بھی اقرار کیا جائے؛ کیونکہ وہ براہین، علامات اور دلائل جو موسیٰ اور مسیح علیہما السلام کی سچائی پر دلالت کرتے ہیں، وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بطریقِ اولیٰ زیادہ مضبوطی اور تاکید کے ساتھ دلالت کرتے ہیں، چنانچہ اگر ان بنیادی دلائل ہی کو توڑ دیا جائے تو ان کا فساد لازم آئے گا اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ میں کسی ایک نبی کی بھی تصدیق نہیں کر پاؤں گا، اور اگر وہ

دلائل حق ہیں تو پھر ان تمام انبیاء بشمول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق لازم آئے گی چنانچہ اب صرف دو ہی صورتیں لازم آتی ہیں: یا تو ہم ان سب انبیاء کی تصدیق کریں یا پھر ان سب کی تکذیب کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص بعض پر ایمان لائے اور بعض کی تکذیب کرے، وہ حقیقت میں کافر ہے۔

اور مسلمانوں کے دیے گئے جوابات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ کہیں: ہم تمام سابقہ انبیاء کی ان تمام باتوں میں تصدیق کرتے ہیں جن کی انہوں نے خبر دی ہے، لیکن جو شخص ان انبیاء کی طرف سے ایسی بات نقل کرے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے منافی ہو، تو اسے (اپنے دعوے کی صحت کے لیے) دو مقدمات پیش کرنا لازم ہوں گے؛ پہلا یہ کہ ان الفاظ کا انبیاء علیہم السلام سے صادر ہونا سنداً ثابت ہو، اور دوسرا یہ کہاس کے ایسے معنی کا علم حاصل ہو جس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ اس معنی کے متناقض ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد معلوم ہو چکی ہے؛ پھر انبیاء کی غیر عربی زبانوں کے علاوہ کسی دوسری زبان میں خطاب کی صورت میں —— خواہ وہ عربی ہو، رومی ہو، سریانی ہو یا قبطی —— الفاظ کے صحیح علم کے لیے اس امر کی معرفت ضروری ہے کہ جس لفظ کے ذریعے ترجمہ کیا گیا ہے وہ نبی کے اصل لفظ کے مکمل مطابق ہو۔ حالانکہ ایسی صورت میں ان دونوں مقدمات کا قطعی طور پر ثابت ہونا ناممکن ہے؛ کیونکہ ان دونوں مقدمات کے ایک ساتھ ثابت ہونے کی صورت میں قطعی اور یقینی دلائل (الأدلۃ العلمیۃ) کا باہمی تناقض لازم آئے گا، جبکہ یقینی دلائل میں کبھی تعارض اور تناقض نہیں ہوتا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مسلمان اہلِ کتاب سے کہیں: تم انبیاء علیہم السلام سے منسوب جو منقولات ایسی پیش کرتے ہو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبر کے متناقض ہیں، وہ ایسے امور ہیں جن کی صحت ثابت ہی نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے ثبوت کا اعتقاد رکھنا اور ان پر یقین کرنا جائز نہیں ہے، خواہ یہ معلوم نہ بھی ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم؛ نے ان کے خلاف خبر دی ہے، تو پھر اس وقت کیا عالم ہوگا جب یہ معلوم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (اہبات) کے برعکس خبر دی ہے۔ اور یہ اس لیے کہ ان منقولات کے ثبوت کا علم (چند ضروری) مقدمات پر مبنی ہوتا ہے۔

ان میں سے پہلا مقدمہ ان کی نبوت کا علم ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے ساتھ یہ علم حاصل ہونا ناممکن ہے۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ وہ یہ کہیں کہ انبیاء نے یہی الفاظ کہے تھے؛ اور یہ بات اس امر کی متقاضی ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے ان الفاظ کا تواتر کے ساتھ منقول ہونا ثابت کیا جائے، جبکہ یہ قطعاً ثابت نہیں ہے کہ یہ الفاظ ان سے تواتر کے ساتھ منقول ہوئے ہیں۔

تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ ان الفاظ کے معنی وہی ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے متناقض ہیں، حالانکہ یہ بات (کہ ان کا معنی وہی متناقض معنی ہے) کبھی معلوم نہیں ہو سکی۔

ان مقدمات میں سے ہر ایک مقدمہ اکیلا ہی ان معانی کے ثبوت کے علم میں رکاوٹ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے متناقض

ہیں، تو پھر اس وقت کیا عالم ہو گا جب یہ تمام علمی موانع یکجا ہو جائیں۔

یہ مذکورہ بالا وجوہات ان منقولات کی صحت کا علم ہونے سے مانع ہیں خواہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے متناقض نہ بھی ہوں، تو پھر اس وقت (ان کی صحت کا علم ہونا کس قدر ناممکن ہو گا) جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے متناقض ہوں۔

یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جو یہ بیان کرتے ہیں کہ ان سابقہ کتابوں کے الفاظ تواتر کے ساتھ ہم تک نہیں پہنچے؛ اور وہ اس بات کو اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ جب بیت المقدس کو تباہ و برباد کیا گیا تو تورات کا تواتر منقطع ہو گیا، اور انجیل کا تواتر بھی اپنی ابتدا ہی میں منقطع ہو گیا تھا۔

یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جو یہ واضح کرتے ہیں کہ ان سابقہ کتابوں کے بعض الفاظ میں تحریف کر دی گئی ہے، وہ ان کتابوں کے بعض الفاظ کے تبدیل کر دیے جانے پر شرعی اور عقلی دلائل قائم کرتے ہیں۔

یہ کہ اس بات کی وضاحت کی جائے کہ جو الفاظ اس وقت ان کے پاس موجود ہیں، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبر کے متناقض نہیں ہیں، بلکہ وہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں؛ اور اس طریقے میں ان الفاظ کی بعینہٖ تفسیر و تشریح پر کلام کیا جاتا ہے۔

یہ وہ طریقہ ہے جس پر مسلمانوں میں سے وہ حضرات چلتے ہیں جو ان الفاظ کے ثبوت میں نزاع نہیں کرتے۔

رہے جمہور علماء، جو ان الفاظ میں تبدیلی اور تحریف کے قائل ہیں، تو وہ اس طریقے کو بھی اختیار کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان الفاظ کے عدم تواتر بلکہ ان کے الفاظ میں تبدل و تغیر کی وضاحت کا راستہ بھی اپناتے ہیں۔

فصل: تورات اور انجیل کے الفاظ میں تبدیلی کے وقوع اور ان کی سند کے انقطاع کا بیان

یہ ان جمہور علماء کی حجت اور دلیل ہے جو اس بات کے منکر ہیں کہ اہل کتاب کے پاس موجود ان سابقہ کتابوں کے تمام کے تمام الفاظ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ ان میں تبدیلی واقع نہیں ہوئی؛ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے بعض الفاظ میں تحریف و تبدیلی واقع ہو چکی ہے، اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ بات معلوم و ثابت ہی نہیں ہے کہ ان کے موجودہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں چنانچہ ان کتابوں میں موجود الفاظ سے ایسی بات کے معارضے میں حجت پکڑنا جائز نہیں ہے جس کا ثبوت یقینی طور پر معلوم ہو؛ اور ان جمہور کا یہ کہنا ہے کہ: تورات اور انجیل جو آج اہل کتاب کے ہاتھوں میں موجود ہیں، وہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے تواتر کے ساتھ ثابت نہیں ہیں۔ رہی بات تورات کی، تو اس کے متعلق حقیقت یہ ہے کہ اس کی نقل و روایت کا سلسلہ اس وقت منقطع ہو گیا تھا جب پہلی مرتبہ بیت المقدس کو تباہ و برباد کیا گیا تھا، اور بنی اسرائیل وہاں سے جلاوطن کر دیے گئے تھے؛ پھر انہوں نے خود ہی یہ ذکر کیا کہ اس واقعے کے بعد جس شخص نے انہیں یہ تورات املا کرائی وہ محض ایک فرد تھا جسے عزرا (عزیر

علیہ السلام) کہا جاتا ہے، اور ان کا گمان یہ ہے کہ وہ نبی تھے۔

لوگوں میں سے بعض وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ وہ (عزرا) نبی نہیں تھے، اور یہ کہ اس موجودہ تورات کا مقابلہ ایک ایسے نسخے سے کیا گیا تھا جو اتفاقاً کہیں سے پرانا مل گیا تھا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک نسخہ لایا گیا تھا جو مغرب کے علاقے میں تھا؛ اور یہ تمام باتیں اپنی جگہ درست مان لی جائیں تب بھی اس کے تمام الفاظ کے تواتر کو ثابت نہیں کر تیں، اور نہ ہی اس کے بعض حصوں میں غلطی کے وقوع پذیر ہونے کا انکار کر سکتی ہیں؛ جیسا کہ ایسے ہی غلطی اور سہو کے واقعات ان کتابوں میں بھی پیش آجاتے ہیں جن کی نقل، تقابل اور حفاظت کی ذمہ داری محض دو تین افراد جیسے قلیل لوگوں پر مبنی ہو۔

رہا وہ انجیل کا نسخہ جو ان کے پاس موجود ہے، تو وہ خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اسے نہ تو مسیح علیہ السلام نے تحریر کیا اور نہ ہی اسے لکھنے والوں کو املا کرایا؛ بلکہ اسے تو مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد املا کیا گیا ہے اسے متی اور یوحنا نے املا کیا، اور یہ دونوں مسیح علیہ السلام کی صحبت میں رہے تھے، لیکن اسے اتنی بڑی تعداد نے حفظ نہیں کیا تھا جو تواتر کی حد کو پہنچتی ہو، اسی طرح مرقس اور لوقا، جبکہ ان دونوں نے تو مسیح علیہ السلام کو دیکھا تک نہ تھا؛ اور ان لکھنے والوں نے خود یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کے ارشادات اور ان کے حالات کا محض کچھ حصہ ذکر کیا ہے، اور انہوں نے آپ علیہ السلام کے تمام اقوال وافعال کا احاطہ نہیں کیا ہے۔

محض دو، تین یا چار افراد کی نقل وروایت میں غلطی کا امکان موجود ہوتا ہے؛ بالخصوص جبکہ ان لوگوں نے خود مسیح علیہ السلام کے معاملے میں بھی غلطی کھائی، یہاں تک کہ ان پر مسیح علیہ السلام اور مصلوب (جسے سولی دی گئی) کے درمیان معاملہ مشتبہ ہو گیا (اور وہ فرق نہ کر سکے)، لیکن نصاریٰ کا یہ گمان ہے کہ حواری بھی (معاذ اللہ) اللہ کے اسی طرح رسول ہیں جس طرح عیسیٰ ابن مریم اور موسیٰ علیہما السلام اللہ کے رسول تھے، ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ حواری معصوم ہیں، اور انہوں نے ہی ان کے سپرد تورات اور انجیل کی تھیں، اور یہ کہ ان کے پاس معجزات بھی تھے انہوں نے ان لوگوں سے کہا کہ یہی تورات اور یہی انجیل ہے؛ حالانکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ وہ حواری انبیاء نہیں تھے، پس جب وہ انبیاء نہیں تھے تو جو نبی نہ ہو وہ خطا سے معصوم بھی نہیں ہوتا خواہ وہ اللہ کے عظیم ترین اولیاء میں سے ہی کیوں نہ ہو اور اگرچہ اس سے خوارقِ عادات (کرامات) کا ظہور ہوتا ہو چنانچہ ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ دیگر جلیل القدر صحابہ، مسلمانوں کے نزدیک حواریوں سے افضل ہیں، اور مسلمانوں کے ہاں سوائے اس کے جو نبی ہو کوئی دوسرا معصوم نہیں ہے۔

ان کا یہ دعویٰ کرنا کہ حواری اللہ کے رسول ہیں، باوجود اس کے کہ وہ انبیاء نہیں ہیں، ایک صریح تضاد اور باطل قول ہے، ان حواریوں کا

اللہ کا رسول ہونا، اس باطل عقیدے پر مبنی ہے کہ مسیح علیہ السلام خود اللہ ہیں (نعوذ باللہ)، کیونکہ وہ حواری تو درحقیقت مسیح علیہ السلام کے بھیجے ہوئے قاصد ہیں، اور یہ اصل بنیاد ہی باطل ہے (کہ مسیح علیہ السلام خدا ہیں) لیکن مناظرہ اور مجادلہ بالتی ہی احسن (بہترین طریقے سے بحث و تکرار) کے اسلوب میں ہم اس مقام پر انہیں ایسے دعووں سے روکتے ہیں اور ان سے اس بات پر دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ حواری اللہ کے رسول ہیں؛ حالانکہ ان کے پاس اس دعوے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، کیونکہ ان حواریوں کا اللہ کا رسول ہونا اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ مسیح علیہ السلام ہی اللہ ہیں، اور مسیح علیہ السلام کے اللہ ہونے کا اثبات یا تو عقل سے ہو گا یا پھر سمع (یعنی وحی و نقل) سے۔ اور عقل اس بات کو ثابت نہیں کرتی بلکہ اسے محال قرار دیتی ہے، اور خود نصاریٰ بھی عقل کے ذریعے اس کے ثبوت کے مدعی نہیں ہیں۔

بلکہ ان کے دعویٰ کی انتہا یہ ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کے خدا ہونے کے محض عقلی امکان کو ثابت کریں نہ کہ اس کے وجود کو، حالانکہ ان کا یہ امکان کا دعویٰ بھی باطل ہے، اور نصاریٰ تو محض سمع کے ذریعے اس کے وجودِ کے مدعی ہیں، اور یہ وہ الفاظ ہیں جنہیں وہ انبیاء سے نقل کرتے ہیں اور ان کے بارے میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ انبیاء سے ثابت ہیں، انکا اس بات پر دلالت کرنا کہ مسیح علیہ السلام ہی اللہ ہیں، بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی بھی شخص اپنے دعوے پر نقلی دلیل سے استدلال کرتا ہے، پس ان کے ہاں عام طور پر زیادہ زور سند کی صحت کے بیان پر ہوتا ہے، نہ کہ متن کی دلالت کی وضاحت پر؛ حالانکہ ان کے استدلال کے یہ دونوں مقدمات ہی باطل ہیں۔

لیکن اس مقام پر ان سے یہ کہا جائے گا کہ تمہارے لیے مسیح علیہ السلام کے اللہ ہونے کا اثبات ان مخصوص کتابوں کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے، اور دوسری طرف تمہارے لیے ان کتابوں کی صحت کو ثابت کرنا بھی ممکن نہیں ہے، مگر اس طرح کہ تم یہ ثابت کرو کہ حواری اللہ کے ایسے رسول تھے جو معصوم ہیں، جبکہ تمہارے لیے انہیں اللہ کا رسول ثابت کرنا اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک کہ تم یہ ثابت نہ کر دو کہ مسیح علیہ السلام ہی اللہ ہیں، پس یہ ایک ایسا دور (Logical Circle) بن گیا جو کہ محال و ممتنع ہے۔

کیونکہ مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا علم ان کتابوں کے ثبوت کے بغیر نہیں ہو سکتا، اور یہ کتابیں اس وقت تک ثابت نہیں ہوتیں جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ حواری اللہ کے رسول تھے، اور ان کا رسول ہونا تب تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ مسیح علیہ السلامہی اللہ ہیں؛ پسالوہیت کا ثبوت خود الوہیت ہی کے ثبوت پر موقوف ٹھہرا۔ حواریوں کے اللہ کے رسول ہونے کا ثبوت خود ان کے رسول ہونے ہی کے ثبوت پر موقوف ٹھہرا، چنانچہ یہ ایک دورِ ممتنع (عقلی طور پر ناممکن چکر) بن گیا ہے۔

کبھی نصاریٰ حوارین کی عصمت کے مدعی ہوتے ہیں اور کبھی حوارین کے بعد منعقد ہونے والی مجالس (کونسلز) کے شرکاء کی عصمت کا دعویٰ کرتے ہیں، جیسا کہ اس پہلی مجلسِ عامہ (نیکیا کونسل) کے شرکاء، جو قسطنطین (بادشاہ) کی موجودگی میں منعقد ہوئی تھی جس

میں تین سواٹھارہ (318) پادری شریک ہوئے تھے۔ انہی لوگوں نے ان کے لیے وہ امانت وضع کی تھی جو نصاریٰ کا بنیادی عقیدہ ہے، جس کے بغیر ان کی کوئی قربانی صحیح نہیں ہوتی؛ پس وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حواریین یا ان کے ہاتھوں پر خوارقِ عادات ظاہر ہوئے تھے، اور وہ یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جن کے ہاتھوں مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ صادر ہوا تھا اگر یہ بات صحیح ثابت ہو بھی جائے، اس کے باوجود کہ ان خوارق کا حامل خود کو نبی نہیں کہتا، تو یہ چیز اس کی عصمت پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اللہ کے اولیاء —— صحابہ کرام، ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے تابعینِ عظام اور اس امت یا دیگر امتوں کے تمام اولیاء اللہ —— کے ہاتھوں ایسی خوارقِ عادات (کرامات) کا ظہور ہوا ہے جن کی تفصیل بہت طویل ہے، حالانکہ ان میں سے کوئی بھی (نبی کی طرح) معصوم نہیں ہے (اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ) ان کی ہر بات کو لازماً قبول کیا جائے، بلکہ ان میں سے ہر ایک سے خطا کا صدور ممکن ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر شخص کی بات قبول بھی کی جاسکتی ہے اور رد بھی کی جاسکتی ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس چیز پر ایمان لانا واجب قرار دیا جو انبیاء علیہم السلام کو دی گئی، اور اللہ کے ہر ولی کی کہی ہوئی ہر بات پر ایمان لانا واجب نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ} [البقرة: 136]

کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو ابراھیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ} [البقرة: 177]

نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر۔

اسی لیے تمام انبیاء اور ان سب کو اللہ کی طرف سے جو کچھ عطا کیا گیا، اس پر ایمان لانا واجب ہوا۔

جس شخص نے کسی ایک ایسے نبی کی تکذیب کی جس کی نبوت معلوم وثابت ہو، تو مسلمانوں کے اتفاق سے وہ کافر ہے، اور اسی طرح جس نے کسی نبی کو برا بھلا کہا (گستاخی کی) تو اس کا قتل واجب ہے؛ بخلاف اس شخص کے جو نبی نہ ہو، کیونکہ کسی بھی شخص کی محض مخالفت کرنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا، اور نہ ہی محض اسے برا بھلا کہنے کی وجہ سے اسے قتل کیا جائے گا، الا یہ کہ اس سب و شتم کے ساتھ کوئی ایسی چیز جڑ جائے جو شرعاً اس کے خون کو مباح کرنے والی ہو۔

سلفِ امت مثلاً صحابہ کرام، ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے تابعینِ عظام، ائمہ دین اور جمہور مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس

امت میں اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل شخصیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کے بعد ان دونوں سے افضل کوئی دوسرا نہیں، اور یہ امت تمام امتوں سے افضل ہے، اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «تم سے پہلی امتوں میں کچھ ایسے لوگ گزرے ہیں جو 'مُحَدَّث' (جن سے غیب سے کلام کیا جاتا) تھے؛ پس اگر میری امت میں کوئی ایسا ہوا تو وہ عمر ہیں» مُحدَّث سے مراد وہ صاحبِ الہام شخصیت ہے جس سے (فرشتے یا غیب کے ذریعے) خطاب کیا جاتا ہو۔

عمر رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل اور زبان پر حق کو جاری کر دیا تھا، اور وہ کسی چیز کے بارے میں یہ نہیں فرماتے تھے کہ میرا خیال ہے کہ یہ یوں اور یوں ہے مگر وہ واقعی ویسے ہی ہو جاتی تھی؛ جیسا کہ وہ فرماتے تھے، اور 'سکینت' ان کی زبان سے کلام کرتا تھا؛ اور اس مقامِ رفیع کے باوجود نہ تو وہ خود اور نہ ہی ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص جو نبی نہ ہو، خطا سے معصوم ہے، اور نہ ہی کسی مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ ان کی ہر کہی ہوئی بات کو بلا چوں وچرا قبول کرے: اگر کتاب اور سنت اس پر دلالت نہ کرتے ہوں، اور نہ ہی ان کے لیے یہ جائز تھا کہ وہ اپنے دل میں القا ہونے والی کسی بات پر عمل کریں جب تک کہ اسے کتاب اور سنت پر پیش نہ کر لیں، پس اگر وہ (القایابات) کتاب وسنت کے موافق ہوتی تو اسے قبول کر لیتے، اور اگر وہ ان کے مخالف ہوتی تو اسے رد کر دیتے۔

مسلمانوں کے نزدیک مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں میں بھی ابو بکر و عمر رضوان اللہ علیہما جیسی عظیم شخصیتیں موجود نہیں ہیں۔ پس جب نصاریٰ حواریوں کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ: کہ وہ حواری معصوم نہیں ہیں، تو وہ مسلمان یہ بات ان شخصیات کے بارے میں کہہ رہے ہیں جو ان کے نزدیک حواریوں سے بھی افضل ہیں، جس طرح جب وہ مسلمان مسیح علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے ایک مخلوق بندے ہیں، معبود نہیں، تو وہ یہی بات ان ہستیوں کے بارے میں بھی کہتے ہیں جو ان کے نزدیک مسیح علیہ السلام سے بھی افضل ہیں، جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابراہیم علیہ السلام —— ان دونوں پر بہترین درود وسلام ہو۔

اس امت کی طرف منسوب ہونے والے ملحدین میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن میں غلو پر مبنی ایسی بدعات پائی جاتی ہیں جو نصاریٰ کے غلو سے مشابہ ہیں؛ جیسے اسماعیلیہ فرقے بنو عبید القداح کے وہ لوگ جو الوہیت کا دعویٰ کرتے ہیں جیسے فاطمی حکمران الحاکم اور اس کے علاوہ دیگر لوگ؛ اور ان ملحدین میں وہ بھی شامل ہیں جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یا کسی اور شخصیت کی الوہیت کا دعویٰ کرتے ہیں، جیسا کہ نصیریہ کا دعویٰ ہے؛ اور یہ تمام لوگ مسلمانوں کے نزدیک کافر ہیں۔

اسی طرح وہ شخص جو بعض مشائخ کی الوہیت کا دعویٰ کرتا ہے، جیسا کہ عدویہ، حلاجیہ اور یونسیہ کے غالی لوگ اور ان کے علاوہ دیگر؛ اور اسی طرح وہ شخص جو بنو عبید (فاطمیوں)، یا بارہ اماموں (اثنا عشریہ)، یا بعض مشائخ کی عصمت کا دعویٰ کرتا ہے۔

کیونکہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں کی عصمت کے مدعی ہیں، جبکہ یہ لوگ اپنے بارہ اماموں کی عصمت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

یہ نصاریٰ اپنے دین کی بنیاد ان حواریوں کے اقوال پر رکھتے ہیں جو ان کے نزدیک معصوم ہیں؛ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ حواری مسیح علیہ السلام سے احکامات نقل کرنے اور فتویٰ دینے میں معصوم ہیں، اور جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ در حقیقت مسیح علیہ الصلاۃ والسلام ہی نے فرمایا ہے۔

اور یہ اہلِ غلو ان ہستیوں کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ احکام کی نقل اور فتویٰ دینے میں معصوم ہیں، اور جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ بعینہٖ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمایا ہے؛ اور اس موضوع کی تفصیل کسی دوسری جگہ بیان کی گئی ہے۔

یہاں مقصود یہ ہے کہ نصاریٰ کے پاس ان اناجیل کے الفاظ کے ساتھ مسیح علیہ السلام سے کوئی نقلِ متواتر ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی ان کی اکثر شریعتوں کے بارے میں ان کے پاس کوئی ایسی نقل موجود ہے جو متواتر ہو یا خبرِ واحد؛ اور نہ ہی ان کے پاس یا یہودیوں کے پاس تورات کے الفاظ اور انبیاء کی پیشگوئیوں کے بارے میں کوئی نقلِ متواتر پائی جاتی ہے جیسا کہ مسلمانوں کے پاس قرآنِ کریم اور ان شرعی احکام کی نقلِ متواتر موجود ہے جو عوام و خواص سب میں یکساں معروف ہیں؛ اور یہ (نصاریٰ کی صورتحال) اس 'امانت' (عقیدہ تثلیث و کفارہ) کی مانند ہے جو ان کے دین کی اصل ہے، اور ان کی مشرق کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے کی طرح ہے اور سور کو حلال قرار دینا، ختنہ کو ترک کرنا، صلیب کی تعظیم کرنا اور گرجوں میں تصویریں لگانا اور ان کے علاوہ ان کے دیگر شعائر و قوانین؛ یہ سب مسیح علیہ السلام سے (مستند طور پر) منقول نہیں ہیں اور نہ ہی ان باتوں کا ان اناجیل میں کوئی ذکر ہے جو وہ مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے نقل کرتے ہیں۔ نیز وہ اس بات پر متفق ہیں کہ وہ 'امانت' (عقیدہِ ایمان) جسے انہوں نے اپنے دین کی اصل اور اپنے اعتقاد کی بنیاد قرار دے رکھا ہے، اس کے الفاظ نہ تو اناجیل میں موجود ہیں اور نہ ہی وہ حواریوں سے منقول ہیں۔ وہ نصاریٰ اس بات پر متفق ہیں کہ اس عقیدہِ امانت کو ان ارکانِ شوریٰ نے وضع کیا تھا جو نقیہ کے پہلے مجمع میں شریک تھے، جو قسطنطین شاہِ روم کے عہد میں منعقد ہوا؛ اس میں تین سو اٹھارہ (318) علماء شریک ہوئے تھے اور انہوں نے عبداللہ بن اریوس (آریوس) کی مخالفت کی تھی جو مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بندہ قرار دیتا تھا جیسا کہ مسلمان کہتے ہیں، اور ان لوگوں نے (مل کر) یہ 'امانت' موجودہ عقیدہِ تثلیث وضع کیا۔

اور یہ نقیہ کی کونسل مسیح علیہ السلام کے ایک طویل مدت بعد یعنی تین سو سال سے بھی زائد عرصہ گزرنے پر منعقد ہوئی تھی، اور اس معاملے کی تفصیل کسی اور جگہ بیان کی گئی ہے۔ یہاں تو صرف ان کے اس قول کا جواب دینا مقصود ہے کہ: یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعلیم کی توثیق فرمائی ہے جو ان کے پاس ہے، اور انہوں نے اپنی تصدیق کے ذریعے ان کی موجودہ اناجیل اور کتب سے ان الزامات کی نفی کر دی ہے کہ ان میں کوئی تحریف کی گئی ہے یا ان کے مندرجات میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔

اور یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ کے اس دین کے کسی بھی ایسے حصے کی تصدیق نہیں فرمائی جو تبدیل کیا جا چکا ہے یا منسوخ ہو چکا ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے سے پہلے آنے والے انبیاء اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کی تصدیق فرمائی، اور ان لوگوں کی ثناء و تعریف کی جنہوں نے ان انبیاء کی اتباع کی، نہ کہ ان لوگوں کی جنہوں نے ان کی مخالفت کی یا انبیاء میں سے کسی بھی نبی کی تکذیب کی۔ یقیناً نصاریٰ کا کفر بھی اسی نوعیت کا ہے جس نوعیت کا یہودیوں کا کفر ہے، کیونکہ یہودیوں نے پہلی کتاب تورات کے معانی میں تبدیلی (تحریفِ معنوی) کر دی اور دوسری کتاب انجیل کی تکذیب کی، اور اسی طرح نصاریٰ نے بھی پہلی کتاب یعنی تورات اور انجیل کے معانی میں تبدیلیکر دی، اور دوسری کتاب یعنی قرآنِ کریم کی تکذیب کی، یہ کہ نصاریٰ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام کتب کے تمام الفاظ کی تصدیق فرمائی ہے جو ان کے پاس اس وقت موجود ہیں۔

پس مسلمانوں کی عظیم اکثریت اس بات سے انکار کرتی ہے اور ان کا موقف یہ ہے کہ ان کتب کے بعض الفاظ میں تبدیلی (تحریفِ لفظی) کر دی گئی ہے؛ جس طرح ان کتب کے بہت سے معانی میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور مسلمانوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ: پچھلی کتب میں تبدیلی محض ان کے معانی و مفاہیم میں واقع ہوئی ہے نہ کہ ان کے الفاظ میں؛ اور یہ وہ قول ہے جس کا اقرار عام طور پر یہودی اور نصاریٰ خود بھی کرتے ہیں۔

اور تحریف کے حوالے سے ان دونوں اقوال کی بناپر، نصاریٰ کے پاس اپنے اس باطل دین کے حق میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ وہ الہامی کتب جو ان کے پاس موجود ہیں، وہ ان باطل عقائد کی صحت پر دلالت نہیں کرتیں جن کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کافر قرار دیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے جن عقائد کی تکفیر کی ہے مثلاً عقیدہ تثلیث (تین خداؤں کا تصور)، اتحاد، حلول، شریعتِ مسیح علیہ السلام کی تبدیلی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب۔ پس ان کے پاس موجود کتب میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو نص صریح عبارت یا ظاہر (واضح مفہوم) کے طور پر اس 'امانت' (عقیدۂ ایمان) پر دلالت کرتی ہو جو ان کے دین کی بنیاد ہے، اور نہ ہی ان کتب میں تثلیث، اتحاد اور حلول کے عقائد کی کوئی دلیل موجود ہے۔ اور نہ ہی ان کتب میں ان کے اکثر شرعی احکام پر دلالت کرنے والی کوئی چیز موجود ہے، جیسے مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا، اور حرام کردہ اشیاء مثلاً سور اور مردار وغیرہ کو حلال قرار دے لینا؛ جیسا کہ اس کی تفصیل دوسرے مقام پر وضاحت سے بیان کی جا چکی ہے۔

ان سے یہ بھی کہا جائے گا کہ: تمہارے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مروی ایسی کون سی دلیل موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ تمہارے پاس موجود کتب کے الفاظ میں کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کی گئی؟ اور یہ بات معلوم و معروف ہے کہ جب مسلمانوں اور دیگر اقوام کے درمیان اختلاف ہو جائے، تو کسی ایک گروہ کا قول دوسرے گروہ کے لیے حجت اور حتمی دلیل نہیں بن سکتا۔

پس جب مسلمانوں کے درمیان پہلی کتب کے بعض الفاظ کی تبدیلی/تحریفِ لفظی کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، تو ایسی صورت میں ایک فریق کا قول دوسرے کے لیے حجت نہیں ہو سکتا؛ اور نہ ہی مسلمانوں میں سے کسی کے لیے اور نہ تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کو منسوب کرے سوائے اس کے کہ اس پر کوئی قطعی دلیل موجود ہو۔

پس قرآنِ کریم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ سنت میں کہاں یہ ذکر ہے کہ اہلِ کتاب کے پاس موجود تورات، انجیل، زبور اور انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئیاں صحائف میں سے کسی کے بھی الفاظ میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں کی گئی؟ یہاں تک کہ وہ بطورِ حجت یہ کہیں: کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کتب سے تبدیلی اور تحریف کے اس امکان کی نفی فرمائی ہے؟

ان لوگوں نے اپنے کلام اور دعوے کی بنیاد اس بات پر رکھی ہے کہ ان کی کتب کے الفاظ ان کے اس موجودہ دین کی صحت پر دلالت کرتے ہیں جس پر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد بھی قائم ہیں۔ نیز ان کا یہ دعویٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے بعد بھی قائم ہے، اور یہ کہ ان کتب کے الفاظ میں سے کسی چیز کو بھی بدلا نہیں گیا ہے۔

اس دعوے کا فساد و بطلان متعدد وجوہات سے واضح اور آشکار ہو چکا ہے۔

پھر ان لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ مسلمان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کتب کے الفاظ، ان کی تمام زبانوں سمیت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد مکمل طور پر تحریف شدہ ہیں۔ اور جہاں تک میں جانتا ہوں، مسلمانوں میں سے کسی ایک نے بھی یہ بات نہیں کہی؛ جبکہ ان لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ اس خود ساختہ دعوے کا جواب دے کر وہ مسلمانوں کو جواب دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

فصل: ان (نصرانیوں) کا رد اس دعوے پر کہ مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ ان کی کتب کے الفاظ میں تبدیلی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد واقع ہوئی ہے

پس ان کی طرف سے حکایت بیان کرنے والے نے کہا: میں نے ان سے کہا: اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ: یہ بات ممکن ہے کہ کتب میں تبدیلی اور تغیر اس قول کے بعد واقع ہوا ہو، تو انہوں نے جواباً کہا: بیشک ہمیں ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے کہ اپنی علمیت، ذہانت اور معرفت کے باوجود وہ ہم پر اس طرح کی بات سے کیسے احتجاج کر سکتے ہیں؟ اور یہ تعجب اس لیے ہے کہ اگر ہم بھی ان کے مقابلے میں اسی طرح کی بات سے حجت پکڑیں اور یہ کہیں: کہ وہ کتاب جو آج کے دن ان کے ہاتھوں میں ہے، اسے انہوں نے خود ہی بدل ڈالا ہے اور اس میں تغیر و تبدل کر دیا ہے، اور اس میں وہ سب کچھ لکھ دیا ہے جو انہوں نے چاہا اور جس کی انہیں خواہش ہوئی؛ تو کیا مسلمان ہمارے اس کلام کو درست تسلیم کریں گے؟ ان کی طرف سے حکایت کرنے والے نے کہا: پس میں نے ان سے کہا: یہ ان باتوں میں

سے ہے جو شرعاً وعقلاً جائز ہی نہیں، اور نہ ہی کسی شخص کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ ایسی بات کہے، اور نہ ہی اس میں کسی تبدیلی کا امکان ہے ـــ (مؤلف فرماتے ہیں کہ) یہ گفتگو فصل کے آخر تک جاری ہے اور وہ الفاظ عنقریب آگے آئیں گے۔

جواب یہ ہے کہ اس نصرانی سائل نے مسلمانوں کی جانب سے جس سوال کا ذکر کیا ہے، مسلمان وہ بات کہتے ہی نہیں؛ اور اس نے علمائے نصاریٰ کی طرف سے جو جواب نقل کیا ہے، وہ درحقیقت ایک وہم ہے جس کی بنیاد انہوں نے دو فاسد اصولوں پر رکھی ہے۔

ان میں سے پہلا فاسد اصول یہ ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دین وکتاب کی تصدیق فرمائی ہے جو ان کے پاس ہے، اور ان کی ان کتب سے ـــ جو ان کے ہاتھوں میں موجود ہیں ـــ تہمتوں اور کسی بھی قسم کی تبدیلی وتغیر کی نفی فرمائی ہے ان کا مقصود اس بات سے تب ہی مکمل (ثابت) ہو سکتا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کتب کے الفاظ اور معانی دونوں سے ہر قسم کی تبدیلی کی نفی فرمائیں یہ ان امور میں سے ہے جنہیں ہر عاقل جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کتب سے اس کی نفی نہیں فرمائی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول متواتر روایات اس کے برعکس یعنی تحریف کے وقوع پر دلالت کرتی ہیں؛ نیز وہ خود بھی اور ہر صاحبِ عقل یہ جانتا ہے کہ جو کتب ان کے پاس ہیں، ان کی تفسیر میں نصاریٰ کے مختلف فرقوں کے درمیان، اور خود نصاریٰ اور یہودیوں کے مابین شدید اختلاف اور اضطراب پایا جاتا ہے جو اس بات پر قطعیت کے ساتھ دلالت کرتا ہے کہ ان تفاسیر ومعانی میں سے بہت کچھ بدلا ہوا اور تحریف شدہ ہے؛ اور اسی طرح ان کتب کے احکامات کو بدلنے میں بھی یہی صورتِ حال واقع ہوئی ہے، کیونکہ آسمانی کتب دو بنیادی اصولوں پر مشتمل ہوتی ہیں: خبر دینا اور حکم دینا۔ اور ان پر ایمان تب ہی مکمل ہو سکتا ہے جب ان کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق کی جائے اور ان کے واجب کردہ احکامات کی اطاعت کو لازم سمجھا جائے۔

اہل کتاب ان کتب کی دی ہوئی بہت سی خبروں کی تکذیب کرتے ہیں، اور ان کے واجب کردہ بہت سے احکامات اور اوامر کی اطاعت کو لازم نہیں سمجھتے؛ جبکہ ان کا ہر فرقہ دوسرے فرقے کے متعلق اسی طرح کی تبدیلی وانحراف کی گواہی دیتا ہے۔

نصاریٰ کی سات ایسی مجلسیں (کونسلز) ہیں جو ان کے ہاں مشہور ہیں، اور وہ اپنی ان تمام مجلسوں میں اپنے ہی ایک بڑے گروہ پر لعنت کرتے ہیں اور انہیں کافر قرار دیتے ہیں؛ اور وہ ان کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے ان کتب میں موجود بعض باتوں کی تکذیب کی ہے اور ان کے بعض احکامات کی اطاعت کو واجب تسلیم نہیں کیا وہ مذکورہ گروہ دوسرے گروہ کے متعلق گواہی دیتا ہے کہ اس نے ان کتب میں موجود بعض باتوں کی تکذیب کی ہے، پھر ان کے تینوں مشہور فرقے یعنی نسطوری، ملکی (ملکائیٹ) اور یعقوبی؛ ان میں سے ہر ایک گروہ دوسرے کی تکفیر کرتا ہے اور اس پر لعنت بھیجتا ہے دوسرے کے خلاف یہ گواہی دیتا ہے کہ وہ انبیاء کی پیش گوئیوں اور کتبِ نبوت میں موجود بعض باتوں کی تکذیب کرنے والا ہے، اور ان میں درج بعض احکامات کی اطاعت کو واجب نہیں سمجھتا؛ بلکہ ان کا یہ باہمی اختلاف تو خود نفسِ توحید اور رسالت جیسے بنیادی عقائد میں بھی ہے پس ان میں سے ہر گروہ کا یہ دعویٰ ہے کہ

حضرت مسیح علیہ السلام وہی تعلیمات لے کر آئے تھے جس پر وہ خود قائم ہیں؛ حالانکہ مسیح علیہ السلام اور تمام رسل ان لوگوں سے مکمل طور پر بری الذمہ ہیں جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہوں میں بٹ گئے، اور وہ ان لوگوں سے بھی بیزار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جناب میں ناحق بات منسوب کرتے ہیں یا اللہ کے بارے میں وہ کچھ کہتے ہیں جس کا انہیں حقیقی علم نہیں اور وہ رسول ہر اس قولِ باطل سے بھی بری الذمہ ہیں جو اللہ عزوجل کی جناب میں منسوب کیا جائے، اگرچہ اس کا کہنے والا خطاکار ہو اور اس نے جان بوجھ کر جھوٹ باندھنے کا قصد نہ بھی کیا ہو۔

نصاریٰ کے اقوال و مذاہب میں اس نوعیت کی باتیں اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کی تفصیل طویل ہو جائے گی، اور اس موضوع پر دیگر مقامات پر شرح وبسط کے ساتھ کلام کیا جا چکا ہے۔

جب آپ یہ جان چکے کہ تمام گروہ —— خواہ وہ مسلمان ہوں، یہودی ہوں یا نصاریٰ —— اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ان کتب کے معانی، ان کی تفاسیر اور ان کے احکامات میں تحریف و تبدیلی واقع ہو چکی ہے تو تحریف ثابت کرنے کے لیے اتنی مقدار ہی کافی ہے؛ اور جس وقت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، تب سے ہر وہ شخص جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا، وہ کافر قرار پایا بر خلاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل نصاریٰ کے حال کے (کہ اس وقت ان کا حکم مختلف تھا) کیونکہ اس وقت بعثتِ نبوی سے پہلے ان میں ایسے لوگ موجود تھے جو دینِ مسیح اور مسلمانوں کے پیروکار تھے، اور اگرچہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے دین میں تحریف اور تبدیلی کر دی تھی، تاہم ان کی اکثریت نے ایسے تحریف کرنے والے لوگوں کی مخالفت کی تھی چنانچہ مسلمانوں میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا رہے گا جو حق پر قائم اور غالب رہے گا، ان کی مخالفت کرنے والے اور ان کا ساتھ چھوڑ دینے والے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے؛ بر خلاف نصاریٰ کے کہ وہ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے سبب کافر ہو گئے، جیسا کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تکذیب کر کے کفر اختیار کیا تھا۔

مسلمان کثیر دلائل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اہلِ کتاب نے تورات، انجیل، زبور اور ان کے علاوہ دیگر انبیاء کی پیش گوئیوں کے معانی کو بدل ڈالا ہے، اور انہوں نے ایک ایسی شریعت ایجاد کر لی ہے جو نہ تو مسیح علیہ السلام لائے تھے اور نہ ہی کوئی دوسرا نبی کوئی بھی عقل مند شخص ان نصاریٰ کے اس زعمِ باطل جیسی بات نہیں کہہ سکتا کہ تمام بنی آدم —— بشمول انبیاء و رسل اور دیگر لوگ —— محض اس وجہ سے جہنم میں شیطان کی قید میں تھے کہ ان کے باپ آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت سے پھل کھا لیا تھا، اور یہ کہ انہیں اس قید سے خلاصی تب ہی ملی جب مسیح علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا۔

پس یہ ایسی بات ہے کہ اگر کوئی اسے کسی نبی کی طرف منسوب کر کے نقل بھی کرتا تب بھی ہم یقین کے ساتھ اسے انبیاء پر جھوٹ قرار دیتے؛ تو پھر اس کلام کا کیا حال ہو گا جبکہ خود اہلِ کتاب کے ہاں بھی یہ بات کسی نبی سے منقول نہیں ہے، بلکہ وہ اسے ایسے لوگوں سے

نقل کرتے ہیں جن کا قول دین میں کوئی لازم حجت نہیں ہے، کیونکہ ان کے دین کا ایک بڑا حصہ ان کے ان مذہبی پیشواؤں سے لیا گیا ہے جو انبیاء نہیں تھے۔

پس جب ہم اس شخص کے جھوٹا ہونے کا قطعی یقین رکھتے ہیں جو اس بات کو انبیاء سے نقل کرے، تو اس وقت کا کیا حال ہوگا جب اسے انبیاء سے نقل ہی نہ کیا گیا ہو؟ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام لوگوں کو ان باتوں کی خبر دیتے ہیں جن کی معرفت سے ان کی عقلیں قاصر ہوتی ہیں، نہ کہ ان باتوں کی جن کے باطل اور ناممکن ہونے کا انہیں پہلے سے علم ہو۔ پس انبیاء علیہم السلام لوگوں کو ایسی خبریں دیتے ہیں جو عقلوں کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں، نہ کہ ایسی جو عقل کے نزدیک محال ہوں۔ اور جہاں تک حضرت آدم علیہ السلام کا تعلق ہے، تو اگرچہ انہوں نے درخت سے کھایا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی، انہیں چن لیا اور ہدایت سے نواز دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى - ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَى} [طه:21-122]

اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پھر بھٹک گیا۔ پھر اس کے رب نے اسے سرفراز کیا پھر اس کی توبہ قبول کی اور راہ دکھائی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ} [البقرة:37]

پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کیے پھر اس کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اہل کتاب کی کتب میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی نفی کرتی ہو، بلکہ ان میں سے کوئی کہنے والا زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ: ہمیں یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے توبہ کی تھی یا ہمارے پاس ان کی توبہ کا ذکر موجود نہیں اور کسی چیز کا علم نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ چیز سرے سے موجود ہی نہیں عدمِ علم، علمِ عدم کو مستلزم نہیں؛ اور کسی شے کا اللہ کی کتابوں میں سے کسی ایک کتاب میں موجود نہ ہونا اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ وہ دوسری کتاب میں موجود ہو۔ چنانچہ تورات میں ایسی باتیں موجود ہیں جو انجیل میں نہیں، اور ان دونوں میں ایسی باتیں ہیں جو زبور میں نہیں، جبکہ انجیل اور زبور میں وہ کچھ موجود ہے جو تورات میں نہیں۔ دیگر تمام کتبِ سماوی اور پیش گوئیوں میں بھی ایسی باتیں موجود ہیں جو ان مشہور کتب میں نہیں پائیں جاتیں؛ اور قرآن، (بالفرضِ محال) اگر تورات، انجیل، زبور اور دیگر کتبِ انبیاء سے فروتر بھی ہوتا —— یا اگر وہ ان کے مثل بھی ہوتا، تب بھی یہ ممکن تھا کہ اس میں وہ باتیں ہوں جو ان میں موجود نہیں؛ تو پھر اس کا کیا کہنا جبکہ وہ ان سے کہیں افضل اور اشرف ہے، اور اس میں موجود علم تورات وانجیل کے علم سے کہیں زیادہ عظیم ہے! اور اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر ان دونوں کتب کے مقابلے میں قرآن کی فضیلت کو واضح فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ} [الزمر: 23]

اللہ ہی نے بہترین کلام نازل کیا ہے یعنی کتاب باہم ملتی جلتی ہے (اس کی آیات) دہرائی جاتی ہیں جس سے خدا ترس لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ} [یوسف: 3]

ہم تیرے پاس بہت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں اس واسطے کہ ہم نے تیری طرف یہ قرآن بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ} [المائدة: 48]

ہم نے تجھ پر سچی کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کے مضامین پر نگہبانی کرنے والی ہے۔

(قطعِ نظر اس سے کہ) حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کی ہو یا نہ کی ہو، یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ اللہ کے وہ رسول — جو ان سے بھی افضل ہیں — ان کے گناہ کی وجہ سے جہنم میں شیطان کی قید میں محبوس ہوں؟ اور ابراہیم علیہ السلام جو رحمن کے خلیل ہیں، ان کا باپ کافر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا ان کے باپ کے گناہ پر مواخذہ نہ کیا، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ انہیں ان کے بعید ترین جدامجد آدم علیہ السلام کے گناہ کے سبب جہنم میں شیطان کی قید میں ڈال دیتا؟ حالانکہ دم علیہ السلام خود بھی ایک نبی تھے، اور نوح علیہ السلام — جنہوں نے اپنی قوم میں پچاس کم ایک ہزار سال قیام کیا اور انہیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف بلاتے رہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کے سبب زمین والوں کو غرق کر دیا اور انہی کی ذریت کو باقی رہنے والا بنایا — تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کے گناہ کی وجہ سے جہنم میں شیطان کی قید میں ہوں؟

اور موسیٰ بن عمران علیہ السلام جن سے اللہ تعالیٰ نے براہِ راست کلام فرمایا، اور ان کے ہاتھوں پر ایسی براہین اور نشانیاں ظاہر کیں جن کی مثال مسیح علیہ السلام کے ہاتھوں پر بھی ظاہر نہ ہوئی تھی؛ اور انہوں نے ایک ایسی جان کو قتل کیا جس کے قتل کا انہیں حکم نہ دیا گیا تھا تو اللہ نے ان کی وہ لغزش معاف فرما دی، اور اللہ کے ہاں ان کا وہ مقام و مرتبہ اور عزت و تکریم ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا؛ تو وہ کیسے جہنم میں شیطان کی قید میں ہو سکتے ہیں؟

پھر اس 'صلیب' دیے جانے کے عمل — جو کہ عظیم ترین گناہوں میں سے ہے، خواہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو سولی دی ہو یا ان کے مشابہ کسی شخص کو — اور ان انبیاء کو شیطان سے مخلص کرانے کے درمیان آخر مناسبت ہی کیا ہے؟ پس اگر شیطان نے آدم علیہ السلام کی ذریت کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہوتا تو وہ ظالم اور سرکش ٹھہرتا، حالانکہ اللہ عزوجل اس بات پر قادر ہے کہ اسے ان پر ظلم کرنے سے روک دے، بلکہ وہ تو اسے سزا دینے پر بھی قادر ہے اگر وہ ان پر ظلم کرنے سے باز نہ آئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ان پر ظلم کرنے سے روکنے میں مسیح علیہ السلام کے زمانے تک تاخیر کیوں فرمائی؟اللہ سبحانہ تعالیٰ مؤمنین کا ولی، ان کا مددگار اور ان کی تائید فرمانے والا ہے، اور یہ انبیاء تو اس کے وہ رسول ہیں جن کی اس نے ان کے دشمنوں کے مقابلے میں نصرت فرمائی، بلکہ ان کے ان دشمنوں کو ہلاک کر دیا جو شیطان کا لشکر تھے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان رسولوں کی وفات کے بعد شیطان کو انہیں ظلم کا نشانہ بنانے سے نہ روکے اور اس بات کی اجازت دیدے کہ وہ ان کی ارواح کو جہنم میں لے جائے؟ یہ اعتراض تو تب ہے جب یہ فرض کر لیا جائے کہ شیطان ایسا کرنے پر قادر تھا؛ لیکن یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کی وفات کے بعد — جبکہ ان سے شرعی تکالیف ساقط ہو چکی ہوں اور وہ اپنے رب کے وعدے اور اس کی حکمت کے تقاضے کے مطابق اس کی تکریم، احسان اور جنت کے مستحق قرار پا چکے ہوں — شیطان کو اس بات پر مسلط کر دے کہ وہ انہیں جہنم میں قید رکھے؟!

اور اگر وہ یہ کہیں کہ: رب عزوجل — باوجود اس علم کے کہ شیطان موت کے بعد ان انبیاء پر ظلم اور زیادتی کرنے والا ہے — انہیں شیطان سے چھڑانے پر قدرت نہ رکھتا تھا، سوائے اس کے کہ وہ اپنی حقیقت کو پوشیدہ رکھ کر شیطان کے ساتھ کوئی حیلہ کرے تاکہ شیطان کو خود اس (رب) پر قابو پانے کا موقع مل جائے؛ جیسا کہ ان کا زعم (باطل) ہے، تو یہ قول اپنے اندر عظیم کفر سمونے اور رب سبحانہ کو عاجز قرار دینے کے ساتھ ساتھ؛ جس طرح انہوں نے ابتداءً اسے رب کو ظالم قرار دیا تھا، اس میں ایسا تضاد بھی پایا جاتا ہے جو ان کی اس عظیم جہالت کا مقتضی ہے جس کے ذریعے انہوں نے رب سبحانہ کو جاہل قرار دے دیا؛ کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ رب نے شیطان کے ساتھ حیلہ اس لیے کیا تاکہ اسے عدل کے ساتھ گرفت میں لے سکے؛ جس طرح شیطان نے سانپ کے ذریعے آدم علیہ السلام کے ساتھ حیلہ کیا تھا؛ چنانچہ رب نے خود کو شیطان سے چھپائے رکھا تاکہ وہ یہ نہ جان سکے کہ یہ 'الہ کا ناسوت' (انسانی پیکر) ہے، کیونکہ الہ کے ناسوت نے دوسروں کے برعکس کبھی کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔

پھر جب شیطان نے مسیح علیہ السلام کی روح قبض کرنی چاہی تاکہ انہیں گزشتہ تمام لوگوں کی طرح جہنم میں قید کر دے، حالانکہ انہوں نے کوئی گناہ نہ کیا تھا، تو اس وقت شیطان اس بات کا مستحق ٹھہرا کہ رب اسے اپنی گرفت میں لے لے اور آدم علیہ السلام کی ذریت کو اس کی قید سے خلاصی عطا فرمائے۔

یہ نظریہ ان کی جانب سے رب سبحانہ و تعالیٰ کو — اس سے بلند ہے جو وہ کہتے ہیں —جاہل قرار دینے کے مترادف ہے، ساتھ ہی ساتھ اس میں اسے (نعوذ باللہ) عاجز اور ظالم ٹھہرانا بھی پایا جاتا ہے۔ پس اگر حقیقتِ حال یہی ہے کہ خود اللہ ہی نے شیطان کو بنی آدم پر مسلط کیا تھا — جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے۔ تو پھر مسیح علیہ السلام کے ناسوت اور ان کے علاوہ دیگر انسانوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا،

کیونکہ سب کے سب ہی بنی آدم ہیں،اور مزید یہ کہ ،اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ناسوت اپنی ذات سے شیطان کو حق کے ساتھ دفع کرتا ہے، کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام جہنم میں داخل ہوئے اور وہاں سے آدم علیہ السلام کی ذریت کو نکال لائے۔

تو یہ کہا جائے گا: اگر انسانوں کو جہنم میں قید رکھنے پر شیطان کا تسلط بر حق تھا —— جو کہ ان کے اپنے گناہوں اور ان کے باپ آدم علیہ السلام کی لغزش کی وجہ سے تھا—— تو محض مسیح علیہ السلام کے ناسوت کے گناہوں سے پاک ہونے کی وجہ سے ان سب کو جہنم سے نکال لینا ہر گز جائز نہ تھا اگر وہ شیطان کے ہاتھوں مظلوم تھے، تو مسیح علیہ السلام کے ناسوت کے مصلوب ہونے سے پہلے ہی انہیں خلاصی دلانا واجب تھا،اور اس میں تاخیر کرنا کسی طور جائز نہ تھا پس محض مسیح علیہ السلام کا گناہوں سے پاک ہونا اس بات کا موجب نہیں بن سکتا کہ ان کے علاوہ باقی سب بھی جہنم سے سلامت رہیں۔اور اگر وہ یہ کہیں کہ رب شیطان کے ہاتھوں آپ علیہ السلام کو مصلوب کروانے کے حیلے کے بغیر اسے مغلوب کرنے سے عاجز تھا، تو پھر مصلوبیت پر قدرت دے دینے کے بعد تو وہ رب بدرجہ اولیٰ عاجز ہی ٹھہرے گا۔

دوسرا فاسد قاعدہ جس پر انہوں نے اپنے اس سوال اور جواب کی عمارت کھڑی کی ہے —— جسے انہوں نے مسلمانوں کی جانب سے منسوب کیا ہے —— ان کا یہ گمان ہے کہ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ: کہ ان کتب (تورات وانجیل) کے تمام موجودہ نسخوں کے الفاظ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تحریف کر دی گئی تھی۔

اور یہ وہ بات ہے جو مسلمان بطورِ کلی نہیں کہتے ،البتہ ان میں سے بعض کا یہ قول ضرور ہے کہ: کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان کتب کے بعض نسخوں کے الفاظ میں تحریف کی گئی تھی، پس علماء کی وہ اکثریت جو یہ رائے رکھتی ہے کہ ان کتب کے بعض الفاظ میں تحریف کی گئی ہے،ان میں سے بعض کا قول یہ ہے کہ یہ تحریف بعثتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے واقع ہو چکی تھی۔

ان میں سے بعض کا کہنا ہے کہ یہ تحریف بعثت کے بعد ہوئی، جبکہ کچھ وہ ہیں جو ان دونوں باتوں (بعثت سے قبل اور بعد کی تحریف) کا اثبات کرتے ہیں یا ان کے وقوع کو ممکن قرار دیتے ہیں، لیکن (ان میں سے کوئی بھی) یہ نہیں کہتا کہ: کہ مشرق و مغرب میں پائے جانے والے تمام موجودہ نسخوں کے الفاظ میں تحریف کر دی گئی ہے، جیسا کہ اسحکایت کرنے والے نے مسلمانوں کی طرف منسوب کر کے بیان کیا ہے لیکن علمائے مسلمین اور علمائے اہل کتاب اس بات پر متفق ہیں کہ ان کتب کے معانی اور تفسیر میں تحریف واقع ہو چکی ہے۔

اگرچہ اہلِ کتاب کا ہر گروہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ معانی میں تحریف دوسرے گروہ نے کی ہے۔

جہاں تک ان کتب کے الفاظ کا تعلق ہے، تو علمائے مسلمین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ ان کے الفاظ تبدیل نہیں کیے گئے؛ جیسا کہ اہل کتاب میں سے وہ لوگ کہتے ہیں جو الفاظ کی حفاظت کے قائل ہیں۔

علمائے مسلمین اور اہل کتاب کی ایک کثیر تعداد اس طرف گئی ہے کہ ان کتب کے بعض الفاظ کو بدل دیا گیا ہے۔

یہ قول علمائے مسلمین کی ایک بڑی تعداد کے ہاں مشہور و معروف ہے، اور خود اہل کتاب کے بھی بہت سے علماء نے یہی بات کہی ہے۔ حتیٰ کہ مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے معاملے میں بھی نصاریٰ کے ایک گروہ کا یہی موقف رہا ہے کہ وہ شخص مصلوب ہوا تھا جسے مسیح علیہ السلام کا ہم شکل بنادیا گیا تھا؛ جیسا کہ قرآنِ کریم نے اس حقیقت کی خبر دی ہے، اور بے شک جن لوگوں نے آپ کے مصلوب ہونے کی خبر دی تھی، انہوں نے محض ظاہرِ حال کے مطابق خبر دی تھی، کیونکہ جب مصلوب ہونے والے شخص پر آپ علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی، تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہی مسیح ہیں یا پھر انہوں نے دانستہ جھوٹ سے کام لیا، پھر ان میں سے یہ وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ: ان کتب کے الفاظ میں کچھ حصہ ایسا ہے جو تبدیل شدہ ہے۔

ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تورات اور انجیل کے ایک بڑے حصے کو تبدیل شدہ قرار دیتے ہیں، اور بسااوقات ان میں سے بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ ان دونوں کا اکثر حصہ بدلا ہوا ہے، بالخصوص انجیل کا۔ کیونکہ انجیل پر ہونے والے اعتراضات تورات کی نسبت کہیں زیادہ اور واضح ہیں۔

ان میں سے بعض وہ ہیں جو اس معاملے میں اس قدر غلو اور حد سے تجاوز کر جاتے ہیں کہ یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ: ان دونوں کتب میں سے کسی کی کوئی حرمت باقی نہیں رہی، بلکہ ان کے اوراق سے استنجا کرنا بھی جائز ہے۔

ان میں سے بعض وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ان دونوں کتب کے جن الفاظ کو بدلا گیا ہے وہ قلیل ہیں، اور یہی موقف زیادہ قرینِ قیاس اور واضح ہے۔

انجیل میں الفاظ کی تبدیلی زیادہ واضح ہے، بلکہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد تو یہ کہتی ہے کہ ان اناجیل میں اللہ تعالیٰ کا کلام بہت ہی کم ہے۔ وہ انجیل جو کہ حقیقت میں اللہ کا کلام ہے، وہ یہ موجودہ اناجیل نہیں ہیں۔

فصل: اہل کتاب کو ان کی کتب میں موجود صحیح الفاظ اور احکام کے مطابق فیصلہ کرنے کی دعوت دینا

صحیح موقف یہ ہے کہ یہ تورات جو اہل کتاب کے ہاتھوں میں ہے، اس میں وہ احکام بھی موجود ہیں جو اللہ کا حکم ہیں، اگرچہ ان دونوں کتب کے بعض الفاظ کو بدل دیا گیا اور ان میں تغیر و تبدل کر دیا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ} [المائدة:41]

اے رسول! ان کا غم نہ کر جو دوڑ کر کفر میں گرتے ہیں وہ لوگ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں حالانکہ ان کے دل مومن نہیں ہیں، اور وہ جو یہودی ہیں، جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں وہ دوسری جماعت کے جاسوس ہیں جو تجھ تک نہیں آئی، بات کو اس کے ٹھکانے سے بدل دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک:

{وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ} [المائدة: 43]

اور وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے فیصل بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم ہے۔

پس یہ معلوم ہوا کہ وہ تورات، جو بیت المقدس کی تباہی، بختِ نصر کی آمد، مسیح علیہ السلام کی بعثت اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد بھی موجود تھی، اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے۔

اور وہ تورات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مدینہ کے یہودیوں کے پاس موجود تھی، اگرچہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اس کے بعض الفاظ میں تبدیلی کر دی گئی تھی، تب بھی ہم دنیا میں موجود اس کے ہر نسخے کے متعلق ایسا تبدیلی کا حکم نہیں لگا سکتے، کیونکہ یہ بات (کہ دنیا کے تمام نسخے بدل دیے گئے) ہمارے علم میں نہیں ہے اور ایسا ہونا فی نفسہٖ متعذر (ناممکن) بھی ہے، بلکہ (زیادہ سے زیادہ) یہ ممکن ہے کہ بہت سے نسخوں کو بدل دیا گیا ہو اور پیروکاروں کے درمیان اسے اس حد تک پھیلا دیا گیا ہو کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد کے پاس بعد میں وہی نسخے بچے ہوں جن میں تبدیلی کر دی گئی تھی۔ اس کے باوجود تورات اور انجیل کے کثیر نسخے غالباً ایک دوسرے کے موافق ہیں، ان میں صرف تھوڑے سے الفاظ کا فرق پایا جاتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان کتب کے چند نسخوں کے الفاظ کا بدل دیا جانا ممکن ہے۔ یہ ایک ایسا امکان ہے جس کی نفی پر کوئی شخص یقین کے ساتھ حکم نہیں لگا سکتا، اور نہ ہی یہودیوں اور عیسائیوں میں سے کوئی اس بات کی گواہی دینے کی قدرت رکھتا ہے کہ دنیا میں ان دونوں کتابوں کے جتنے بھی نسخے پائے جاتے ہیں وہ سب الفاظ کے اعتبار سے مکمل متفق ہیں، کیونکہ کسی بھی شخص کے لیے اس بات کا علم حاصل کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ ان کتب کے الفاظ میں معمولی اختلاف ان کے بہت سے نسخوں میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ احادیث کی بعض کتب کے نسخوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے یا بعض نسخوں کے کچھ الفاظ بدل دیے جاتے ہیں۔ یہ صورتِ حال قرآن مجید کے برعکس ہے، جس کے الفاظ حفاظ کے سینوں میں نقلِ متواتر کے ذریعے محفوظ کر لیے گئے ہیں، چنانچہ اسے محفوظ رہنے کے لیے محض کسی کتاب میں لکھے جانے کی حاجت نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ} [الحجر: 9]

ہم نے یہ ذکر نازل کیا ہے اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اور آپ کے بعد بھی یہودی زمین کے مشارق ومغارب (چپے چپے) میں پھیلے ہوئے تھے اور ان کے پاس تورات کے بکثرت نسخے موجود تھے۔

اسی طرح نصرانیوں کے پاس بھی تورات کے کثیر نسخے موجود تھے، اور کسی کے لیے بھی یہ ممکن نہ تھا کہ وہ ان تمام نسخوں کو جمع کر کے ان میں تبدیلی کر دیتا؛ اور اگر بالفرض ایسا ممکن ہوتا بھی تو یہ ان بڑے واقعات میں سے ہوتا جنہیں نقل کرنے کے اسباب بکثرت موجود ہوتے (یعنی یہ بات تاریخ میں مشہور ہو جاتی)۔ اور یہی معاملہ انجیل کے بارے میں بھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ} [المائدة: 47]

اور چاہیے کہ انجیل والے اس کے موافق حکم کریں جو اللہ نے اس میں اتارا ہے۔

پس یہ معلوم ہوا کہ اس انجیل میں بھی ایسا حکم موجود ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، لیکن یہ حکم امر و نہی کے باب سے ہے، اور یہ بات اس امر کے مانع نہیں ہے کہ کتاب کے اخبار (گزشتہ واقعات و خبروں) کے باب میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہو یہی وہ (اخبار کا باب) ہے جس میں لفظی تبدیلی واقع ہوئی ہے، لیکن جہاں تک تورات کے احکامات کا تعلق ہے، تو شاید ہی کوئی اس بات کا دعویٰ کرے کہ ان کے الفاظ میں تبدیلی کی گئی ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد، جو انجیل کے بارے میں ہے:

{وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ} [المائدة: 47]

اور چاہیے کہ انجیل والے اس کے موافق حکم کریں جو اللہ نے اس میں اتارا ہے۔

یہ ان لوگوں کے لیے خطاب ہے جو نسخ شریعتِ محمدی سے منسوخی اور تبدیلی سے قبل دینِ مسیح پر قائم تھے، نہ کہ ان لوگوں کے لیے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد موجود ہیں۔

یہ قول ان قاری کی قرات کے ساتھ پوری طرح ہم آہنگ ہے جنہوں نے '**وَلِيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيل**' کو لام کے کسرہ (زیر) کے ساتھ پڑھا ہے (یعنی '**لِيَحْكُمَ**') جیسا کہ امام حمزہ کی قرات ہے، کیونکہ یہاں یہ 'لام کے' (لامِ تعلیل) ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{وَقَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ – وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ} [المائدة: 46-47]

اور ہم نے ان کے پیچھے انہیں کے قدموں پر مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا جو اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا تھا، اور ہم نے اسے انجیل دی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا تھا اور وہ راہ بتانے والی تھی اور

ڈرنے والوں کے لیے نصیحت تھی۔ اور چاہیے کہ انجیل والے اس کے موافق حکم کریں جو اللہ نے اس میں اتارا ہے، اور جو شخص اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو پھر وہی لوگ نافرمان ہیں۔

چنانچہ جب اسے 'وَلِيَحْكُمَ' (لام کے کسرہ اور میم کے فتحہ کے ساتھ) پڑھا جائے، تو معنی یہ ہوں گے کہ: 'ہم نے انہیں (عیسیٰ علیہ السلام کو) انجیل عطا کی فلاں فلاں مقصد کے لیے اور اس لیے کہ اہلِ انجیل اس کے مطابق حکم کریں جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا ہے'؛ اور یہ (قرأت) انجیل میں نازل کردہ الٰہی احکامات کے مطابق فیصلہ کرنے کو واجب قرار دیتی ہے۔ حق بات یہ ہے کہ یہ اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود انجیل بعینہ وہی اصل انجیل ہے۔

جہاں تک جمہور کی قرأت '{وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ} اور چاہیے کہ انجیل والے اس کے موافق حکم کریں۔ [المائدۃ: 47]' (لام کے سکون کے ساتھ) کا تعلق ہے، تو یہ اس بات کا حکم ہے (کہ وہ اس کے مطابق فیصلہ کریں) پس بعض علماء کا کہنا ہے کہ: یہ آیت ان لوگوں کے لیے حکم ہے جن کے پاس اصل اور برحق انجیل موجود تھی کہ وہ اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے اس میں نازل فرمایا ہے؛ اور اس توجیہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہوگا: ''وَلْيَحْكُمْ'' یہ ان کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا حکم ہے، جبکہ دیگر اہل علم نے فرمایا ہے کہ اس قدر تکلف اور تاویل کی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ انجیل کے بارے میں وہی بات کہی جائے گی جو تورات کے بارے میں کہی گئی ہے، اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ – سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ – وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ – إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ – وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ – وَقَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ} [المائدة: 41–46]

اے رسول! ان کا غم نہ کر جو دوڑ کر کفر میں گرتے ہیں وہ لوگ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں حالانکہ ان کے دل مومن نہیں ہیں، اور وہ جو یہودی ہیں، جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں وہ دوسری جماعت کے جاسوس ہیں جو تجھ تک نہیں آئی، بات کو اس کے ٹھکانے سے بدل دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ تمھیں یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر یہ نہ ملے تو بچتے رہنا، اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے پھر تو اللہ کے ہاں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا، یہ وہی لوگ ہیں جن کے دل پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ نہیں کیا، ان کے لیے دنیا میں ذلت ہے، اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرنے والے ہیں اور بہت حرام کھانے والے ہیں، سو اگر وہ تیرے پاس آئیں تو ان میں فیصلہ کر دے یا ان سے منہ پھیر لے، اور اگر تو ان سے منہ پھیر لے گا تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے، اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان میں انصاف سے فیصلہ کر، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور وہ تجھے کس طرح منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے بعد ہٹ جاتے ہیں، اور یہ مومن نہیں ہیں۔ ہم نے تورات نازل کی کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس پر اللہ کے فرمانبردار پیغمبر یہود کو حکم کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء بھی اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ ٹھہرائے گئے تھے اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے، سو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے میں تھوڑا مول مت لو، اور جو کوئی اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔ اور ہم نے ان پر اس کتاب میں لکھا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر ہے، پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا، اور جو کوئی اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ اور ہم نے ان کے پیچھے انہیں کے قدموں پر مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا جو اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا تھا، اور ہم نے اسے انجیل دی۔

پس اس آیت نے یہ صراحت کر دی کہ یہودیوں میں سے وہ لوگ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حکم (فیصلہ کرنے والا) بنایا تھا، ان کے پاس تورات موجود تھی جس میں اللہ کا حکم درج تھا، پھر وہ اللہ کے حکم سے روگردانی کر گئے؛ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ارشاد فرمایا:

{وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ} [المائدة: 47]

اور چاہیے کہ انجیل والے اس کے موافق حکم کریں جو اللہ نے اس میں اتارا ہے۔

یہ (وَلْيَحْكُمْ میں) لامِ امر ہے، اور یہ اللہ کی جانب سے وہ حکم ہے جو اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر نازل فرمایا؛ اور جو شخص اس خطاب سے پہلے وفات پا چکا ہو اسے حکم دینا ممتنع (ناممکن) ہے، بلکہ امر تو صرف اسی کے لیے حکم ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کو حکمِ الٰہی پہنچنے کے بعد اس پر ایمان لایا ہو پس معلوم ہوا کہ یہ اس زمانے میں موجود لوگوں کے لیے حکم ہے

کہ وہ اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے انجیل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کا حکم نازل فرمایا ہے؛ جس طرح اس نے تورات میں اس کا حکم دیا تھا، پس انہیں چاہیے کہ وہ انجیل میں نازل کردہ ان احکامات کے مطابق فیصلہ کریں جنہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ نہیں فرمایا؛ جس طرح اس نے اہل تورات کو حکم دیا کہ وہ ان احکامات کے مطابق فیصلہ کریں جو اس نے نازل فرمائے اور جنہیں مسیح علیہ السلام نے منسوخ نہیں کیا، اور جن احکامات کو مسیح علیہ السلام نے منسوخ کر دیا تھا ان کے بارے میں انہیں تورات ہی میں مسیح علیہ السلام کی اتباع کا حکم دیا گیا تھا؛ اور اسی طرح انہیں انجیل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ پس اہل کتاب میں سے جس کسی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اس حکم کے مطابق فیصلہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل میں نازل فرمایا ہے، تو اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت نہیں کی، کیونکہ انہیں تورات اور انجیل دونوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کا حکم دیا گیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ}[اعراف:157]

وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے جسے اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ}[المائدة:48]

ہم نے تجھ پر سچی کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کے مضامین پر نگہبانی کرنے والی ہے، سو تو ان لوگوں میں اس کے موافق حکم کر جو اللہ نے اتارا ہے، اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کر اپنے پاس آنے والے حق سے منہ موڑ کر۔

چنانچہ اس نے قرآن کو سابقہ کتابوں پر نگہبان اور شاہد بنا دیا۔ 'مُھیمن' سے مراد وہ گواہ، حاکم اور امین ہے جو ان سابقہ کتب کے ان احکامات کے مطابق فیصلہ کرتا ہے جنہیں اللہ نے منسوخ نہیں فرمایا، اور ان کتب کے ان مندرجات کی تصدیق کی گواہی دیتا ہے جن میں تبدیلی نہیں کی گئی؛ اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا}[المائدة:48]

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور واضح راہ مقرر کر دی ہے۔

اور یہ بات صحاح (صحاحِ ستہ)، سنن اور مسانید کی کتبِ حدیث میں ثابت ہے۔ پس صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: «بیشک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک عورت اور ایک مرد نے زنا کیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت

فرمایا: 'تم رجم (سنگسار کرنے) کے معاملے میں تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟' انہوں نے کہا: ہم انہیں رسوا کرتے ہیں اور انہیں کوڑے مارے جاتے ہیں۔ اس پر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'تم نے جھوٹ کہا، یقیناً تورات میں رجم کا حکم موجود ہے۔ پس تم تورات لے کر آؤ۔ چنانچہ انہوں نے تورات کھولی، تو ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ لیا (تاکہ اسے چھپالے)۔ پس اس نے اس آیتِ رجم سے پہلے اور اس کے بعد والی عبارت پڑھ دی، تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: اپنا ہاتھ اٹھاؤ! پس اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اچانک وہاں رجم کی آیت موجود تھی۔ تب وہ یہودی پکار اٹھے: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! عبداللہ بن سلام نے سچ کہا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے بارے میں حکم صادر فرمایا اور انہیں رجم کر دیا گیا»

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: «رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی اور ایک یہودیہ کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے یہاں تک کہ یہودیوں کے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمایا: تم تورات میں زنا کرنے والے کے بارے میں کیا سزا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم ان دونوں کے چہرے سیاہ کر دیتے ہیں اور انہیں شہر میں گھمایا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

{فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ} [آل عمران: 93]

تورات لاؤ اور اسے پڑھو اگر تم سچے ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تورات لاؤ؛ پس وہ اسے لے کر آئے اور اسے پڑھنے لگے، یہاں تک کہ جب وہ رجم کی آیت پر پہنچے تو اس نوجوان نے جو پڑھ رہا تھا، اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ لیا اور جو کچھ اس کے آگے اور پیچھے تھا وہ پڑھ دیا۔ تب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے — اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے — عرض کیا: یا رسول اللہ! اسے حکم دیجیے کہ اپنا ہاتھ اٹھائے۔ پس اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اچانک اس کے نیچے رجم کی آیت موجود تھی۔ یہ دیکھ کر وہ پکار اٹھے: اس نے سچ کہا، تورات میں رجم کی آیت موجود ہے، لیکن ہم اسے آپس میں ایک دوسرے سے چھپاتے تھے، اور بیشک ہمارے علماء نے رجم کی جگہ چہرہ کالا کرنے اور پیٹھ پیچھے ہاتھ باندھ کر سواری پر گھمانے کی نئی سزا ایجاد کر لی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا اور انہیں رجم کر دیا گیا»

امام مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: «رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک یہودی کا گزر ہوا جس کا منہ کالا کیا گیا تھا اور اسے کوڑے مارے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہودیوں کو بلایا اور دریافت فرمایا: کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی حد اسی طرح پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہوں نے کہا: جی ہاں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کے علماء میں سے ایک شخص کو بلایا اور فرمایا: میں تمہیں اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی، کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی حد اسی طرح پاتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ کا واسطہ نہ دیتے تو میں آپ کو ہر گز نہ بتاتا، در حقیقت ہم تورات میں رجم کا حکم پاتے ہیں، لیکن زنا کا فعل ہمارے اشراف (اعلیٰ طبقے) میں کثرت سے ہونے لگا تھا، تو ہمارا حال یہ تھا کہ جب ہم کسی معزز شخص کو پکڑتے تو اسے چھوڑ دیتے، اور جب کسی کمزور کو پکڑتے تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ پھر ہم نے آپس میں کہا کہ آؤ! ہم کسی ایسی بات پر اتفاق کر لیں جسے ہم معزز اور عام دونوں پر یکساں نافذ کر سکیں، چنانچہ ہم نے رجم کی جگہ چہرہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کی سزا مقرر کر لی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو دوبارہ زندہ کیا جب کہ انہوں نے اسے مٹا دیا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق حکم صادر فرمایا اور اسے رجم کر دیا گیا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

{يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ} [المائدة: 41]

اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کو وہ لوگ غمگین نہ کریں جو کفر میں دوڑ بھاگ کر رہے ہیں، (یعنی) وہ لوگ جو اپنے منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے (لیکن ان کے دل ایمان نہیں لائے)۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: پس وہی لوگ کافر ہیں، (اور دوسری آیت میں) وہی لوگ ظالم ہیں، (اور تیسری آیت میں) وہی لوگ فاسق ہیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام آیات کفار ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں»

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: «نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسلم کے ایک شخص (حضرت ماعز رضی اللہ عنہ) کو اور یہودیوں میں سے ایک شخص کو رجم فرمایا»

اور جہاں تک سنن کا تعلق ہے، تو سنن ابی داؤد میں حضرت زید بن اسلم، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: «یہودیوں کی ایک جماعت آئی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قُف نامی بستی کی طرف بلایا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس ان کے بیت المدرس (درس گاہ) میں تشریف لائے، تو انہوں نے عرض کیا: اے ابوالقاسم! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے ہاں ایک مرد نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے، لہٰذا آپ ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں۔ پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک تکیہ رکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس تورات لاؤ، چنانچہ وہ لائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نیچے سے تکیہ نکالا اور تورات کو اس پر رکھ دیا، اور فرمایا: میں تجھ پر اور اس پر ایمان لایا جس نے تجھے نازل فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے میں سے سب سے بڑے عالم کو میرے پاس لاؤ، چنانچہ ایک نوجوان کو لایا گیا۔ پھر راوی نے رجم کا (بقیہ) قصہ ذکر کیا»

اسی طرح امام ابو داؤد اور دیگر محدثین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ‹‹یہودیوں کے ایک مرد نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا، تو ان میں سے بعض نے بعض سے کہا: ہمیں اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو، کیونکہ یہ ایسے نبی مبعوث ہوئے ہیں جو احکام میں آسانی اور تخفیف لائے ہیں، چنانچہ ہم نے کہا: اگر انہوں نے ہمیں رجم کے علاوہ کوئی اور فیصلہ سنا دیا تو ہم اسے قبول کر لیں گے اور اللہ کے ہاں اسے بطورِ حجت (دلیل) پیش کر دیں گے کہ اے اللہ! ہم نے تو تیرے ہی ایک نبی کے فیصلے پر عمل کیا تھا؛ راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر وہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے، تو انہوں نے عرض کیا: اے ابوالقاسم! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان مرد اور عورت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جنہوں نے زنا کیا ہے؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک لفظ بھی نہ کہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بیت المدرس (درس گاہ) میں تشریف لے آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا: میں تمہیں اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی، تم تورات میں اس شخص کے بارے میں کیا حکم پاتے ہو جس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو؟

انہوں نے کہا: ہم ان کا منہ کالا کرتے ہیں، انہیں گدھے پر الٹا بٹھاتے ہیں اور انہیں کوڑے مارتے ہیں۔ اور 'تجبیہ' (الٹا بٹھانے) سے مراد یہ ہے کہ دونوں زنا کرنے والوں کو ایک گدھے پر سوار کیا جائے اور ان کی پشت ایک دوسرے کے مقابل کر دی جائے (یعنی ان کے رخ مخالف سمت میں کر دیے جائیں)، اور اس حالت میں ان دونوں کی تشہیر کی جاتی ہے یعنی گلی کوچوں میں گھمایا جاتا ہے راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے ایک نوجوان خاموش رہا، پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خاموش دیکھا تو اسے دوبارہ اسی طرح قسم دے کر پوچھا: اس نوجوان نے عرض کیا: اے اللہ! گواہ رہنا جب انہوں نے ہمیں تیرا واسطہ دے کر پوچھا ہے تو میں سچ کہوں گا، (اس نوجوان نے اعتراف کیا کہ) بے شک ہم تورات میں رجم (سنگسار کرنے) کا حکم ہی پاتے ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تو پھر وہ پہلا موقع کیا تھا جب تم نے اللہ کے حکم میں رخصت (اور تحریف) اختیار کرنا شروع کی؟ اس نے عرض کیا: ہمارے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے کسی قریبی رشتہ دار نے زنا کیا، تو بادشاہ نے اس سے رجم کی سزا کو مؤخر کر دیا، پھر اس کے بعد ایک عام خاندان کے شخص نے زنا کیا، تو بادشاہ نے اسے رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر اس کے قبیلے والے اس سزا کے آڑے آئے اور انہوں نے مدافعت کی اور کہنے لگے: ہمارے آدمی کو اس وقت تک رجم نہیں کیا جائے گا جب تک کہ آپ اپنے اس قریبی رشتہ دار کو لا کر رجم نہیں کر دیتے؛ چنانچہ انہوں نے آپس میں اس بدلی ہوئی سزا پر صلح اور اتفاق کر لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر یقیناً میں اسی حکم کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں جو تورات میں ہے؛

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے بارے میں حکم صادر فرمایااور انہیں رجم کر دیا گیا››

امام زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ بے شک یہ آیت انہی یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی:

{إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا} [المائدة:44]

ہم نے تورات نازل کی کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس پر اللہ کے فرمانبردار پیغمبر یہود کو حکم کرتے تھے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کے درمیان تورات کے اسی اصل حکم کے مطابق فیصلہ فرمایا۔

اسی طرح، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس قصاص کا مقدمہ بھی پیش کیا تھا جو بنو قریظہ اور بنو نضیر کے درمیان نزاع کا سبب تھا، اور بنو نضیر اپنے زعم میں بنو قریظہ سے زیادہ معزز و بلند مرتبہ مانے جاتے تھے چنانچہ صورتحال یہ تھی کہ جب ان دونوں قبیلوں میں سے کسی ایک کمتر قبیلے کا کوئی شخص دوسرے شریف قبیلے کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا، تو وہ اس قاتل کو قتل کرتے اور دیت کو دوگنا نہ کرتے تھے؛ اور جب اس معزز شریف قبیلے کا کوئی شخص قتل ہو جاتا، تو وہ اس کے بدلے قاتل کو قتل بھی کرتے اور دیت بھی دوگنی وصول کرتے تھے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث (رحمہ اللہ) اپنی سنن میں فرماتے ہیں کہ: ہم سے محمد بن علاء نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے علی بن صالح سے، انہوں نے سماک بن حرب سے، انہوں نے عکرمہ سے، اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: ‹‹بنو قریظہ اور بنو نضیر دو یہودی قبیلے تھے، اور بنو نضیر اپنے زعم میں بنو قریظہ سے زیادہ معزز و بلند مرتبہ مانے جاتے تھے؛ چنانچہ صورتحال یہ تھی کہ جب بنو قریظہ کا کوئی شخص بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کر دیتا، تو اس کے بدلے اسے قتل کیا جاتا تھا، اور جب بنو نضیر کا کوئی شخص بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کرتا، تو قصاص کے بجائے سو 'وسق' کھجور بطورِ دیت (خون بہا) دے دی جاتی تھی››

پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمائے گئے۔ ‹‹تو اسی دوران بنو نضیر کے ایک شخص نے بنو قریظہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا، اس پر بنو قریظہ والوں نے کہا: اس قاتل کو ہمارے حوالے کرو تاکہ ہم اسے قصاص میں قتل کریں۔ تو بنو نضیر والوں نے کہا: ہمارے اور تمہارے درمیان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فیصلہ کریں گے؛ چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

{وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ} [المائدة:42]

اور اگر آپ فیصلہ فرمائیں، تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔››

اور (یہاں) قسط (یعنی انصاف) سے مراد جان کے بدلے جان کا قصاص ہے، پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

{أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ} [المائدة:50]

تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ : بنو قریظہ اور بنو نضیر دونوں قبیلے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

اس مسئلے کی تفصیلی وضاحت کا ایک الگ اور مناسب مقام ہے؛تاہم ہر قول اور رائے کے مطابق، یہ بات بالکل مبر ہن ہے کہ اللہ عزوجل نے اس امر کی خبر دی ہے کہ مسیح علیہ السلام کے بعد بھی یہودیوں کے پاس موجود تورات میں اللہ کا حکم موجود تھااور یہ کہ اہل کتاب یعنی یہودیوں نے اللہ کے اس حکم کو پسِ پشت ڈال دیا جو تورات میں موجود تھا،اوراس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ کفر کاارتکاب بھی کیا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان یہودیوں پر اس ملامت و مذمت کا اظہار ہے جو انہوں نے اللہ کے اس حکم کو ترک کرنے کی پاداش میں پائی، جسے پہلی کتاب تورات لے کر آئی تھی اور دوسرے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے منسوخ نہیں فرمایا تھا۔

یہ حکمِ الٰہی کو بدل دینااس دوسری قسم کی تحریف و تبدیل میں سے ہے جس پر ان کی مذمت کی گئی ہے؛اور یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی بعثت کے بعد بھی ان کے پاس موجود تورات میں ایسا حکم موجود تھا جسے اللہ نے نازل فرمایا تھااور انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اسی کے مطابق فیصلے کریں،اور بعینہٖ یہی بات انجیل کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے۔

یہ بات بالکل معلوم وواضح ہے کہ وہ حکم جس کے مطابق فیصلہ کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا، وہ تورات کے ان احکام میں سے ہے جنہیں نہ تو انجیل نے منسوخ کیا تھااور نہ ہی قرآن نے، تو اسی طرح، احکامِ انجیل میں سے جس حکم کے مطابق انہیں فیصلہ کرنے کا امر کیا گیا ہے، وہ بھی ان احکام میں سے ہے جنہیں قرآن نے منسوخ نہیں فرمایا؛اوراس کی وجہ یہ ہے کہ دینِ جامع یعنی تمام انبیاء کا مشترکہ اور بنیادی دین یہ ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے،اوران تمام امور کا حکم دیا جائے جن کا اللہ نے حکم فرمایا ہے،اور اللہ نے جس کتاب کو بھی نازل کیا ہو،اس میں موجود اس نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کیا جائے جسے اللہ نے منسوخ نہ فرمایا ہو، کیونکہ یقیناً جب تک کوئی حکم منسوخ نہ ہو اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

اسی وجہ سے سلفِ صالحین اور ائمہِ مجتہدین کے جمہور کا مذہب یہی ہے کہ ہم سے پہلے لوگوں کی شریعت بھی ہمارے لیے شریعت ہے جب تک کہ ہماری شریعت اس کے خلاف کوئی حکم نہ لے آئے؛اور جس نے کسی ایسے شرعی حکم کے مطابق فیصلہ کیا جو منسوخ ہو چکا ہو، تو حقیقت میں اس نے اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کیا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس کے مطابق فیصلے کریں جو اللہ نے قرآن میں نازل فرمایا ہے، حالانکہ اس قرآن میں بھی ناسخ اور منسوخ دونوں طرح کے احکام موجود ہیں، تو بعینہٖ یہی بات نازل کردہ کتب کی پوری جنس یعنی تمام آسمانی کتب کے عمومی احکام کے بارے میں بھی کہی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ – وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ – أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ – يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ – فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَى مَا أَسَرُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ – وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ – يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ – إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ – وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ} [المائدة:48–56]

ہم نے تجھ پر سچی کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کے مضامین پر نگہبانی کرنے والی ہے، سو تو ان لوگوں میں اس کے موافق حکم کر جو اللہ نے اتارا ہے، اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کر اپنے پاس آنے والے حق سے منہ موڑ کر، ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور واضح راہ مقرر کر دی ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت کر دیتا لیکن وہ تمہیں اپنے دیے ہوئے حکموں میں آزمانا چاہتا ہے، اس لیے نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو، سب کو اللہ کے پاس پہنچنا ہے پھر تمہیں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔ اور یہ کہ تو ان لوگوں میں اس کے موافق حکم کر جو اللہ نے اتارا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر اور ان سے بچتا رہ کہ تجھے کسی ایسے حکم سے بہکا نہ دیں جو اللہ نے تجھ پر اتارا ہے، پھر اگر یہ منہ موڑیں تو جان لو کہ اللہ کا ارادہ انہیں مصیبت میں مبتلا کرنے کا ہے ان کے بعض گناہوں کی پاداش میں، اور لوگوں میں بہت سے نافرمان ہیں۔ تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، حالانکہ جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں ان کے ہاں اللہ سے بہتر اور کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں۔ اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے تو وہ انہیں سے ہے، اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔ پھر تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ ان (مخالفین) میں دوڑ کر جا ملتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر زمانے کی گردش نہ آ جائے، سو قریب ہے کہ اللہ جلدی فتح ظاہر فرما دے یا کوئی

اور حکم اپنے ہاں سے ظاہر کرے پھر یہ اپنے دل کی چھپی ہوئی بات پر شرمندہ ہوں گے۔اور مسلمان کہتے ہیں کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کے نام کی پکی قسمیں کھاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ان کے اعمال برباد ہو گئے پھر وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔اے ایمان والو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لائے گا کہ جن کو اللہ چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں، مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کافروں پر زبردست، اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دیتا ہے، اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے۔تمہارا دوست تو اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان دار لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں۔اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور ایمان داروں کو دوست رکھے تو (مطمئن رہے کہ) اللہ کی جو جماعت ہے وہی غالب ہونے والی ہے۔

پس یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا ہے کہ آپ اس شریعت کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہلِ کتاب کی خواہشات کی پیروی کرنے سے سخت خبردار کیا ہے، اور یہ واضح فرما دیا ہے کہ اللہ کے حکم کی مخالفت میں جو بھی فیصلہ ہوگا وہ دراصل جاہلیت کا فیصلہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ} [المائدة: 50]

تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، حالانکہ جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں ان کے ہاں اللہ سے بہتر اور کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی ہے کہ اس نے تورات، انجیل اور قرآن پر عمل کرنے والوں میں سے ہر ایک کے لیے ایک خاص شریعت اور ایک واضح راستہ مقرر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ حکم فرمانا کہ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ کیا جائے، یہ ایک ایسا حکمِ عام ہے جو تورات، انجیل اور قرآن سب کے ماننے والوں کے لیے ہے؛ چنانچہ کسی بھی دور اور کسی بھی وقت میں کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ کسی اور حکم کے مطابق فیصلہ کرے، اور جو کچھ بھی اللہ نے نازل فرمایا ہے وہ بنیادی طور پر ایک ہی دین ہے جس پر تمام آسمانی کتب اور رسول متفق رہے ہیں؛ اور وہ سب اصولِ دین اور قواعدِ شریعت میں تو باہم متفق ہیں، اگرچہ شریعت کی فروعی تفصیلات اور طریقِ کار میں ناسخ اور منسوخ کے اعتبار سے ان کے ہاں تنوع اور اختلاف پایا جاتا ہے۔پس یہ تنوع بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی ایک ہی کتاب کے احکام کا مختلف احوال کے لحاظ سے بدل جانا ہے، کیونکہ مسلمان بھی ابتداً بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کے مامور (یعنی پابند) تھے، پھر بعد میں انہیں یہ حکم دیا گیا کہ وہ مسجدِ حرام (کعبہ) کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں، اور ان دونوں ہی احکام میں انہوں نے درحقیقت اسی حکم کی پیروی کی جو اللہ عزوجل نے نازل فرمایا تھا۔

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو ہفتے کے دن کی تعظیم کا حکم دیا گیا تھا، اور ان پر وہ تمام چیزیں حرام کی گئی تھیں جنہیں اللہ نے تورات میں حرام ٹھہرایا تھا، اور وہ ان تمام احکام میں اسی شریعت کی پیروی کرنے والے تھے جو اللہ عزوجل نے نازل فرمائی تھی۔مسیح

علیہ السلام نے ان بعض چیزوں کو حلال فرمایا جنہیں اللہ نے تورات میں حرام کیا تھا، اور وہ اس تحلیل میں بھی اسی کے متبع تھے جو اللہ عزوجل نے نازل فرمایا تھا؛ پس اللہ تعالیٰ نے اہل تورات اور اہل انجیل کو جو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ کریں، تو اس میں کسی ایسے حکم کا عمل کرنے کا امر ہر گز نہیں ہے جو منسوخ ہو چکا ہو؛ جس طرح اہل قرآن (مسلمانوں) کو یہ حکم دینے میں کہ وہ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ کریں، کسی ایسے حکم پر عمل کرنے کا امر ہر گز نہیں ہے جو خود قرآن میں منسوخ ہو چکا ہو، بلکہ جب شریعت میں ناسخ اور منسوخ دونوں طرح کے احکام موجود ہوں، تو اللہ کا نازل کردہ اصل اور واجب العمل حکم وہی ہوتا ہے جو ناسخ کے مطابق ہو، نہ کہ منسوخ کے مطابق؛ پس جس نے منسوخ حکم کے مطابق فیصلہ کیا، تو اس نے یقیناً اللہ عزوجل کے نازل کردہ حکم کے علاوہ کسی اور حکم کے مطابق فیصلہ کیا، اور اس بات کی مزید وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے :

{قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ} [المائدة:68]

کہہ دو اے اہل کتاب ! تم کسی راہ پر نہیں ہو جب تک کہ تم قائم نہ کرو تورات کو اور انجیل کو اور اسے جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اور ضرور یہ فرمان جو تم پر نازل ہوا ہے ان میں سے اکثر کی سرکشی اور انکار کو اور زیادہ بڑھائے گا، سو افسوس نہ کرو انکار کرنے والوں کے حال پر۔

پس یقیناً یہ آیت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قطعی حکم ہے کہ آپ ان اہل کتاب سے —— جن کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیے گئے ہیں —— فرمادیں کہ وہ دین کی کسی اصل پر قائم نہیں ہیں جب تک کہ وہ تورات، انجیل اور اس کتاب یعنی قرآن کو پوری طرح قائم نہ کر دیں جو ان کے رب کی طرف سے ان کی جانب نازل کی گئی ہے، پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اہلِ کتاب کے پاس اب بھی ایسا علم و متن موجود ہے جس کے بارے میں یہ جانا جا سکتا ہے کہ وہ اللہ کا نازل کردہ ہے، اور یہ کہ وہ اسے قائم کرنے کے مامور پابند ہیں، کیونکہ یہ ان احکام میں سے ہے جنہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شریعت میں بھی بحال رکھ کر برقرار رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منسوخ نہیں فرمایا؛ اور یہ بات معلوم و مسلم ہے کہ ہر وہ حکم جس کا اللہ تعالیٰ نے کسی سابقہ نبی کی زبان پر حکم دیا تھا، اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منسوخ نہیں فرمایا، بلکہ اس کے برعکس دوسرے نبی نے اسے برقرار رکھا اور اس کی توثیق فرمائی، تو اللہ تعالیٰ ہی ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کی زبان پر اس کا حکم دینے والا تھا؛ اور دوسرے نبی کی بعثت میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو اس حکم کی پیروی کے وجوب کو ساقط کر دیتی جس کا پہلے نبی نے حکم دیا تھا اور دوسرے نبی نے اسے برقرار رکھا تھا۔

یہ کہنا ہر گز جائز اور درست نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسری کتاب کے ذریعے ان تمام احکام کو منسوخ کر دیتا ہے جو اس نے پہلی کتاب میں مشروع فرمائے تھے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ منسوخ احکام کی تعداد تو اس عظیم حصّے کے مقابلے میں بہت تھوڑی ہے جس پر تمام

کتابیں اور شریعتیں باہم متفق رہی ہیں۔

اسی طرح تورات اور انجیل میں ایسے دلائل اور بشارتیں موجود ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں؛ پس جب اہل تورات اور اہل انجیل ان کتابوں میں اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کریں گے، تو وہ گویا اسی حکم کے مطابق فیصلہ کریں گے جس نے ان پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو واجب کیا ہے۔

یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تورات اور انجیل میں اب بھی ایسا حصہ موجود ہے جس کے بارے میں وہ یقین سے جانتے ہیں کہ وہ اللہ ہی کا نازل کردہ ہے؛ کیونکہ انہیں اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم تب تک نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ وہ خود یہ نہ جانتے ہوں کہ اللہ نے کیا نازل فرمایا ہے، فیصلہ صادر کرنا تو دراصل امر اور نہی ہی میں ہوتا ہے؛ اور کتبِ الٰہیہ کے بعض معانی و مفاہیم کا علم ہونا، ان کے بعض دیگر معانی کے علم نہ ہونے کے منافی نہیں ہے، اور معانی و تفاسیر کے باب میں یہ ایک متفق علیہ اصول ہے، کیونکہ مسلمان، یہودی اور عیسائی سب اس بات پر متفق ہیں کہ کتبِ الٰہیہ میں صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ اس نے مخلوق کی طرف انسانوں میں سے رسول مبعوث فرمائے، اور یہ کہ اس نے عدل و انصاف کو واجب کیا اور ظلم، فواحش اور شرک کو حرام ٹھہرایا ہے، اسی طرح کی دیگر کلی شریعتوں پر، اور یہ کہ ان کتابوں میں ثواب کا وعدہ اور عذاب کی وعید بھی مذکور ہے؛ بلکہ وہ سب کے سب یومِ آخرت پر ایمان لانے پر بھی متفق ہیں، اگرچہ انہوں نے ان کے بعض معانی میں باہم اختلاف کیا ہے اور ان کی تفسیر و تشریح کے بارے میں ان کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں؛ جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے اس مسیح کے بارے میں باہم اختلاف کیا ہے جس کی بشارت سابقہ پیشگوئیوں نے دی تھی، یا وہ کوئی اور موعود مسیح ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے؛ اور مسلمان یہ بات یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ اس مسئلے میں حق و صواب عیسائیوں کے ساتھ ہے، لیکن مسلمان ان من گھڑت جھوٹ اور شرک پر مبنی عقائد میں ان کی ہرگز موافقت نہیں کرتے جو انہوں نے حضرت مسیح کے بارے میں بعد میں ایجاد کر لیے ہیں۔

اسی طرح یہ بھی کہا جائے گا کہ اگر ان کتابوں کے خبری الفاظ میں سے کسی تھوڑے سے حصے کو بدل بھی دیا گیا ہو، تو یہ امر اس بات مانع نہیں ہے کہ ان کے اکثر الفاظ اب بھی غیر مبدل ہوں؛ بالخصوص جب خود اسی کتاب کے اندر ایسی علامات و دلائل موجود ہوں جو اس تبدیل شدہ حصے کی نشاندہی کرتے ہوں۔ اور بسا اوقات یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تورات اور انجیل کے الفاظ میں سے جو کچھ بھی بدلا گیا ہے، خود تورات اور انجیل کے اندر ہی ایسے شواہد موجود ہیں جو اس کے بدلے جانے پر دلالت کرتے ہیں؛ چنانچہ اسی اصول سے ان لوگوں کے شبہے کا جواب بھی حاصل ہو جاتا ہے جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کتابوں کے الفاظ میں سے کچھ بھی نہیں بدلا گیا، کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر تورات اور انجیل کے الفاظ میں تبدیلی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی واقع ہو چکی تھی، تو پھر حق اور باطل

کے درمیان تمیز کرنا ممکن نہ رہتا، چنانچہ ان دونوں کتابوں سے استدلال کرنا اور اہل کتاب پر ان کے مطابق عمل کرنے کا وجوب ساقط ہو جاتا، اور ایسی صورت میں ان کتابوں کی پیروی ترک کرنے پر ان کی کوئی ملامت بھی نہ کی جاسکتی۔

جبکہ اس کے بر عکس قرآنِ مجید نے تورات اور انجیل کے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرنے پر ان کی ملامت فرمائی ہے، اور متعدد مقامات پر ان دونوں کتابوں کو بطور گواہ و شہادت پیش کیا ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ جو تبدیلی واقع ہوئی ہے وہ بہت قلیل ہے اور اکثر حصہ بدلا نہیں گیا؛ اور جو حصہ تبدیل ہونے سے محفوظ رہا، اس میں ایسے صریح الفاظ موجود ہیں جن کے ذریعے ان کے مخالفی غلطی اور مقصودِ حقیقی بالکل واضح ہو جاتا ہے، اور اس محفوظ حصے کے متعدد شواہد اور نظائر موجود ہیں جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں، بخلاف اس حصے کے جسے بدل دیا گیا ہے، کیونکہ وہ محض چند قلیل الفاظ پر مشتمل ہے، کتبِ الٰہیہ کے باقی تمام نصوص اس تبدیل شدہ حصے کی تردید و مناقضت کرتے ہیں، یہ معاملہ بالکل ان کتبِ حدیث کی مانند ہو گیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، کیونکہ اگر سنن ابی داؤد اور (سنن) ترمذی یا ان کے علاوہ دیگر کتب میں چند قلیل احادیث ضعیف (بھی) واقع ہو گئی ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ دیگر احادیثِ صحیحہ میں ایسا مواد موجود ہوتا ہے جو ان (ضعیف احادیث) کے ضعف کو بالکل واضح کر دیتا ہے۔

بلکہ اسی طرح صحیح مسلم میں بھی چند قلیل الفاظ ایسے ہیں جن میں راویوں سے غلطی واقع ہوئی ہے، خود انہی احادیثِ صحیحہ کے اندر، قرآنِ مجید کے ساتھ مل کر، ایسا مواد موجود ہے جو ان قلیل الفاظ کی غلطی کو بالکل واضح کر دیتا ہے، جیسے کہ وہ روایت نقل کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتے کے دن پیدا فرمایا اور باقی مخلوقات کی پیدائش کو سات دنوں میں پورا کیا، تو بیشک اس حدیث کے بارے میں ائمۂ حدیث — جیسے کہ یحییٰ بن معین، عبد الرحمن بن مہدی، اور امام بخاری وغیرہما — نے یہ واضح فرمادیا ہے کہ یہ (لفظی یا زمانی اعتبار سے راوی کی) غلطی ہے، یہ کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں سے نہیں ہے؛ بلکہ امام بخاری نے اپنی 'تاریخِ کبیر' میں یہ بالکل صراحت فرمائی ہے کہ یہ در حقیقت کعب الاحبار کا کلام ہے؛ جیسا کہ اس کی تفصیل اور اس پر سیر حاصل بحث اپنے مقام پر کی جاچکی ہے، اور قرآنِ مجید بھی اس بیان کی غلطی پر دلالت کرتا ہے، قرآن مجید یہ واضح فرماتا ہے کہ تخلیق کا یہ عمل چھ دنوں میں ہوا ہے، اور احادیثِ صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ خلقت کا آخری حصہ جمعہ کے دن تکمیل کو پہنچا تھا، چنانچہ اس اعتبار سے تخلیق کا آغاز اتوار کے دن سے ہو گا۔ اسی طرح وہ روایت بھی ہے جو نقل کی گئی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: «نمازِ کسوف (سورج گرہن کی نماز) دو رکوع یا تین رکوع کے ساتھ پڑھائی»

تو بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور ان کے علاوہ دیگر کتب میں حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم وغیرہ کی حدیث سے ثابت اور متواتر بات یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ

کسوف کی ہر رکعت دو رکوع کے ساتھ پڑھائی تھی،اسی وجہ سے امام بخاری نے اسکے علاوہ کسی دوسری روایت کی تخریج نہیں فرمائی،امام شافعی،امام بخاری،اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ نے تین اور چار رکوع والی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں نمازِ کسوف صرف ایک ہی مرتبہ پڑھائی تھی، جبکہ تین اور چار رکوع والی حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز اس دن پڑھائی تھی جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوئی تھی،اور دو رکوع والی احادیث بھی اسی مخصوص دن ہی کے واقعے سے متعلق ہیں؛ چنانچہ اس طرح کی غلطی جب کسی راوی سے واقع ہو جائے، تو خود انھی احادیثِ صحیحہ کے اندر ایسا قرینہ اور مواد موجود ہوتا ہے جو یہ واضح کر دیتا ہے کہ یہ روایت غلط ہے،امام بخاری کا یہ مایۂ ناز اصول ہے کہ وہ جب کوئی حدیث ایسے مختلف طرق سے روایت کرتے ہیں جن میں سے بعض میں کچھ الفاظ کی غلطی واقع ہوئی ہو، تو وہ اس کے ساتھ ہی ایسے طرق بھی ذکر کر دیتے ہیں جو اس غلطی کو بالکل واضح کر دیتے ہیں؛ جیسا کہ ہم نے اس مسئلے پر اپنی جگہ تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے۔

چنانچہ اسی طرح جب یہ کہا جائے کہ متقدمین کی کتابوں (سابقہ کتبِ سماویہ) کے بعض الفاظ میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے، تو خود انہی کتابوں کے اندر ایسا مواد موجود ہوتا ہے جو آپ پر اس غلطی کو واضح کر دیتا ہے۔اور ہم یہ بات پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ مسلمان یہ دعویٰ ہرگز نہیں کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے دنیا میں ہر زبان کے اندر موجود تورات، انجیل اور زبور کے ہر ہر نسخے کے الفاظ بدل دیے گئے ہیں، کیونکہ میں سلف صالحین میں سے کسی ایک کو بھی نہیں جانتا جس نے یہ بات کہی ہو، اگرچہ متأخرین (بعد کے دور کے علما) میں سے کچھ لوگ ایسے ضرور ہیں جو کبھی ایسا کہہ دیتے ہیں، جیسا کہ متأخرین میں سے بعض وہ لوگ بھی ہیں جو دنیا میں موجود تورات اور انجیل کے تمام نسخوں سے استنجا کرنے کو جائز قرار دے دیتے ہیں؛ پس یہ اقوال اور ان جیسے دیگر نظریات امتِ مسلمہ کے سلفِ صالحین اور ائمہ کے اقوال میں سے نہیں ہیں۔اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب کعب الاحبار کے ہاتھ میں تورات کا ایک نسخہ دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے کعب! اگر آپ یقین کے ساتھ یہ جانتے ہیں کہ یہ وہی تورات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، تو اسے پڑھیے۔ پس آپ رضی اللہ عنہ نے اس معاملے کو ایک ایسی شرط پر معلق فرمادیا جس کا علم ہونا ناممکن تھا،اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات پر بھی قطعی فیصلہ صادر نہیں فرمایا کہ اس نسخے کے الفاظ بدلے ہوئے ہیں، کیونکہ انہوں نے اس کے تمام مندرجات پر غور و خوض نہیں فرمایا تھا۔

قرآن مجید اور سنتِ متواترہ دونوں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں جو تورات اور انجیل موجود تھیں، ان میں وہ احکام و ہدایات موجود تھے جو اللہ عزوجل نے نازل فرمائے تھے،اور دنیا میں موجود ان کتب کے تمام نسخوں میں اس متن کے بدل جانے کا قطعی فیصلہ صادر کرنا ناممکن ہے، نہ ہمیں اسے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی ہمیں

اس کا کوئی علم ہے۔اور خود اہل کتب میں سے بھی کوئی شخص یہ دعویٰ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا کہ دنیا میں تمام زبانوں کے اندر موجود ان کتابوں کا ہر نسخہ ایک ہی لفظ پر متفق ہے، کیونکہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسے کوئی بھی انسان اپنی ذاتی جانچ پڑتال، تحقیق اور آزمائش سے معلوم نہیں کر سکتا؛ ایسی بات تو صرف وحی کے ذریعے ہی جانی جاسکتی ہے، ورنہ وحی کے بغیر کسی بھی انسان کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ دنیا میں موجود ہر نسخے کا، تمام زبانوں میں موجود ان چوبیس کتابوں کے ہر نسخے سے بالمشافہ تقابل اور موازنہ کر سکے، جبکہ ہم نے خود ان کتابوں کو الفاظ کے اعتبار سے ایک واضح اختلاف کے ساتھ مختلف دیکھا ہے،اور تورات، یہود و نصاریٰ کے نزدیک سب سے زیادہ صحیح اور مشہور ترین کتاب ہے؛ لیکن اس کے باوجود سامریوں (السَّامِرَة) کا نسخہ، یہود و نصاریٰ کے نسخے کے خلاف ہے، یہاں تک کہ خود انہی دس کلمات (احکاماتِ عشرہ) کے اندر بھی۔ سامریوں کے نسخے میں ان کلمات کے تحت کوہِ طور کی طرف رخ کرنے کے حکم کا وہ ذکر موجود ہے جو یہود و نصاریٰ کے نسخے میں سرے سے ہے ہی نہیں۔اور یہ ان امور میں سے ہے جو یہ واضح کرتے ہیں کہ ان کتابوں کے بہت سے نسخوں میں تبدیلی واقع ہوئی ہے، کیونکہ خود سامریوں کے ہاں بھی اس تورات کے متعدد نسخے موجود ہیں۔

اسی طرح ہم نے زبور کے بھی متعدد ایسے نسخے دیکھے ہیں جو بہت سے الفاظ اور معانی میں ایک دوسرے کے سخت خلاف ہیں؛ ان نسخوں کو دیکھنے والا شخص بلا جھجھک یہ قطعی فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان میں سے بہت سے نسخے حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور پر صریح جھوٹ اور بہتان ہیں،اور رہے اناجیل (عہدِ نامہ جدید کے نسخے)، تو ان کے اندر پایا جانے والا اضطراب اور اختلاف، تورات میں پائے جانے والے (اضطراب) سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ جب سابقہ کتابیں شریعتِ محمدی کے آنے سے منسوخ ہو چکی تھیں، تو پھر اہل کتب کی اس بات پر کیوں مذمت کی گئی کہ انہوں نے ان کتابوں میں سے اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کرنا چھوڑ دیا تھا؟ اس کا جواب دیا گیا کہ: سابقہ کتب کے احکام و قوانین کا منسوخ ہونا تو محض چند شرائع اور جزوی احکامات میں واقع ہوا ہے، ورنہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور روزِ آخرت قیامت وغیرہ کے بارے میں دی گئی خبروں کا تعلق ہے، تو ان میں کوئی نسخ منسوخی واقع نہیں ہوتا۔

اسی طرح دینِ جامع اور کلی قوانین واصولِ شریعت میں بھی کوئی نسخ واقع نہیں ہوتا؛ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اہلِ کتاب کی مذمت اسی بنا پر فرمائی ہے کہ انہوں نے پہلی کتاب جو ان کی طرف نازل کی گئی تھی کی پیروی کرنا چھوڑ دیا تھا؛ کیونکہ اہل کتاب نے دو جہتوں سے کفر اختیار کیا: ایک تو اس وجہ سے کہ انہوں نے پہلی کتاب کو بدل ڈالا، اور دوسرے اس وجہ سے کہ انہوں نے اس کے بعض حصوں پر ایمان لانے اور ان پر عمل کرنے کو ترک کر دیا، اور دوسری جہت یہ کہ انہوں نے دوسری کتاب یعنی قرآن مجید کی تکذیب کی اسے جھٹلایا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

{وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ}[البقرة:91]

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر ایمان لاؤ جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں ہم تو اسی کو مانتے ہیں جو ہم پر اترا ہے اور اسے نہیں مانتے ہیں جو اس کے سوا ہے، حالانکہ وہ حق ہے اور تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، کہہ دو پھر تم کیوں اس سے پہلے اللہ کے نبیوں کو قتل کرتے رہے اگر تم مومن تھے۔

پس (اللہ تعالیٰ نے) یہ واضح فرمادیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی اس کتاب کے ساتھ کفر کر چکے تھے جو ان پر نازل کی گئی تھی اور انہوں نے انبیاء کرام کو قتل کیا تھا، جیسا کہ انہوں نے آپ کی بعثت کے وقت اس کتاب کے ساتھ کفر کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی گئی، اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّى يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ}[آل عمران:183]

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبر پر ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس قربانی لائے کہ اسے آگ کھا جائے، کہہ دو مجھ سے پہلے کتنے رسول نشانیاں لے کر تمہارے پاس آئے اور یہ نشانی بھی (لے کر آئے) جو تم کہتے ہو، پھر انہیں تم نے کیوں قتل کیا اگر تم سچے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

{فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ}[آل عمران:184]

پھر اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تجھ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے جو نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَى أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ – قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَى مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ}[القصص:48-49]

پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے کیوں نہیں دیا گیا جیسا موسیٰ کو دیا گیا تھا، کیا انہوں نے اس چیز کا انکار نہیں کیا تھا جو موسیٰ کو اس سے پہلے دی گئی تھی، کہنے لگے دونوں جادو گر آپس میں موافق ہیں، اور کہا ہم کسی کو بھی نہیں مانتے۔ کہہ دو پس اللہ کے ہاں سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان دونوں سے ہدایت میں بڑھ کر ہو کہ میں اس پر چلوں اگر تم سچے ہو۔

جب معاملہ یوں ہی ہے، تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اہلِ کتاب کی مذمت اس بنا پر بھی فرماتا ہے کہ انہوں نے ہدایت کی پیروی چھوڑ دی جو اس نے تورات اور انجیل میں نازل فرمائی تھی، اور اس بنا پر بھی کہ انہوں نے اس کی پیروی ترک کر دی جو اس نے قرآن مجید میں نازل فرمایا، اور اللہ ان کے پہلی کتاب اور دوسری کتاب دونوں کے ساتھ کفر کو واضح فرماتا ہے: ان قرآنی آیات و نصوص میں سے کسی بھی چیز میں انہیں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ پہلی کتاب کے منسوخ شدہ احکامات کے مطابق فیصلہ کریں؛ جیسا کہ قرآنی بیان میں انہیں یہ حکم بھی نہیں دیا گیا کہ وہ دوسری کتاب قرآن مجید کے منسوخ شدہ احکامات کے مطابق فیصلہ کریں۔

الحمدللہ 14:6 PM مورخہ 16:05:2026 کو کتاب الجواب الصحیح من بدل دین المسیح کا ترجمہ مکمل ہوا